شہباز لامکانی
۱
حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی حیات، عظمت اور رفعت قدم علمی تحقیق کے آئینے میں
شہبازِ لامکانی
صُفّہ فاؤنڈیشن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

Suffah foundation

حضرت سلطان باھو ٹرسٹ

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْم

نام کتاب .... شہبازِ لامکانی

عربی تالیف .... [illegible]

اردو ترجمہ .... [illegible]

پروف ریڈنگ .... [illegible]

زیرِ نگرانی .... [illegible]

ناشر .... صفہ فاؤنڈیشن

تاریخ اشاعت .... فروری 2012ء

باہتمام .... [illegible]

طابع .... [illegible]

042-36664563 ✵ [illegible]

Ph:042-37226193, Cell:0321-7226193 ✵ [illegible]

0300-9681389 ✵ [illegible]

U.K. Suffah Foundation, PO Box 1625, Huddersfield HD1 9QW (U.K)
Markazi Jamia Masjid Ghausia, 73 Victoria Road, Huddersfield
www.suffahfoundation.com // info@suffahfoundation.com
Web:www.facebook.com/suffahfoundation

For Donation: Bank Name: HSBC Account Name: Suffah Foundation
Account # 74092694 Sort Code: 40-25-10
International Band Account # GB36MIDL40251074092694
Branch Identifier Code MIDLGB2104U

فہرست موضوعات

”میری گردن میں بھی ہے دُور کا ڈورا تیرا“

(عرض ناشر) محمد عمر حیات قادری

قطب ربانی، غوثِ صمدانی، محبوبِ سبحانی، شہبازِ لامکانی سیدنا الشیخ عبدالقادر جیلانی الحسنی الحسینی رضی اللہ عنہ کی ذاتِ گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں، آپ نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں ذکر وفکر کی جو دنیا آباد کی اُسے اللہ تعالیٰ نے یوں قبولیت بخشی کہ دنیا بھر میں آپ کی عظمت کے چرچے ہیں جو حاسدوں کے حسد کے باوجود صبحِ قیامت تک باقی رہیں گے، کیونکہ آپ کو یہ انتہائی منفرد مرتبہ و مقام اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے، اور جسے اللہ رب العزت عروج بخشے اُس کا سورج غروب نہیں ہوتا، حضور غوث اعظم نے بھی اپنے کریم رب کے انعام کا شکر اپنے تبلیغی اور اصلاحی عمل کے ذریعے یوں فرمایا کہ آپ کی مجلسِ وعظ میں اگر کوئی یہودی اور عیسائی آیا ہے تو وہ اسلام کا نور لے کر گیا ہے، کوئی فاسق وفاجر آیا ہے تو اُسے ظاہر وباطن کی پاکیزگی نصیب ہوگئی، اور اگر کوئی طالب المولیٰ بن کر آیا تو اُسے رب کریم کی بارگاہ تک رسائی مل گئی، آپ عمر بھر بندوں کو خدا سے ملانے کی خوشگوار ذمہ داری نبھاتے رہے، ایسی عظیم ہستی سے نسبت وارادت سعادت کی علامت ہے، اسی احساس کی ترجمانی کرتے ہوئے امام اہل سنت امام احمد رضا قادری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

تجھ سے در، در سے سگ اور سگ سے ہے نسبت مجھ کو
میری گردن میں بھی ہے دور کا ڈورا تیرا

اس نشانی کے جو سگ ہیں نہیں مارے جاتے
حشر تک میرے گلے میں رہے پٹا تیرا

اللہ رب العالمین کے انعام یافتہ لوگوں سے حسد اور عداوت بدنصیبی کی انتہا ہے، مختلف زمانوں میں حضرت غوثِ اعظم کے حاسد پیدا ہوتے اور اپنے برے انجام سے دوچار ہوتے رہے ہیں، جہاں اہلِ علم نے ان لوگوں کا رد کیا وہیں دستِ قدرت نے بھی ایسے بدنصیبوں کو نشانِ عبرت بنا دیا، ایسے ہی ایک معترض نے حضرت غوثِ اعظم کی ذاتِ بابرکات پر کچھ اعتراضات کیے تو محدثِ جلیل علامہ محمد بن مصطفیٰ بن عزوز مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اُس کے ایک ایک اعتراض کے تار و پود بکھیر کر رکھ دیے، اور اُس کا ایسا رد کیا کہ اُس بدزبان کو دوبارہ زبان درازی کے قابل نہیں چھوڑا، اللہ تعالیٰ انہیں اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔

پیشِ نظر کتاب کا رواں اور شستہ اردو ترجمہ کرنے کی سعادت استادِ محترم حضرت شرفِ ملت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند برادرِ محترم ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی صاحب کے حصہ میں آئی، موصوف عربی زبان میں مہارت اور ترجمہ میں دسترس رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ اُن کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور اسے مزید علمی کاموں کا نقطۂ آغاز بنائے۔

اس کتاب کو چھاپنے کی سعادت صفہ فاؤنڈیشن کو حاصل ہو رہی ہے جسے حضرت شرفِ ملت کی سرپرستی اور خصوصی دعائیں حاصل رہی ہیں، علاوہ ازیں صفہ فاؤنڈیشن کو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور رحمتِ عالم ﷺ کی خاص توجہ کے طفیل بعض مخلص، سعادت مند اور درد دل رکھنے والے احباب کے تعاون کی بدولت اسلام، سیرتِ طیبہ اور بزرگانِ دین کے حوالے

سے تقریباً ستر اہم کتب پانچ لاکھ کی تعداد میں شائع کر کے بلا معاوضہ تقسیم کرنے کا اعزاز حاصل ہے، پیشِ نظر کتاب بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے، ان کتب کی اشاعت ایک عظیم سعادت اور صدقہ جاریہ ہے، جب تک یہ کتب پڑھی جاتی رہیں گی ہمارے معزز معاونین کی نیکیاں بڑھتی رہیں گی۔

اگست ۲۰۱۰ء **محمد عمر حیات قادری** چیئرمین صفہ فاؤنڈیشن

عرضِ مترجم

''سرکارِ غوثِ اعظم نظرِ کرم خدارا''

ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی الازہری

مجھے حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ سے عقیدت و محبت پہلے بھی حاصل تھی مگر ایک واقعہ نے اس محبت کا رنگ اور بھی گہرا کر دیا، ہوا یوں کہ والدِ گرامی شرفِ ملت حضرت علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ نے وصال سے کچھ عرصہ قبل ایک چوکور ڈبیہ کھول کر دکھاتے ہوئے مجھ سے پوچھا:

''جانتے ہو یہ کیا ہے؟''

وہ سبز رنگت والے کپڑے کا ایک ٹکڑا تھا، میں نے اُس کے بارے میں لاعلمی کا اظہار کیا تو آپ نے فرمایا:

''یہ حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کے مزارِ مبارک کی چادر کا ٹکڑا ہے اِسے میرے کفن کے اندر رکھ دینا۔''

یہ بات سن کر میں تڑپ اٹھا اور مجھ پر گریہ طاری ہو گیا، تب حضرت والد صاحب مجھے تسلی دے رہے تھے اور میرا حوصلہ بڑھانے کے لیے فرما رہے تھے:

''جو بھی اس دنیا میں آیا ہے اُسے ایک نہ ایک دن تو لوٹ کر رب کی بارگاہ میں جانا ہی ہے بے صبری مناسب نہیں ہے۔''

میں اُن کے اِس اطمینان پر اُس وقت بھی حیران تھا اور آج بھی حیران ہوں، پھر یہ بات ذہن سے اوجھل ہو گئی اور وقت گزرتا گیا، حضرت والدِ گرامی کے وصال کے دن مجھے خاتونِ جنت سیدۃ النساء حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے اُس شعر کا معنی و مفہوم سمجھ آیا جس میں آپ نے رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے موقع پر اپنے کرب کی کیفیات کو ضبط کرتے ہوئے فرمایا تھا:

صبت عليّ مصائب لو أنها　　　صبت على الأيام صرن لياليا

مجھ پر اتنے مصائب انڈیل دیے گئے کہ اگر یہ مصائب روشن دنوں پر انڈیلے جاتے تو دن تاریک راتوں میں تبدیل ہو جاتے۔

اُس دن میں کرب کی اُنہی کیفیات کو کچھ کچھ اپنے من میں محسوس کر رہا تھا، رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر آپ کی پیاری صاحبزادی کی کیفیات کا کون اندازہ کر سکتا ہے؟ اُس دن مجھے اندازہ ہوا کہ کتنی بڑی نعمت چھن گئی ہے اور اُس وقت مجھے یہ محسوس ہوا کہ جن لوگوں کے سر سے یہ سائبان اٹھ جاتا ہے اُن کی کیا کیفیات ہوتی ہیں، میں دکھ، درد اور کرب کی اُنہی کیفیات میں ڈوبا ہوا پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا کہ حضرت والدِ گرامی کو کفن پہنایا جا رہا ہے، تب اچانک ہی مجھے اُنکی وصیت یاد آئی اور میں نے حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کے مزارِ مبارک کی چادر کا وہ ٹکڑا کفن ہٹا کر اُن کے سینے پر رکھ دیا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اس کریم رب نے مجھے حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت پر عمل کی توفیق بخشی، اُس دن سے میرے دل میں حضرت غوثِ اعظم کے لیے محبت پہلے سے کہیں زیادہ ہو گئی اور اکثر میری آنکھوں کے سامنے ایک منظر آنے لگا کہ حضرت والدِ گرامی جمعرات کی شام کو ہونے والی ہفتہ وار محفلِ ذکر

میں حضرت غوث اعظم کی منقبت کے کچھ شعر ترنم سے پڑھا کرتے تھے اور پھر اُن کی آواز میرے کانوں میں گونجنے لگتی:

سرکارِ غوثِ اعظم نظرِ کرم خدارا — میرا خالی کاسہ بھر دو میں فقیر ہوں تمہارا
جھولی کو میری بھر دو ورنہ کہے گی دنیا — غوث جلی کا منگتا پھرتا ہے مارا مارا

اُن کا دل حضرت غوث اعظم کی بے پناہ محبت سے معمور تھا اور مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے انہوں نے دنیا سے جاتے ہوئے حضرت غوث پاک کے ساتھ اپنی محبت کا کچھ حصہ میرے سینے میں بھی منتقل فرما دیا ہے، کیونکہ میں جب بھی درد اور کرب کی شدت کے سامنے بے بس اور لاچار ہوتا ہوں تو مذکورہ بالا منقبت کے شعر گنگنانے سے مجھے سکون میسر آتا ہے۔

محبوب سبحانی قطب ربانی سیدنا الشیخ سید عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی رضی اللہ عنہ کے علم و فضل، تقویٰ اور بلند مرتبے کے باعث دنیا بھر کے کبار اولیاء نے آپ کی عظمت اور آپ کے بلند مرتبہ و مقام کا اعتراف کیا مگر بصیرت سے محروم بعض لوگوں نے آپ کی شان میں بے ادبی سے بھی گریز نہیں کیا۔ بعض لوگوں نے تو کم فہمی یا لاعلمی کی بنیاد پر ایسا رویہ اختیار کیا جبکہ بعض نے مسلکی عصبیت کی بناء پر اپنی عاقبت کو تباہ و برباد کیا ہے۔ ایسے لوگوں کے خلاف حدیثِ قدسی کے مطابق اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلانِ جنگ ہے۔ اللہ تعالیٰ جسے عزت کا تاج پہنا دیتا ہے اُسے دنیا کی کوئی طاقت نیچا نہیں دکھا سکتی۔

حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے بعض اقوال اور خاص طور پر آپ کے فرمان: " قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی للہ " پر معترض کے تمام اعتراضات

کے جوابات علامہ محمد کی بطریق احسن دے چکے ہیں۔ علامہ موصوف نہ صرف خود وقت کے بہت بڑے عالم اور ولی اللہ تھے بلکہ ایک عالم اور ولی کے بیٹے اور عظیم عالم اور ولی اللہ کے پوتے بھی تھے۔ آپ نے ٹھوس علمی دلائل کے ساتھ نہ صرف مذکورہ بالا معترض کا رد کیا ہے بلکہ حضرت غوث اعظم کے دیگر ناقدین کے منہ بھی بند کر دیئے ہیں، جو تقریباً ایسے ہی اعتراضات کے ذریعے حضرت غوث اعظم کی عظمت و توقیر کو کم کرنے اور آپ کی تعلیمات میں تشکیک پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں، یہ معترضین تو اپنی موت آپ مر گئے مگر حضور غوث الوریٰ کی عظمت کا سورج اپنی پوری آب و تاب سے چمک رہا ہے اور ہمیشہ جگمگاتا رہے گا۔

حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ اعلیٰ تعلیم کے لیے بغداد شریف میں جلوہ افروز ہوئے تو مختلف علوم و فنون کے یگانہ روزگار اساتذہ سے اکتسابِ علم کیا۔ سیدی ابو سعید مخزومی رحمۃ اللہ علیہ سے ارادت کا تعلق جوڑا، محیر العقول مجاہدات کے بعد علمی اور روحانی دنیا میں آپ کا طوطی بولنے لگا۔ تب رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے لعابِ دہن عطا فرما کر آپ کو مجلس وعظ سجانے کا حکم فرمایا، جبکہ ربِ کریم کی بارگاہ سے آپ کو ولایت اور روحانیت کی دنیا کا ایک انوکھا اور منفرد اعزاز بخشا گیا۔ تب آپ نے حکمِ ربی سے " قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی للہ " کا اعلان فرمایا۔ یہ اعلان سنتے ہی دنیا بھر کے اولیاء نے اپنی گردنیں خم کر دیں، کیونکہ یہ اعلان آپ نے اپنی خواہش کی بناء پر نہیں بلکہ عزت دینے والے رب کے حکم سے کیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ گردنیں خم کرنے والے اولیاء کبار میں سے کسی کو یہ محسوس نہیں ہوا کہ اس عمل سے اُن کی عزت کم ہوئی ہے، بلکہ چشمِ بصیرت رکھنے والے ہر ولی نے آپ کے اس اعلان پر گردن جھکانے کو اپنے لیے اعزاز

تصور کیا۔ ہاں جس غریب کا دامن بصیرت جیسی نعمت سے ہی خالی ہو اُسے حقائق کی پہچان کیسے حاصل ہو سکتی ہے؟

حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ بغداد میں ایسے وقت تشریف لائے جب مسلمان علمی، عملی، اخلاقی اور سیاسی اعتبار سے زوال پذیر تھے۔ آپ کے انفاسِ مطہرہ کی خوشبو سے دلوں کی کھیتیاں مہک اٹھیں۔ آپ کے غلاموں نے صلیبی جنگوں میں بھی جرأت و بہادری کے جوہر دکھائے اور سیم وزر سے منہ موڑ کر اپنے رب سے لولگائی، آپ کی ہمہ جہت تجدیدی اور اصلاحی خدمات کے پیشِ نظر ہی آپ کو ''محی الدین'' کے لقب سے یاد کیا گیا۔ آپ کی تعلیمات فقط آپ کے عہد کے لیے ہی نہیں بلکہ ہر زمانے کے لیے پیغامِ حیات بلکہ آبِ حیات ہیں۔ بارگاہِ غوثیت کے فیض یافتگان ہمیشہ ناموسِ رسالت اور دین پر اپنی جانیں لٹاتے رہیں گے۔

والدِ گرامی رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت غوثِ اعظم کے ساتھ بے پناہ عقیدت اور جذباتی لگاؤ تھا اور یہ لله فی الله محبت اپنے پیرومرشد مفتیٔ اعظم پاکستان سراج الاتقیاء حضرت علامہ ابوالبرکات سیّد احمد قادری رضوی اشرفی رحمۃ اللہ علیہ اور دادا پیر، کشتۂ عشقِ رسول اور برصغیر پاک وہند میں فیضانِ غوث الوریٰ کے امین امامِ اہلسنت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے عطا ہوئی تھی یہی وجہ تھی کہ حضرت شرفِ ملت بسترِ مرگ پر بھی حضرت غوث اعظم کی محبت میں سرشار دکھائی دیتے تھے، وہ فرمایا کرتے تھے:

''میری خواہش ہے کہ ہم اردو اور عربی میں ''جہانِ محبوبِ سبحانی'' کے عنوان سے حضرت غوث اعظم پر لکھی گئی قدیم و جدید کتب، رسائل اور مقالات کو یکجا کر کے چھاپیں۔ یہ امتِ مسلمہ پر آپ

کا حق ہے۔''

اُن کی خاص دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مجھے جب الازہر یونیورسٹی قاہرہ میں تعلیم حاصل کرنے کا موقع عطا فرمایا تو میں نے اُس وقت قاہرہ قیام کے دوران حضرت غوثِ اعظم کے ساتھ والہانہ وابستگی رکھنے والی شخصیت سیدی اعلیٰ حضرت کی تصنیف "الزمزمة القمرية في الذب عن الخمرية" کا عربی ترجمہ کیا پھر وہیں سے اس کی کمپوزنگ کروائی اور جب میں نے مذکورہ بالا کتاب کا پرنٹ حضرت والدِ گرامی کی خدمت میں پیش کیا تو اُنہوں نے معمول سے بڑھ کر خوشی کا اظہار فرمایا اور بہت دعاؤں سے نوازا، اور پھر کچھ عرصہ کے بعد ۲۰۰۱ء میں خود ہی چھپوا بھی دیا، ایسا کیوں نہ ہوتا؟ یہ کتاب حضرت غوث اعظم کے قصیدہ غوثیہ پر اعتراضات کے رد میں حضرت شرفِ ملت کے دادا پیر امامِ اہلِ سنت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ والرضوان کی لکھی ہوئی تھی۔

حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کے مناقب پر مختلف زمانوں اور زبانوں میں کثیر کتب لکھی گئیں مگر حضرت شرفِ ملت کو ملا علی قاری کی تصنیف "نزهة الخاطر الفاتر في ترجمة سيدي الشريف عبدالقادر سلطان الاولياء الاكابر الحسني الحسيني الجيلاني" سے ایک خاص لگاؤ تھا، اُنہیں اس کتاب کے عربی نسخے کی شدت سے تلاش تھی ایک مرتبہ اُنہوں نے مجھے فرمایا:

''میں نے پاکستان ہندوستان کی ہر اہم لائبریری سے اس کتاب کا پتہ کروایا ہے مگر پچیس تیس سال کی جستجو کے باوجود کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔''

پھر ایک موقع پر مجھے قاہرہ کی ایک عظیم لائبریری "دار الكتب المصرية" کے

شعبۂ مخطوطات میں اس کتاب کا مخطوطہ ملا تو میں نے اس مخطوطے کی فوٹو کاپی حاصل کرکے انہیں بھجوائی تب انہوں نے بہت خوشی کا اظہار فرمایا اور ڈھیروں دعاؤں سے نوازا، پھر جب میں ۲۰۰۴ء میں پاکستان آیا تو وہ اس کتاب کو چھپوانے کی تیاری کر رہے تھے تب میں نے اُن سے گذارش کی:

''اگر اس مخطوطے کی ریڈنگ کاپی چھاپی گئی تو پاکستان میں اسے کون خریدے گا؟''

تو انہوں نے مختصر جواب دیتے ہوئے فرمایا:

''اس طرح کتاب محفوظ ہو جائے گی اور پھر کوئی نہ کوئی پبلشر اسے نئی کمپوزنگ اور تخریج کے ساتھ چھاپ دے گا۔''

میں یہ بات سن کر خاموش ہو گیا اور اُس وقت میرے ذہن میں یہی بات آئی کہ ان کی خواہش یہ تھی کہ برسوں کی جستجو کے بعد نزھۃ الخاطر الفاتر کا جو عربی نسخہ اُن کے ہاتھوں تک پہنچا ہے وہ اُسے خود اپنی زندگی میں چھپوا کر محفوظ کر جائیں اور انہوں نے کمپوزنگ کا انتظار بھی فقط اس لئے گوارہ نہیں فرمایا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ پیغامِ اجل آجائے اور یہ کتاب چھپنے سے رہ جائے، الحمد للہ انہوں نے حضرت غوثِ اعظم کے ساتھ اپنی والہانہ محبت کے زیرِ اثر یہ کتاب اپنے محدود وسائل سے ۲۰۰۴ء میں طبع کروائی، اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم شاملِ حال ہوا تو ان شاء اللہ اس کتاب کا عربی نسخہ بھی نئی کمپوزنگ اور تخریج کے ساتھ طبع کروایا جائے گا۔

حضرت غوثِ اعظم کے ساتھ اُن کی وابستگی کا ایک اور کبھی نہ بھولنے والا منظر میرے دل و دماغ میں محفوظ ہے، اُن کے پاس شیخ نور الدین ابو الحسن علی بن

یوسف لخمی شطنوفی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف: "بهجة الاسرار و معدن الانوار في بعض مناقب للقطب الرباني محي الدين سيدي عبدالقادر الجيلاني" کا نیا نسخہ پہنچا تو انہیں اتنا پسند آیا کہ انہوں نے شدید علالت کے ایام میں علاج معالجے کے لئے رکھی ہوئی رقم سے ۴۴۸ صفحات پر مشتمل اس کتاب کو بھی وصال سے تقریباً دو ماہ قبل جون ۲۰۰۷ء میں طبع کروا دیا، کتاب چھپ کر آئی تو میں نے ان کے چہرے پر خوشی اور کامیابی کی ایک واضح چمک دیکھی، انہیں بخوبی اندازہ ہو چکا تھا کہ وہ کس مرض میں مبتلاء ہیں، مگر وہ موت سے خوفزدہ نہیں تھے، انہیں یہ بھی پتہ تھا کہ وہ جس مرض اور تکلیف سے دوچار ہیں اس کا علاج کتنا مہنگا ہے، اور انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ پاکستان میں عربی کتب کے خریدار بہت کم ہیں اور اس کتاب پر صرف ہونے والی رقم جلد واپس آنے کی توقع نہیں تھی مگر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ان حالات میں بھی اُن کے دل و دماغ پر حضرت غوثِ اعظم کے دامن سے وابستگی اور اور اُن کی ذات سے پکی سچی محبت مال و دولت بلکہ زندگی کی محبت پر بھی غالب رہی، اسی محبت کے زیرِ اثر انہوں نے مادی منفعت اور نقصان سے بے پرواہ ہو کر یہ کتاب چھپوا کر کامیابی کے زینے پر قدم رکھ لیا۔

اس کے علاوہ انہوں نے حضور غوثِ اعظم پر اپنی تین تحریریں بھی یکجا کر کے کمپوز کروائی تھیں مگر اُن کی یہ خواہش اُن کی دنیاوی زندگی میں پوری نہ ہو سکی لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے قوی امید ہے کہ اس کتاب کی طباعت کے اسباب بھی مہیا ہو جائیں گے اور یہ کتاب بھی زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر قارئین کے ہاتھوں تک پہنچے گی۔

یہ حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت شرفِ ملت رحمۃ اللہ علیہ کی بے پناہ عقیدت و محبت کا ایک ثمر تھا کہ اُن کو پیرِ طریقت حضرت مولانا ریحان رضا خان رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا محمد فضل الرحمن مدنی رحمۃ اللہ علیہ امین ملت حضرت پیر سید امین میاں برکاتی مدظلہ العالی، فقیہ اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ صاحبزادہ سید نعیم اشرف اشرفی جائسی مدظلہ العالی، پیر طریقت حضرت مولانا سید محمد اشرف اشرفی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت صاحبزادہ سید مسعود احمد رضوی اشرفی مُدظلہ العالی، پیر طریقت حضرت صاحبزادہ قاضی فضل رسول حیدر مُدظلہ العالی، حضرت سید احمد علی رضوی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ حضرت علامہ مولانا حسن علی رضوی مُدظلہ العالی نے سلسلہ عالیہ قادریہ کی اجازت وخلافت عطا فرمائی۔

میں قارئین کرام سے معذرت خواہ ہوں کہ حضور غوث پاک کے ساتھ حضرت شرف ملت کی گہری وابستگی کے حوالے سے بات کافی طویل ہوگئی مگر یہ مجھ پر ایک قرض تھا جسے اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم اور اُس کی توفیق سے چکانے کے قابل ہوا ہوں، رب کریم کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ نسبت قادریہ کی برکت سے حضرت شرف ملت کے مزار پر انوار وتجلیات کی بارش فرمائے۔

ایک مختصر تمنا کے اظہار کے لئے ایک ایسی تمہید کے بعد جو غیر ارادی طور پر طوالتی شکل اختیار کر گئی اصل موضوع کی طرف آتا ہوں ہمارے فاضل دوست مولانا صلاح الدین سعیدی صاحب مدظلہ نے حضرت شرف ملت کی حیات مبارکہ میں مجھے "السیف الربانی فی عنق المعترض علی الغوث الجیلانی" کا ایک نسخہ عنایت فرمایا تھا جسے جناب سعیدی صاحب نے اپنے کچھ احباب کے تعاون سے خود طبع کروایا تھا، میں نے یہ کتاب والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ کو دکھاتے ہوئے اُن کے سامنے اس کتاب کے ترجمہ کی خواہش ظاہر کی تو اُنہوں نے پسندیدگی کا اظہار فرمایا مگر میں اس کتاب کے ترجمے کا

آغاز بھی نہ کر سکا، اُن کے وصال کے بعد ایک صاحب نے مجھ سے رابطہ کیا اور پھر کچھ عرصہ اُن سے ٹیلیفونک رابطہ رہا، اُنہوں نے مجھے مذکورہ بالا کتاب ترجمہ کرنے کے لئے بھجوادی اور جب میں ترجمہ کرنے بیٹھا تو مجھے کبھی کبھی یوں محسوس ہوتا کہ شاید مجھ سے یہ ترجمہ نہ ہو سکے گا کیونکہ ایک طرف حضرت والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کا صدمہ میری توقع سے کہیں زیادہ شدید تھا جس کے زیر اثر میں بکھر کے رہ گیا، مزید یہ کہ اُنکے وصال کے بعد ہر آنے والے دن میں ظاہری فرقت کے یہ زخم مزید ہرے ہوتے ہوئے محسوس ہوئے، ان حالات میں اللہ رب العزت نے ہی صبر عطا فرمایا اور دعا ہے کہ وہ مجھے آئندہ بھی صابرین وشاکرین کے نقش قدم پر گامزن رکھے، ایک طرف راقم کی یہ کیفیت تھی تو دوسری طرف پیش نظر کتاب "السیف الربانی" انتہائی علمی زبان میں لکھی گئی کتاب تھی، علاوہ ازیں اس کا مقامات حریری جیسا مسجع مقفی اسلوب نگارش بھی کچھ آسان نہ تھا، مزید برآں قدم قدم پر مجھے یہ خوف بھی دامن گیر رہتا کہ میں ایک انتہائی حساس اور علمی موضوع پر لکھی گئی ایک کتاب کا ترجمہ کر رہا ہوں کہیں کوئی ایسی غلطی سرزد نہ ہو جائے جو بارگاہ غوثیت میں بے ادبی اور اہل ذوق کے لئے بدمزگی کا باعث ہو، اس پراگندہ خاطری، خوف، امید اور شوق کے درمیان میں نے تقریباً نصف کتاب کا ترجمہ کر لیا تھا مگر کیفیت یہ تھی کہ کبھی ترجمہ کی رفتار انتہائی سست ہو جاتی اور کبھی ہفتوں تحریر کا سلسلہ منقطع رہتا، نتیجہ یہ ہوا کہ میرے جس مہربان نے کتاب کے ترجمہ کی ذمہ داری مجھے سونپی تھی انہوں نے میری اس کیفیت کے پیش نظر مجھے فرمایا:

"شاید اس کتاب کے ترجمہ کی سعادت آپ کے حصے میں نہیں ہے
لہٰذا آپ یہ کتاب واپس کر دیں۔"

میں اپنی مجبوریوں کے باعث شدید خواہش کے باوجود انہیں ترجمہ کی یقین دہانی نہ کروا سکا اسکے باوجود نہ جانے کیوں اُنہوں نے یہ کتاب عملی طور پر واپس نہ منگوائی، اور ایک طویل عرصہ تک مجھ سے مزید ترجمہ بھی نہ ہو سکا، شاید یہ ترجمہ ادھورا ہی پڑا رہ جاتا مگر حضرت والدِ گرامی رحمۃ اللہ علیہ کی دعا کی برکت تھی کہ ہمارے ایک مہربان اور مخلص دوست نے شوقِ تکمیل کو مہمیز دی اور کچھ ایسی محبت سے حوصلہ بڑھایا کہ نہ صرف ترجمے کا ٹوٹا ہوا سلسلہ دوبارہ بحال ہوا بلکہ دیکھتے ہی دیکھتے پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا، الحمد للہ والشکر لہ۔

پیش نظر کتاب کے مصنف عالم ربانی علامہ محمد بن مصطفیٰ بن عزوز مکی رحمۃ اللہ علیہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا قادری رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سے دو سال قبل تیونس میں ۱۲۷۰ھ میں پیدا ہوئے اور آپ سے تقریباً چھ سال قبل ۱۳۳۴ھ دارِ فانی سے دار البقاء کی طرف رحلت فرما گئے، حضرتِ مصنف بھی سیدی اعلیٰ حضرت کی طرح حضرت غوثِ اعظم کے حوالے سے انتہائی غیور تھے، جب اُن کے بعض احباب نے اُن کے سامنے حضرت غوثِ اعظم کے حوالے سے ایک کتابچہ "الحق الظاهر في شرح حال الشيخ عبد القادر" پیش کیا جس کے مصنف علی بن محمد قرمانی حنفی نے حضرت غوثِ اعظم کے حسنی حسینی نسب کا انکار کیا تھا، آپ کی عظمت کے جزوی اعتراف کے ساتھ آپ کی عظمت کے انکار کی جسارت بھی کی تھی، خاص طور پر فرمانِ غوثِ اعظم: "قدمي هذه على رقبة كل ولي لله" کے انکار کی کوشش کی، علامہ محمد بن مصطفیٰ بن عزوز مکی رحمۃ اللہ علیہ نے معترض کے تمام اعتراضات کے انتہائی مدلل جواب تحریر فرمائے، اللہ تعالیٰ انہیں حضرت غوثِ اعظم کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔

سخت ناسپاسی ہوگی اگر میں اپنے مخلص دوست علامہ محمد اسلم شہزاد صاحب حفظہ اللہ کا شکریہ ادا نہ کروں جن کے محبت بھرے کلمات کے باعث اس کتاب کا ترجمہ پایۂ تکمیل کو پہنچا، میں نے جب اُن کے سامنے بارگاہِ غوثیت میں بے ادبی کے خوف کا ذکر کیا تو اُنہوں نے مجھے کہا تھا:

"بارگاہِ غوثیت کے ساتھ استادِ محترم حضرت شرفِ ملت رحمۃ اللہ علیہ کی وابستگی کے طفیل آپ کو حضور غوثِ پاک کی روحانی توجہ اور اس کتاب کے ترجمہ کی سعادت حاصل ہوئی ہے، آپ کو بزرگوں کے فیوض و برکات حاصل رہیں گے اور اللہ تعالیٰ آپ کو ان بزرگوں کے طفیل ہر لغزش سے محفوظ رکھے گا۔"

ان کلمات سے میرے پست ہوتے ہوئے حوصلوں کو بہت تقویت ملی اور اُس وقت تو میرے حوصلے بہت زیادہ بلند ہو گئے جب حضرت علامہ صاحب کے توجہ دلانے پر نوجوان سکالر علامہ محمد عمر حیات قادری حفظه الله نے انگلینڈ سے فون کر کے مجھے یہ خوشخبری سنائی کہ وہ "السيف الرباني" کا اردو ترجمہ صفہ فاؤنڈیشن کی طرف سے شائع کریں گے۔ اس خبر نے پیش نظر کتاب کے ترجمہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں مزید مدد کی، اللہ تبارک وتعالیٰ ان دونوں حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

علامہ محمد عمر حیات قادری حفظہ اللہ دیارِ غیر میں رہتے ہوئے ہمہ وقت تبلیغِ دین میں مشغول ہیں، اچھی عربی کتابوں کی تلاش میں رہتے ہیں دستیاب ہونے والی کئی اہم عربی کتب کا اردو ترجمہ شائع بھی کروا چکے ہیں، اسی سلسلے کی کڑی کے طور پر انہوں نے مجھے سیدی محمد جعفر کتانی کی تصنیف: "جلاء القلوب من الاصداء الغينيه ببيان احاطته

بالعلوم الکونیه" کے اردو ترجمہ کی ذمہ داری سونپی ہے اور میں اس پر کام کر رہا ہوں، علاوہ ازیں حضرت والدِ گرامی کی تصنیف: ''اندھیرے سے اجالے تک'' کے عربی ترجمہ کی ذمہ داری بھی تفویض کی ہے اللہ تعالیٰ تکمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ علامہ محمد عمر حیات قادری صاحب کے حضرت والدِ گرامی سے للہ فی اللہ محبت پر مبنی گہرے مراسم تھے، وہ حضرت والدِ گرامی کے قلم سے ترجمہ شدہ کتاب ''پکارو یا رسول اللہ'' مصنف عبد الرزاق اور اصلاحِ فکر واعتقاد پر مشتمل کتاب ''خدا کو یاد کر پیارے'' بھی صفہ فاونڈیشن کی طرف سے شائع کر چکے ہیں۔ انہوں نے حضرت شرفِ ملت کی خدمت میں مورخہ ۱۷ دسمبر ۲۰۰۵ء کی شام لاہور میں انعقاد پذیر ایک روحانی محفل میں صفہ فاونڈیشن کی طرف سے ایک لاکھ روپے کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایوارڈ پیش کیا، اللہ تعالیٰ انہیں اُن کی علم اور علماء سے محبت پر بہت اجر عطا فرمائے۔

کتاب کی کمپوزنگ مکمل ہوتے ہی ہمارے فاضل دوست جناب عبد الستار طاہر صاحب نے کمپیوٹر کمپوزنگ کا پہلا پروف پڑھ کر میرے لئے پروف ریڈنگ اور بعض مقامات پر جملوں کی نوک پلک سنوارنے کا عمل آسان کر دیا، کتاب طباعت کے مرحلے میں تھی کہ جناب حافظ زاہد محمود صاحب نے بھی پروف ریڈنگ کی، جناب عبد القادر صاحب نے خندہ پیشانی سے اغلاط کی درستی کی، برادرِ عزیز مشتاق احمد ضیاء اور برادرِ عزیز حافظ نثار احمد کے مفید مشورے شاملِ حال رہے، والدہ محترمہ حفظها اللہ نے بعض اوقات ایسی بیساختہ اور پرخلوص دعائیں دیں کہ ٹوٹی ہوئی کمر سیدھی ہوگئی اور بکھرے ہوئے افکار مجتمع ہوگئے، رب کریم ہمارے سروں پر اُن کا سایہ تادیر سلامت رکھے، والدہ محترمہ حفظها اللہ نے ایک موقع پر الصلاۃ الغوثیہ پڑھ کر ایک دعا فرمائی تو

اللہ تعالیٰ نے اُس دعا کو حیرت انگیز طور پر شرفِ قبولیت بخشا، یہ والدین، اساتذہ اور مرشدِ کریم خواجہ غلام سدید الدین رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کے فرزندِ ارجمند حضرت خواجہ غلام حمید الدین احمد مدظلہ العالی کی دعائیں ہیں کہ بزرگوں کی شفقتیں اور سراپا اخلاص احباب کی محبتیں حاصل رہتی ہیں، اللہ تعالیٰ نفسا نفسی کے دور میں دعائیں دینے اور حوصلہ بڑھانے والے سراپا شفقت بزرگوں اور پیکرِ اخلاص تمام احباب کو مجھ گنہگار اور تہی دامن کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔

کتاب کا ترجمہ مکمل ہونے پر وسعتِ فکر کے مالک ہمارے سراپا اخلاص اور پیکرِ محبت دوست علامہ پیر محمد اسلم شہزاد صاحب نے حوصلہ بڑھانے والا بہت محبت بھرا اور خوبصورت مقدمہ تحریر فرمایا، جسٹس (ر) ڈاکٹر منیر احمد مغل صاحب اپنے مخصوص انداز میں بارگاہِ غوثیت میں نذرانہ عقیدت پیش کیا اور راقم کی عزت افزائی فرمائی۔ عصرِ حاضر کے عظیم مذہبی سکالر، جدید دینی اور ادبی اسلوبِ نگارش کے بانی پروفیسر سید عبد الرحمٰن بخاری صاحب نے راقم کی درخواست پر طویل تقریظ تحریر فرمائی۔ جسٹس (ر) نذیر اختر صاحب نے ڈھیروں مصروفیات کے باوجود تقریظ تحریر فرمائی۔ رب کریم ان سب حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

میں اپنی اس کوشش میں کس حد تک کامیاب ہوا ہوں؟! مجھے اس حوالے سے کوئی دعویٰ نہیں اس سوال کا جواب تو کتاب کے خوش ذوق قارئین ہی دے سکتے ہیں میری قارئینِ کرام سے گذارش ہے کہ اگر پیشِ نظر کتاب میں کہیں بھی کوئی کمی یا کوتاہی اُن کی نظر سے گزرے تو وہ مجھے ضرور مطلع فرمائیں گے تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح کر دی جائے۔

اللھم اجعل القطب الربانی، والمحبوب السبحانی، والغوث الصمدانی، سیدنا الشیخ عبدالقادر الحسنی، الحسینی، الجیلانی، البغدادی مع الذین انعمت علیھم من النبیین، والصدیقین، والشھداء، والصالحین ۔ اللّٰھم لا تحرمنا اسرارھم ونفحاتھم فی الدینِ والدنیا والآخرۃ اللھم احینا مسلمین، و امتنا مسلمین والحقنا بالصالحین، غیر خزایا ولامفتونین بحرمۃ سید الانبیاء والمرسلین۔

مورخہ: ۵ شعبان المعظم ۱۴۳۱ھ	غبارِ راہِ صاحبدلاں
۲۸ جولائی ۲۰۱۰ء (بمقام: مزارِ شرف ملت)	ممتاز احمد سدیدی الازہری

تقریظ

’’ ورفعنا لک ذکرک کا ہے سایہ تجھ پر ‘‘

علامہ پیر محمد اسلم شہزاد قادری مدظلہ

اللہ تبارک وتعالیٰ نے زمین پر چلنے اور رینگنے والی ،فضا کی بلندیوں میں پرواز کرنے والی اور سمندروں کی گہرائیوں میں تیرنے والی چھوٹی بڑی لاتعداد مخلوقات کو پیدا فرمایا ،مگر فقط حضرت انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ،انسانوں میں سب سے زیادہ عظمت وشرف والا گروہ انبیاء کا ہے ،رب کریم نے انسانوں میں ہمارے آقا ومولیٰ ﷺ کو اشرف الانبیاء والمرسلین بنایا اور اُس نے اپنے حبیب ﷺ پر نبوت ورسالت کا سلسلہ مکمل فرمادیا ،اب آپ کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا ،البتہ مجددین و مصلحین کی آمد کا سلسلہ جاری رہے گا ،انہی بلند مرتبہ شخصیات میں سے قطب ربانی ،شہبازِ لامکانی ،محبوب سبحانی سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی حسنی حسینی جیلانی بغدادی کی ذاتِ گرامی بھی ہے ،آپ نے دعوت وارشاد کے میدان میں ایسی گرانقدر خدمات سرانجام دیں کہ ایک جہان آپ کی ہمہ جہت خدمات کا معترف نظر آتا ہے ،اہلِ تصوف تو آپ کا احترام کرتے ہی ہیں مگر صوفیہ کرام کے ابن جوزی اور ابن تیمیہ جیسے مشہور ناقد بھی دل وجان سے آپ کو خراج تحسین پیش کرنے پر مجبور دکھائی دیتے ہیں ۔قارئین کرام کو یہ جان کر یقیناً حیرت ہوگی کہ ابن جوزی بارگاہِ غوثیت میں حاضر ہوئے تو حضور غوثِ اعظم کی مبارک زبان سے ”رجعنا من القال الی الحال “ کے دلآویز

کلماتِ مبارکہ سن کر وہ ایسی کیفیت سے دوچار ہوئے کہ اپنا دامن اپنے ہی ہاتھوں چاک کرلیا، اور ابن تیمیہ اپنے فتاویٰ میں بعض مقامات پر نہ صرف حضور غوثِ پاک کے اقوال ذکر کرتے ہیں بلکہ آپ کے اسمِ گرامی کے ساتھ رضی اللہ عنہ بھی لکھتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود سعادت سے محروم بعض لوگ آپ کی عزت و عظمت کو گھٹانے کی کوشش کرتے دکھائی دیتے ہیں، مگر جسے ربِ کریم کرامت کا تاج پہنا دے اُس کی عزت و عظمت کا چراغ کون گل کرسکتا ہے؟!

ورفعنا لک ذکرک کا ہے سایہ تجھ پر ذکر ہے اونچا ترا بول ہے بالا تیرا

بلکہ بعض اوقات ایسی ناشائستہ حرکتیں حضرت غوثِ اعظم جیسی ربانی شخصیات کی عظمتوں کو مزید اجاگر کرنے کا سبب بن جاتی ہیں، پیشِ نظر کتاب "السیف الربانی فی عنق المعترض علی الغوث الجیلانی" اسی سلسلے کی کڑی ہے اس کتاب کے مصنف علامہ سید محمد مکی بن سیدی مصطفیٰ عزوز رحمۃ اللہ علیہ کی نظروں سے حضور غوثِ اعظم کی بے ادبیوں پر مشتمل ایک رسالہ "الحق الظاهر فی حال الشیخ عبد القادر" گزرا تو انہوں نے اس رسالے کے مصنف علی بن محمد قرمانی حنفی کا علمی محاسبہ فرمایا، کتاب کا مطالعہ کرنے سے حضرتِ مصنف کے علمی مرتبہ و مقام، حضور غوثِ پاک کے ساتھ اُن کی گہری وابستگی اور عقیدت و محبت کا اندازہ ہوتا ہے۔

السیف الربانی ہندوستان اور تیونس کے علاوہ پاکستان سے بھی طبع ہوئی تھی لیکن ابھی تک اس کا اردو ترجمہ منظرِ عام پر نہیں آیا تھا، شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ عالمانہ لب و لہجہ والی عربی میں لکھی گئی اس کتاب کے ترجمہ کے لئے کسی ایسے شخص کی ضرورت تھی جسے عربی زبان پر عبور کے ساتھ اردو پر بھی دسترس حاصل ہو، اُس نے سلسلہ

قادریہ کی تعلیمات سے واقف کسی مردِ خدا آگاہ کی صحبت بھی اٹھائی ہو اور اُسے بارگاہِ غوثیت سے فیضان بھی نصیب ہوا ہو، اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت استادِ محترم حضرت شرف ملت رحمۃ اللہ علیہ کی ایک نشانی ہمارے فاضل دوست اور برادرِ دینی و یقینی ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی حفظہ اللہ تعالیٰ کے حصے میں لکھی ہوئی تھی، مجھے اُن کے حوالے سے یہ کہتے ہوئے خوشی محسوس ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اُن میں السیف الربانی کا اردو ترجمہ کرنے کی جملہ صفات موجود تھیں میری اس بات کے پیچھے درج ذیل امور کارفرما ہیں:

ڈاکٹر سدیدی صاحب کو عربی زبان میں خصوصی مہارت حاصل ہے، انہوں نے مروجہ دینی تعلیم حاصل کرنے کے بعد انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد میں مصری اساتذہ سے اکتسابِ علم کرتے ہوئے پانچ سال کے عرصہ میں ایم اے عربی کیا، پھر آٹھ سال جامعہ ازہر قاہرہ میں گزارے جہاں امام احمد رضا خان بریلوی کی عربی شاعری کے حوالے سے سات سو صفحات پر مشتمل مقالہ لکھ کر الازہر سے عربی زبان و ادب میں ایم اے اور چار سو صفحات پر مشتمل مقالہ لکھ کر عربی زبان و ادب میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی، وہ درسیات پر گہری نظر رکھتے ہیں، تصوف کی مصطلحات سے واقف ہیں، وہ پاکستان میں گنتی کے عربی دان لوگوں میں شمار ہوتے ہیں، علاوہ ازیں وہ صرف عربی زبان و ادب کے ماہر ہی نہیں بلکہ عمدہ اردو لکھنے والوں میں سے بھی ہیں۔

وہ حضور غوثِ پاک کے حوالے سے درج ذیل تین تحقیقی مقالات لکھ چکے ہیں:

۱۔ حضرت غوثِ اعظم کی تعلیمات اور عصرِ حاضر میں اُن کی ضرورت و اہمیت۔

۳- تعلیماتِ غوثیہ کی روشنی میں فکرِ آخرت کا تصور۔

۴- مناقبِ غوث اعظم عربی شاعری میں۔

اس تناظر میں کہا جا سکتا ہے کہ وہ بہت حد تک حضور غوث پاک کی حیات و تعلیمات سے آگاہ ہیں اور آپ کے حوالے سے کچھ لکھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

پیش نظر کتاب ان کا پہلا ترجمہ نہیں بلکہ وہ اس سے پہلے بھی کئی مضامین اور کتابچوں کا عربی سے اردو اور اردو سے عربی میں ترجمہ کر چکے ہیں، معارف الاولیاء (جلد نمبر۷ شمارہ نمبر۳) میں اپنے ہی اردو مضمون کا عربی ترجمہ "من مدائح الشیخ عبد القادر الجیلی رحمہ اللہ تعالی فی الشعر العربی" کے عنوان سے طبع کروا چکے ہیں، موصوف عربی سے اردو اور اردو سے عربی ترجمہ پر دسترس رکھتے ہیں بلکہ اردو سے عربی ترجمہ کرتے ہوئے زیادہ آسانی محسوس کرتے ہیں۔

جناب ڈاکٹر صاحب کو مرد قال وحال، شیخ الحدیث والتفسیر فنافی القادریت شرف ملت علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کی ایک طویل صحبت میسر رہی ہے، استاد محترم نے ان کی علمی اخلاقی اور روحانی تربیت پر خصوصی توجہ فرمائی، انہیں حضور غوث پاک کا فیضان والد گرامی کے ذریعے ملا، حضرت شرف ملت کو دس مشائخ سے سلسلہ عالیہ قادریہ کی اجازت وخلافت حاصل تھی جو آپ نے ڈاکٹر سدیدی صاحب کو عنایت فرمائی، اس کے علاوہ ڈاکٹر صاحب کو پیر طریقت حضرت پیر ابو محمد سید احمد اشرفی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ استاذ العلماء ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری رحمۃ اللہ علیہ استاذ العلماء، حضرت علامہ مفتی احمد میاں برکاتی قادری مدظلہ العالی اور عالم جلیل حضرت مفتی محمد ابو بکر قادری شاذلی مدظلہ العالی سے سلسلہ قادریہ میں اجازت وخلافت حاصل ہے۔

ڈاکٹر صاحب کو حضرت شرف ملت رحمۃ اللہ علیہ نے سلسلہ عالیہ قادریہ کے علاوہ دیگر سلاسل طریقت (چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ، شاذلیہ، رفاعیہ، تیجانیہ) میں بھی اجازت وخلافت عطا فرمائی، ڈاکٹر صاحب کے پیرو مرشد حضرت خواجہ غلام سدید الدین رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین حضرت خواجہ غلام حمید الدین معظمی دامت برکاتہم العالیہ نے بھی انہیں سلسلہ عالیہ چشتیہ میں اجازت وخلافت عنایت فرمائی، جبکہ موصوف کو کویت کے سابق وزیر مملکت اور سلسلہ عالیہ رفاعیہ کے پیر طریقت مفکر اسلام حضرت علامہ سید یوسف ہاشم رفاعی مدظلہ العالی سے سلسلہ رفاعیہ کے علاوہ حدیث وعلوم اسلامیہ کی اجازت وخلافت حاصل ہے، ڈاکٹر سید محمد علوی مالکی رحمۃ اللہ علیہ مفتی اعظم مصر ڈاکٹر علی جمعہ، ڈاکٹر سعد جاویش (استاذ الحدیث جامعہ ازہر) وغیرہ سے اجازت حدیث وعلوم اسلامیہ حاصل ہے۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالی جناب سدیدی صاحب کو بارگاہ غوثیت کے مزید فیوض وبرکات سے نوازے اور انہیں ہمیشہ نفس، شیطان اور شیاطین جن وانس کے شر سے محفوظ رکھے۔

میں نے السیف الربانی کا ترجمہ جستہ جستہ کئی مقامات سے پڑھا ہے اور یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ جناب سدیدی صاحب نے عربی سے اردو ترجمہ کرتے ہوئے اپنے عظیم والد اور مربی حضرت شرفِ ملت کی تربیت کا حق ادا کیا ہے اور اپنے عظیم استاد، والد اور مربی کی روایت کو برقرار رکھتے ہوئے کتاب کا شستہ، رواں اور دلکش ترجمہ کیا ہے، یوں لگتا ہے کہ جیسے یہ کتاب اردو میں ہی لکھی گئی تھی، اللہ تبارک وتعالی ان کے علم وعمل، اخلاق اور اخلاص میں مزید برکتیں عطا فرمائے اور انہیں حضرت شرف ملت رحمۃ اللہ علیہ کے نقوش قدم پر گامزن رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

"این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد"

راقم کا لکھا ہوا یہ مقدمہ تب تک ادھورا رہے گا جب تک "قادری رنگ" میں رنگے ہوئے اور حضور غوثِ اعظم کی محبت سے سرشار اپنے فاضل دوست اور نوجوان سکالر علامہ محمد عمر حیات قادری حفظہ اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا نہ کرلوں انہوں نے میری درخواست پر پیشِ نظر کتاب صفہ فاؤنڈیشن کی طرف سے اعلیٰ پیمانے پر چھاپنے کا اہتمام کیا، رب کریم اُن کی اس کاوش کو قبول و منظور فرمائے اور ہم سب کو دنیا و آخرت میں حضور غوثِ اعظم کے فیوض و برکات ہمیشہ نصیب فرمائے۔

۱۰ شوال ۱۴۳۱ھ / ۲۰ ستمبر ۲۰۱۰ء

محمد اسلم شہزاد قادری
چیف ایڈیٹر ماہنامہ رموز، لاہور
چیف ایڈیٹر ماہنامہ الشرف، لاہور
ڈائریکٹر رموز پبلی کیشنز، لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ

غوث الوریٰ کے جلوؤں کی رعنائیاں

ادیب العصر پروفیسر سید عبدالرحمن بخاری

الحمد للہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ سید المرسلین و علی آلہ و صحبہ اجمعین۔ امّا بعد:

قطبین کے ٹھنڈے اجالے میں دمکتا سورج:

میرے وجدان کے ہر ایک جھروکے میں شہِ بغداد کی عظمت کا سورج دمک رہا ہے۔ کوئی ان عظمتوں کو جھٹلائے تو مجھے اپنے ربّ کی شانِ عطا کا انکار دکھائی دیتا ہے۔ سورج کہیں بھی ہو، اس کی کرنوں کا رقص کون و مکان میں ہر سو پھیل جاتا ہے۔ میں زندگی کے سبھی دائروں میں غوث الوری کی رفعتوں کا پھریرا لہراتا دیکھ رہا ہوں۔ اور وہ بھی کچھ اس شان سے کہ

افلت شموس الاولین و شمسنا
ابدا علی افق العلی لا تغرب

اے اللہ! میرے آقا ﷺ کے اس شہزادے کو ولایت کی سب رعنائیاں تو نے ہی تو دی ہیں، پھر یہ حاسدین کہاں سے نکل آئے اور ان کے دستِ ستم کی رسائی ان دلوں تک کیونکر ہوگئی جن کی دھڑکنیں بھی غوث الوریٰ کی عظمتوں کے ساز پر مچلتی

ہیں۔ یہ ایسی کتابیں کیونکر لکھنے اور پھیلانے میں کامیاب ہو گئے جو شہِ جیلاں قدس سرہ کی تقدیس کے ہالے میں نقب لگانے کی جرأت لے کر ابھری ہیں؟ ہاں اب میرے احساس کی کرنوں میں اس خلش کا راز جھلملایا ہے۔ میں سمجھ گیا ہوں کہ یہ لوگ، بہت ہی تھوڑے سہی مگر اس دھرتی کے سینے پر حسد کا زہر لے کر کیوں ابھرے ہیں۔ صرف اس لئے تاکہ ان کی روحانی بغاوت اپنے ردِ عمل میں ہزاروں لاکھوں دلوں کی دھڑکنوں کا رخ کچھ اور تیزی سے شہ بغداد کی تابانیوں کی سمت موڑے۔ میری چشمِ تصور دیکھ رہی ہے کہ اس شہزادہ سید کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی رفعتوں کا بانکپن کچھ اور بھی نکھر آیا ہے جب سے مخالفت کا زہر منظر میں گھلا ہے۔ چند ظلمت گزیدہ سینوں میں شہِ جیلان کا نسب کھلنے لگا تو کچھ اور بنجر دلوں نے ان کی ولایت کے نشانِ قدم کی رفعتوں کو جھٹلایا مگر دیکھو تو اس کا اثر کچھ اس طرح برعکس نکلا کہ لاکھوں سینوں کی تڑپ غوث الوریٰ کی شانِ قطبیت کی ڈھال بن کر جگمگا اٹھی۔

میں اب قطبین کے ٹھنڈے اجالوں میں بھی اپنے غوث کی تابانیوں کے ان گنت منظر سے محسوس کرتا ہوں۔ وہ برِ اعظم جہاں غوث الوریٰ خود نہ پہنچ پائے اور ان کی چاہتوں کے قافلے بھی ہنوز کافی مسافتوں پر دکھائی دیتے تھے، اب میں کرۂ ارض کے ایسے تمام گوشوں کو بھی تیزی سے بغداد کے اس یکتا ولی کی روحانی جاگیر میں ڈھلتے دیکھ رہا ہوں۔ یہ کرشمہ ہے خدا کی اس انوکھی شانِ عطا کا جو میرے غوث الوریٰ کی مخالفت کو بھی ان کی عظمتوں کا روپ دیتی جا رہی ہے۔ وہ بغداد کے افق کا ایسا چاند ہے جس کا انکار کرنے والے خود اس کی چاندنی کے بیکراں سمندر میں ڈوبتے چلے جا رہے ہیں، سوائے ان دو چار لوگوں کے، جن پر خدا نے بدنصیبی کی آخری دہلیز کا سجدہ لکھ دیا ہے۔

زوالِ تہذیب کی ڈوبتی شام اور ابھرتا چاند:

غوث الوریٰ قدس سرہ جس عہد میں ابھرے وہ زوالِ تہذیب کی ڈوبتی شام کا آخری منظر دکھا رہا تھا۔ مگر میں قربان جاؤں اُس "محی الدین" پر جس نے دینِ متین اسلام کو اس شانِ دلربائی سے ایک نئی زندگی بخشی کہ میں اب صبحِ محشر تک ہر اک سو قطبِ جیلاں کے حصارِ عافیت میں دینِ حق کو سانس لیتا دیکھ رہا ہوں۔ جب ولایت کی راہوں پر چلتے چلتے نگاہ سرک کر ماحول کی تاریکیوں سے ابھرتے تعفن اور آلودگی کے انبار پر ٹکی تو کربِ ذات کی ساری سچائیاں غم کائنات میں ڈھل گئیں اور یوں محبوب سبحانی کا پیکرِ روحانیت ایک خالص سماجی تشکیل، دعوتی احساس اور تہذیبی نشوونما کے آنگن میں جا اترا۔

وہ جس کی ارجمندی بھا گئی چشمِ مشیت کو
ہوئی جس کے سپرد ایوانِ ملت کی نگہبانی

پھر غوثِ اعظم نے کمرِ ہمت باندھ لی اور آپ منشائے ربانی کے سانچے میں ڈھل کر دینِ مصطفوی کی تجدید و احیاء کے نئے آفاق تراشنے لگے۔ شخصیت میں جتنی ٹھنڈک، دھیرج اور کوملتا تھی وہ یک بیک دعوت و اصلاح کے ایک ایسے طوفان میں بدل گئی جس سے تہذیب کے سارے بہکے دریاؤں کے دل کانپنے لگے۔ ایک شبنمی وجود میں سورج کی چکا چوند ابھر آئی۔ ایک علم کا آبشار دیکھتے ہی دیکھتے حرکت و انقلاب کے سیلِ رواں میں ڈھل گیا۔ جمالِ بندگی کے سجدوں سے زمانے نے پھر دھیرے دھیرے غوثیت کا جلال اپنی تمام تر تابانیوں کے ساتھ ابھرتے دیکھا۔ جہانِ معرفت کا باسی روش روش کو سنوارتے بڑی تیزی سے طریقت کی وادیوں اور شریعت

کی سب رہگذاروں کو بالآخر صراطِ مستقیم کی دہلیز پر لا کھڑا کرنے میں کامیاب ہو گیا۔
اور یوں وہ بوڑھا نحیف جو صحرا میں اپنی دم توڑتی سانسیں گن رہا تھا، یکا یک شادابیوں
میں ڈھلا اور ہرا بھرا درخت بن کر پھر سے لہلہانے لگا۔ یہی تو دینِ حنیف کا شجر آبدار
تھا جس کی تاب و تواں سب کھو چکی تھی اور میراں محی الدین کے نفسِ گرم نے اسے پھر
سے بحال کر دیا۔

برق تیغش خرمن الحاد سوخت　　شمع دین در محفل ما برفروخت

وہ کہکشاں جس کی دھول ہی تہذیب کا نکھار ہے:

دینِ حق کی ابدی صداقتوں کو رہتی دنیا پر ہر زمانے میں افق کی آخری بلندی
پر تب و تاب لٹاتی شادابیاں برقرار رکھنے کے لیے جن نفوسِ قدسیہ کی مسیحانفسی درکار
رہے گی، ان کی قطار تو ایک نہ ختم ہوتے کارواں میں ڈھلی ہے۔ ایک ایسا کاروانِ
عزیمت جس کی پہلی کڑی تو معلوم ہے، آخری نہیں۔ پر اس کاروانِ خدمت کے
سالاروں کا رنگ ہر عہد میں وکھرا ہی رہا ہے۔ کوئی صدیق اکبر کہلایا تو کوئی فاروق
اعظم۔ کوئی ذوالنورین بن کر چمکا، تو کوئی حیدر کرار بن کر ہاتھ میں درِ خیبر اٹھائے کھڑا
ہے۔ کوئی ریگزارِ فرات کے خیموں سے پرے بہتر (۷۲) لاشے اپنے کاندھوں پر
اٹھائے دینِ حق کا سورج اگا رہا ہے، تو کوئی عمر بن عبدالعزیز کے روپ میں خلافت
راشدہ کی قبائے زرنگار ایک عرصے بعد پھر دنیا کے سامنے لہرا رہا ہے۔ کوئی ۱۷ سالہ
نوجوان (محمد بن قاسم) اپنے مرکز سے ہزاروں میل دور بابُ الاسلام (سندھ) کی
بنیاد اٹھا رہا ہے، تو کوئی جبل طارق کے کنارے پڑاؤ ڈالے واپسی کی کشتیاں جلا رہا
ہے۔ کوئی (قتیبہ بن مسلم) سائبیریا کے برفانی ساحلوں کی اور (ہندی لفظ بمعنی سمت)

بڑھتا چلا جا رہا ہے اور کوئی (عقبہ بن نافع) بحرِ ظلمات میں اپنے گھوڑے دوڑاتے
ہوئے پکار پکار کر کہہ رہا ہے:-

"اے اللہ! اگر مجھے خبر ہو کہ حدِ نگاہ تک پھیلے اس سمندر سے
پرے بھی کوئی خشکی کا ٹکڑا ہے تو میں تیری کبریائی کی قسم اٹھا کر کہتا
ہوں: تیرے محبوب محمد عربی ﷺ کی عظمتوں کا پھریرا لے کر دوڑتا
وہاں بھی جا لہراؤں۔"

پھر وہ بھی تو ہے (سلطان صلاح الدین ایوبی) جو صلیب کے اندھے طوفان
کی گرد میں پھیلے حدِ نگاہ تک ناچتے بدمست لشکروں کی یلغار الٹا کر قبلۂ اوّل بیت المقدس
کو ان کی درندگی سے پاک کر رہا ہے۔ اور یہ تو تھی جلالِ مصطفوی کی نمود، جب ہم اسلام
کی اجلی تصویر کے نکھار کا دوسرا رخ یعنی جمالِ محمدی کا پرتو دیکھتے ہیں تو جنید بغدادی،
بایزید بسطامی، سید علی ہجویری، غوث اعظم جیلانی، معین الدین چشتی اجمیری، شہاب
الدین سہروردی، بہاؤالدین نقشبندی، شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمہم اللہ تعالیٰ
ایسے جلیل القدر نفوسِ قدسیہ کے جگمگاتے پیکر افقِ روحانیت کی ساری وسعتوں کو اپنی
البیلی کرنوں کے حصار میں لیے بیٹھے ہیں۔ پھر یہی نہیں، بلکہ ایک اور افق بھی ہے نکھار
تہذیب کا جو علم و دانش کے نہ ختم ہوتے کارواں امام مالک بن انس، امام اعظم ابوحنیفہ،
امام محمد بن ادریس شافعی، امام احمد بن حنبل، امام بخاری، امام مسلم اور دیگر محدثین
عظام امام شاطبی، امام قرافی، امام عزالدین بن عبدالسلام، امام غزالی، امام رازی، امام
شعرانی، شاہ ولی اللہ دہلوی اور امام احمد رضا بریلوی رحمہم اللہ تعالیٰ ایسے اکابرینِ دین
اور اربابِ حکمت و بصیرت کی اجلی پیشانیوں کی سندرتا سے دمک رہا ہے۔

یہ تو ہے وہ کاروانِ عزیمت جس کے چند ناموں کی درخشانی کا عالم یہ ہے کہ مجھے لکھتے ہوئے اور امید ہے آپ کو پڑھتے ہوئے یہ نام خیرہ کر چکے ہیں، مگر یہ البیلا کارواں تو ایک ایسی کہکشاں ہے جس کی دھول بھی صدیوں اور نسلوں کے انگنت سلسلے اپنے حصار میں سمیٹے ہوئے ہے۔ پھر بھلا میں کیوں نہ اپنے خانۂ دل کا سارا سرمایہ اس کاروانِ عزیمت کی دہلیز محبت پہ نچھاور کر دوں!!!

اے غوث تیری شانِ زیبائی کے ہالے میں دنیا سمٹ رہی ہے:

میری سانسوں کا خراج پہنچے ان سارے اولوالعزم نفوسِ قدسیہ پر، جن کے جیون کی ہر ریکھا دینِ حق کے اجالوں کی نقیب ٹھہری۔ جن کے پوتر سینوں میں اک آگ بھری تھی، نہضتِ دین (Religious Renaissance) کی جن کی اُجلی پیشانیاں اپنی ہر ہر شکن میں نورِ حق کا بانکپن سمیٹے ہوئے تھیں۔ جن کی رفتارِ سفر میں پنہاں تھا خرامِ ناز، اس رہوار کا جو بادِ صبا کے جھونکوں کی مانند شریعت وطریقت کی سب پگڈنڈیوں کو مہکاتا، اجالتا چلا جا رہا تھا۔ جن کے شعور وادراک کی ہر پرت سے کھل رہے تھے انگنت دریچے ان پرلے جہانوں کے جواس سے پہلے کسی تہذیب، کسی شریعت، کسی دین کے نصیبوں میں نہیں اترے۔

جی ہاں! یہ سب مقدس ہستیاں ہیں جو تاریخ کے مختلف ادوار میں اپنی قبائے رہبری اور شانِ مسیحائی سے دینِ حق کا آنچل سنوارتی، اجالتی چلی آئی ہیں۔ میں ان سب کے قصرِ ناز کی دہلیز پر سلام عقیدت کا خراج لئے حاضر ہوا ہوں۔ مگر اے قارئین محترم! ذرا غور سے جھک کر دیکھئے گا میری جبینِ نیاز کا جو سجدہ سب سے زیادہ طویل ہو چلا ہے وہ شاید بلکہ یقیناً شہِ بغداد، غوث الوریٰ کے آستانے پر مچلتا، رقص کرتا، وجد میں

ڈھلتا، چار سو پھیلتا جا رہا ہے۔ کیوں؟ اس لیے کہ آسمانِ روحانیت کے ماتھے پر دمکتے چاند ستاروں میں یہ اکیلا وہی تو آفتابِ درخشاں ہے جس کے گرداب رہتی دنیا سب ستارے محوِ گردش، طواف میں ڈوبے رہیں گے۔ اے غوث الوریٰ! تیری شانِ زیبائی کا منظر میں تو دنیا والوں کو دکھا نہیں سکتا۔ پھر کیا کروں، میری بے بسی ہی خامشی میں ڈھل کر تیری عظمتوں کے چاند اُگا سکتی ہے۔

اے شبستانِ حسن کے چاند! تو ہے جھومرِ دینِ حق کی اجلی پیشانی کا، جس پہ لکھی ہے تقدیرِ مسیحائی اب ہمیشہ کے لیے جہانِ روحانیت کی۔ تو ہے وہ طلسم جسے رب نے کچھ ایسے بوقلموں اور کرشموں (کرامات) سے سجایا ہے کہ تیری ندرتِ علم وعمل سے حق کی تہذیب سدا ابھرتی، امنڈتی، چھلکتی اور جگمگاتی ہی رہے گی۔ تو ہے وہ شہزادۂ ختم الرسل، مولائے کل (صلی اللہ علیہ وسلم) جس نے غبارِ رہگذر کی دھند سے کچھ ایسے چاند ستارے اگائے ہیں جن کی فصل اب رہتی دنیا کا کائناتِ زندگی کو ہمیشہ ماورائی اجالوں کی درخشانی سے سیراب کرتی رہے گی۔ اے میرے غوث! تو زندگی کی رہگذر پہ نور کا ایک ایسا ہالہ ہے جس نے اپنی تابانیوں کے حصار میں لے رکھا ہے سب ولیوں، غوثوں، قطبوں اور ابدالوں کی روحانیت، کردار اور شخصی عظمتوں کو۔ جس کی دہلیزِ محبت پہ جھکی ہیں سب اہلِ عزیمت کی پیشانیاں۔ جس کی نسبتوں کا البیلا رنگ چڑھا ہے سب دین کے خدمتگاروں پہ۔ جس کی پیہم نوازشوں نے رم جھم پھوار برسائی ہے سب اہلِ طریقت کے حلقوں پہ۔ جس کے حضور صدیاں اور زمانے مل کر اپنی چاہتوں کا خراج لٹا رہے ہیں۔

آستانِ شہِ بغداد پہ پلکوں سے میں دستک دوں:

پھر بھلا میں کیا اور میری بساط کیا؟ اس دل کے جذبے تو بس تیرے نام

ہیں، تیرے نام ۔ میں خود کو تیری آغوشِ محبت میں سمو دینا چاہتا ہوں تا کہ تو مجھے اپنے آقا و مولا سید کونین رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگہ بے کس پناہ میں اپنی طرف سے بطور نذرانہ پیش کر دے۔ کاش میں اس قابل بن سکوں اے میرے غوث الوریٰ! ہاں!! لیکن اگر تو چاہے تو مجھے قبول کر کے اس قابل بنا دے۔ چوروں کو قطب بنانا تو بڑی پرانی کرامت ہے تیری۔ یہ بجا کہ میں دنیا والوں میں سب سے برا ہوں، مگر یہیں پر تو چمکے گا تیری عظمتوں کا آفتاب اور اسی کرم کی نگاہ سے تو ابھرے گی تیری شانِ غوثیت کی نرالی چھب۔ مجھ ایسے نابکار کو پاکیزگی کے سمندر میں نہلا کر ہی اے میرے غوث! تو اپنی کرامتوں کی معراج پہ جگمگائے گا۔ ہاں میں اپنا آپ تجھے سونپتا ہوں' مجھے قبول کر لے اے میرے نانا جان کے لاڈلے بیٹے! اے صدیوں اور نسلوں کو پیہم سنوارنے، اجالنے اور نکھارنے والے شاہِ جیلاں، قطبِ عرفاں، غوثِ دوراں' محبوبِ سبحاں، پیرِ پیراں، شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز!

قارئین محترم! الجھئے مت میرے اس اندازِ تحریر پر میں کچھ دیر عالم بے خودی میں اپنے دل کے غوث، اپنے من کے تاجدار، شہ بغداد کے آستانِ محبت پہ اپنی پلکوں سے دستک دینے چلا گیا تھا۔ لیجیے اب واپس آ گیا ہوں پھر آپ سے ہمکلام ہونے کے لیے اور کہنا آپ سے بس یہ چاہتا ہوں کہ خدارا! آپ کسی بھی سلسلے سے وابستہ ہوں مگر غوث الوریٰ کی محبت اپنے دل میں ذرا بھی کم نہ ہونے دیجئے گا۔ غوث الوریٰ اس پوری کائنات کے برتر مقامِ محبوبیت میں جس افقِ اعلیٰ پر جگمگا رہے ہیں وہ انہیں براہِ راست حضور سید کونین رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص عنایتوں سے ملا ہے۔ اور ساری دنیا والے اکٹھے ہو کر بھی لگے رہیں تو ان سے یہ مقام چھین نہیں سکتے۔

ہمہ گیر زوالِ امت اور غوث الوریٰ کی شانِ احیاءِ دین:

ہو سکتا ہے بعض قارئین کے ذہنوں میں یہاں کچھ تجسس ابھرے کہ آخر وہ کونسی خدمات ہیں غوث الوریٰ کی جو چودہ صدیوں کے تمام مجددین کی خدمات سے بھی یک گونہ شرف و امتیاز رکھتی ہیں؟ تو بات صحابہ کرام، اہل بیت اطہار اور آئمہ ھدیٰ سے ذرا ہٹ کر ہو گی کیونکہ وہ سب تو حضور غوث الوریٰ کے بھی محسن اور سرمایۂ افتخار ہیں۔ پھر جب ہم ان تمام حالات کا معروضی تجزیہ کرتے ہیں جو غوث الوریٰ کے عہد میں عالم اسلام کے ایک افق سے دوسرے افق تک ہر سو پھیلے ہوئے تھے اور ان ناگفتہ بہ حالات کے تناظر میں اس حقیقی، دینی، سماجی اور تہذیبی انقلاب کی چند پرتیں الٹ کر دیکھتے ہیں جو میرے غوث الوریٰ کی خدمات سے بلاواسطہ اور بالواسطہ رونما ہوئیں تو کم از کم ایک گہرے شعور و احساس کی پرچھائیں ہمارے وجدان کے کینوس پر ضرور ابھرتی ہے جو بالآخر ہمیں غوث الوریٰ کی لازوال ملی خدمات کے اچھوتے پن اور یکتائی کی دہلیز پر جھکائے بغیر نہیں چھوڑتی۔ جی ہاں ایک واقعاتی منظر نامہ ہے جو غوث الوریٰ کی بے مثال خدمات کو احیاءِ دین کی وکھری امتیازی حیثیت دلا کر ہی رہتا ہے۔

ا۔ شاہِ جیلاں قدس سرہ کا عہد معتزلہ، باطنیہ، فلسفہ، یونان، یونانی اور علم الکلام کی عقلیت پرست تحریک کے شدید اور گہرے اثرات کی گھمبیرتا میں ڈوبا ہوا تھا، یہی وہ فکری خلفشار اور روحانی ادبار ہے جس نے بالآخر عباسی سلطنت کو غارت کر کے رکھ دیا اور یہی وجہ ہے کہ ایک معروف مستشرق ''ایچ اے آر گب'' اور دیگر یورپین مورخین نے اس عہد کو دنیائے اسلام کا تاریک دور شمار کیا ہے۔ ایسے میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ نے اپنی مسیحا نفسی سے دینِ حق کی آبیاری کی اور معاشرے کو ان فکری

بحرانوں سے نجات دلائی۔ عقلیت و وضعیت سے بیزاری کا اظہار فرمایا اور اس کے تدارک کے لئے ''عشق الٰہی'' اور ''روحانیت اسلامیہ'' کے اصول اجاگر کئے۔ یوں آپ نے فلسفہ کی پیدا کی ہوئی ذہنی لامرکزیت کو قلبی کیفیات کے ذریعے دور کرنے کی طرح ڈالی اور اس تحریک کا فطری علاج یہی ہے۔

امام غزالی آپ کے معاصر تھے جو ایک مدت تک فلسفہ کا جواب فلسفہ سے دیتے رہے، چنانچہ تہافۃ الفلاسفہ اسی زمانے کی یادگار ہے مگر بالآخر ان کو بھی اسی راہ کی طرف مائل ہونا پڑا جسے غوث الوریٰ ابتداء سے ہی اختیار کئے ہوتے تھے۔ فقہ، تصوف، نبوت اور ولایت کے تمام مظاہر کی جو تعبیرات آپ نے پیش کی ہیں اور تسلیم و رضا کے جو مدارج خالص فکری، عملی اور روحانی تاثیر کے ذریعہ جس طرح اسلامی معاشرت میں آپ نے راسخ فرمائے وہ اسی دائرے سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کی وہ مشہور کرامت جس میں منصور ابن مبارک کو فلسفہ پڑھتے دیکھ کر کتاب لی اور اسے اپنے روحانی تصرف سے فضائل قرآن کی کتاب میں بدل کر فرمایا: ''اب اسے پڑھو'' درحقیقت اس معاملہ میں آپ کی شدید حساسیت اور احیاء دین کے مزاج کا پرتو ہے۔

۲۔ غوث الوریٰ کا عہد اسلامی معاشرہ میں زوال فکر و عمل کی جن انتہاؤں کو چھو رہا تھا، ان کی ایک ہلکی سی پرچھائیں معتزلہ، قرامطہ، اسماعیلیہ اور روافض کے شدید متعصبانہ مظاہر اور تشدد پسندی کی تیزی سے پھیلتی ہوئی لہر کے اثرات میں دیکھی جا سکتی ہے۔ شیعیت کی بنیاد انکار صحابہ پر رکھی گئی ہے اور نتیجۃً اس میں سنت نبوی کا بھی انکار کرنا پڑتا ہے۔ اس کے بڑھتے ہوئے رجحانات کو روکنے کے لئے آپ نے اصل بنیاد سنت کی اتباع اور ساتھ ہی صحابہ رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مدح سے اپنے

خطبات کو آراستہ کیا۔ آپ کی تعلیمات سے متاثر ہو کر بہت سے شیعہ تائب ہو جایا کرتے تھے۔

مختلف گمراہ فرقوں کی تردید و اصلاح کے ساتھ ساتھ آپ نے درس و تدریس، افتاء اور وعظ و ارشاد نیز اصلاح و تربیت کے ذریعہ مسلک اہل سنت کو تقویت بخشی۔ ابن السمعانی کے بقول متبعین سنت کی شان آپ کی وجہ سے بڑھ گئی اور ان کا پلڑا بھاری ہو گیا۔ حافظ زین العابدین تحریر فرماتے ہیں۔ ''غوث اعظم لوگوں کی ہدایت کے لئے تشریف لائے اور لوگ آپ کو ماننے لگے، اہل سنت کو آپ کی ذات سے تائید ملی اور اہل بدعت پسپا ہوئے۔''

۳۔ غوث الوریٰ کے عہد میں بظاہر اسلامی تصوف کے سرچشمے خوب سیرابی لٹا رہے تھے مگر حقیقی طور پر اس سے پہلے ہی تصوف ایک شدید آزار میں ڈھل چکا تھا۔ کشف المحجوب کا زمانہ تو غوث الوریٰ سے پہلے کا ہے مگر اس سے کھلتا ہے کہ تصوف محض ایک نام اور رسم کی حد تک رہ گیا تھا۔ حقیقت مضمحل ہو چکی تھی۔ غوث الوریٰ کے ہمعصر امام ابن جوزی نے تلبیس ابلیس میں صوفیاء کی خرابیاں اچھی طرح آشکار کر دی تھیں۔ صوفیاء اور علماء ظاہر کے مابین ایک جنگ اور تصادم کی کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔ یہ وہ حالات تھے جن میں غوث الوریٰ نے عملی سرگرمیاں شروع کیں۔ جس طرح سرکار رسالت مآب ﷺ کی ذات پر تورات کی شریعت اور انجیل کی طریقت یکجا ہو گئی تھیں اسی طرح غوث الوریٰ پر شریعت و طریقت کا اجتماع ہو گیا تھا۔ آپ شریعت و طریقت دونوں کے رہبر تھے۔ چنانچہ آپ نے طریقت و تصوف کی زبردست اصلاح کی۔ فنی اور اصطلاحی پیچیدگیوں سے ہٹ کر تصوف کو سادہ اور واضح اسلوب دیا اور تصوف کے

ساتھ وابستگی کے راستے بھی عام آدمی کے لئے کھول دیئے۔ طریقت اور خانقاہی تربیت کے نظام کو آپ نے بے پناہ وسعت اور تازگی بخشی اور نظم وضبط کے باقاعدہ آہنگ میں پرو دیا۔ غوث الوریٰ کی زندگی میں ہی آپ کا جاری کردہ طریقۂ قادریہ لاکھوں نفوس کو فیض یاب کر چکا تھا۔ یوں آپ نے معاشرے میں روحانیت کی عام سطح بلند کر دی اور ملتِ اسلامیہ کا اصل متصوفانہ مزاج بحال کر دیا۔

۴۔ غوث اعظم کی پیدائش سے قبل دنیائے اسلام پر زوال و انحطاط کا عمومی دور شروع ہو چکا تھا۔ اگرچہ بظاہر اسلامی سلطنتوں کے اقتدار کا سلسلہ اندلس سے ہندوستان تک پھیلا ہوا تھا مگر اندرونی طور پر حالات نہایت خراب و ناگفتہ بہ تھے۔ خلافتِ عباسیہ کی سیاسی مرکزیت چوتھی صدی ہجری میں مفلوج ہو کر رہ گئی تھی تاہم خاص تہذیبی اور ثقافتی نکتہ نظر سے دار الخلافہ بغداد کا رنگ وروپ قائم تھا۔ مغربی ایشیا کی یہ عظیم سلطنت مختلف آزاد ریاستوں میں منقسم ہو کر ٹکڑے ٹکڑے ہو چکی تھی۔ اُدھر اندلس میں اموی حکومت کی مرکزی حیثیت ختم ہو چکی تھی۔ یورپ کی عیسائی حکومتیں موقع کی تاک میں تھیں کہ مسلمانوں کو ختم کر کے اپنی حکومت قائم کریں۔ افغانستان اور ہندوستان کے تمام مغربی علاقوں میں سلطان محمود غزنوی کے جانشینوں کا زوال شروع ہو چکا تھا اور ہندو راجے مہاراجے صدیوں پرانی شکستوں اور ذلتوں کا انتقام لینے کے لئے صلاح مشورے کر رہے تھے۔ مشرق وسطیٰ میں ہر طرف ابتری چھائی ہوئی تھی۔ بیت المقدس پر عیسائیوں کا قبضہ ہو جانے کے بعد صلیبی عراق و حجاز پر حملے کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ گویا آتشی دنیا کی متحدہ قوت مسلمانوں کو مٹا دینے پر تلی ہوئی تھی۔ مصر میں سلطنت فاطمیہ (فاطمی) علامہ سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں دولتِ خبیثہ

کے نام سے پکارا ہے الحاد اور بے دینی کے نظریات پھیلا رہی تھی۔ یہ تمام حالات وواقعات حضرت شیخ کی نظروں میں تھے، انہوں نے مسلمانوں کے باہمی افتراق و انتشار اور خانہ جنگی کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور محسوس کیا۔ اُن کا وجود خواہ ان حالات وواقعات سے علیحدہ اور دور رہا لیکن اپنے شعور واحساس کے ساتھ وہ اس آگ میں جل رہے تھے۔ شیخ کا یہ احساس اس جذبے میں تبدیل ہو جاتا ہے کہ عالم اسلام کے مرکز بغداد میں کھڑے ہو کر کم از کم ایک صدائے درد تو بلند کی جائے۔ ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

> ''جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی دیواریں پے در پے گر رہی ہیں اور اس کی بنیاد بکھری جاتی ہے۔ اے باشندگانِ زمین! آؤ جو گر گیا ہے اُس کو مضبوط کر دیں۔ جو ڈھے گیا ہے اُس کو درست کر دیں، یہ چیز ایک سے پوری نہیں ہوتی سب ہی کو مل کر کرنا چاہیے۔ اے سورج! اے چاند! اور اے دن تم سب آؤ۔''

شیخ صرف پند ونصیحت اور ترغیب وتشویق ہی پر اکتفا نہیں فرماتے تھے۔ جہاں ضرورت سمجھتے بڑی صاف گوئی اور جرات کے ساتھ قومی احتساب کا فریضہ بھی انجام دیتے۔

یوں ہم دیکھتے ہیں کہ شہ جیلان اور آپ کے بلاواسطہ و بالواسطہ فیض یافتگان کی کوششوں سے نہ صرف دین اسلام میں نئی زندگی نمودار ہوئی بلکہ اس کی روحانی قوت دفاع بہت حد تک بیدار و استوار ہو گئی۔ چنانچہ جب ساتویں صدی کے آغاز میں تاتاریوں کی قیامت خیز یلغار سے اسلامی سلطنتوں کی اینٹ سے اینٹ بج

رہی تھی تو ظاہری حالات کے تقاضوں اور عام توقعات کے برعکس اسلام کا چراغ گل ہونے کی بجائے نہ صرف روشن رہا بلکہ صرف ۲۵ برس کے اندر اندر یعنی ۶۸۰ھ تک خود ان غارت گروں کو اپنا حلقہ بگوش بنانے میں کامیاب ہو گیا۔ اس سلسلہ میں ہلاکو کے بیٹے تگودار کا قبول اسلام سلسلۂ قادریہ کے ایک خراسانی بزرگ کی کوششوں کا نتیجہ تھا۔

خاکِ بغداد از دم او زندہ گشت ۔۔۔ صبح ما از مہر او تابندہ گشت

ہے عیاں یورشِ تاتار کے افسانے سے ۔۔۔ پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

۵۔ غوث الوریٰ کے عہد میں معاشی اور عمرانی نظام مفلوج ہو چکا تھا۔ عمرانی، معاشی اور معاشرتی ادارات میں تغیر و اختلال برپا ہو گیا تھا۔ معاشرہ میں نسلی تعصبات اور طبقاتی امتیازات نے عام سیاسی، سماجی اور معاشی زندگی میں افتراق و انتشار کے مہیب سائے پھیلا دیے تھے۔ جوں جوں مسلمانوں کے اندر اسلامی روح کم ہوتی گئی، قومی منافرت پھیلتی گئی۔ بغداد کے بین الاقوامی معاشرے، مختلف تہذیبوں کے سنگم سے جو سماجی اور عمرانی نظام ابھرا اس میں عجمی مفاسد کا غلبہ تھا۔ دولت و امارت کے دوش بدوش غربت و افلاس کے المناک مناظر بھی پھیلے ہوئے تھے۔

ادھر فقہاء نے حرفیت پرستی کو اپنا لیا۔ عوام کے اندر احکام شرع کی بجا آوری میں اخلاص مفقود ہو گیا اور فقط قانون کی پیروی پر اکتفاء کر لیا تو سیرت زوال کا شکار ہو گئی۔ اس ہمہ گیر زوالِ سیرت کے اثرات انفرادی اور اجتماعی زندگی کے ہر شعبے کے اندر پھیلتے چلے گئے۔ دین کی گرفت ذہن و کردار پر ڈھیلی پڑتی چلی گئی، دولت کی فراوانی، گناہ کی لذت، عیش و عشرت کی رنگینی نے معاشرہ کے ہر طبقے میں اخلاقی انحطاط کا

رنگ چھا گیا اور اس کی شدت سے احتیاج محسوس ہوئی کہ امت کو زوال سیرت سے نکالا جائے۔ حضور غوث الوریٰ نے ان روبہ تنزل عمرانی حالات کی اصلاح کے لیے ایک مثالی جدوجہد کا نظام استوار کیا۔

آپ نے ایک منظم خانقاہی نظام سلسلہ قادریہ تشکیل دیا اور عملی تربیت کے ذریعے روحانی واردات کی تحصیل ہر فرد کے لیے ممکن بنا دی۔ فسق و عصیاں کی پھیلتی لہروں کا علاج آپ نے تقویٰ، تزکیہ اور خوف خدا کی تعلیم و تلقین سے کیا۔ بغداد کی بیشتر آبادی نے آپ کے ہاتھ پر توبہ کی اور پارسائی کی زندگی اختیار کی۔ آپ نے خود ایک بار فرمایا کہ ایک لاکھ سے زائد فاسق و فاجر میرے ہاتھ پر توبہ کر چکے ہیں۔ چنانچہ آپ کی کوششوں سے وہی بغداد جو کچھ عرصہ پہلے گناہ کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں چھپا ہوا تھا، مینارۂ ہدایت بن گیا۔ اس طرح دین میں از سر نو جان پڑ گئی اور وہ زندہ ہو گیا اور یوں آپ ''محی الدین'' کہلائے۔

۶۔ یہ تھا وہ ہمہ گیر ملی، روحانی انقلاب جو غوث الوریٰ قدس سرہ نے اسلامی معاشرے میں برپا کیا۔ اس سلسلہ میں آپ نے حسب ذیل تدابیر اختیار فرمائیں:

الف۔ تعلیم و تدریس، افتاء اور وعظ و ارشاد کے ذریعے غوث الوریٰ نے معاشرہ کا سارا ماحول ہی بدل کر رکھ دیا۔ شیخ کے خطبات پہاڑی کے وعظ کی طرح اثر آفرینی کے اعتبار سے ایک عجیب خصوصیت رکھتے ہیں۔ ان میں زورِ بیان کے ساتھ حقائق و معارف کا دلگداز آہنگ پورے حسن و جمال کے ساتھ موجود ہے۔ آپ کے کلام میں بیک وقت شوکت و عظمت بھی ہے اور دلآویزی و حلاوت بھی۔ آپ کے خطبات کا ایک ایک حرف دل سے نکلتا اور دل کی اتھاہ گہرائیوں میں اترتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ

ایک متعصب مستشرق پروفیسر مارگولیتھ کو بھی آپ کے وعظ و خطبات کے پر تاثیر ہونے کا اعتراف کرنا پڑا۔

چنانچہ اس سلسلۂ تبلیغ کے اثرات عظیم اصلاحی تحریکوں سے بڑھ کر ہوئے۔ ہر مجلس میں مشرف بہ اسلام ہونے والوں اور بے عملی سے تائب ہونے والوں کا تانتا بندھ جاتا۔ چالیس برس میں لاکھوں نفوس آپ سے براہ راست مستفید ہوئے۔ آپ کے ایک ممتاز شاگرد عبداللہ جبائی بیان کرتے ہیں کہ آپ کے مواعظ حسنہ سے متاثر ہو کر فسق و فجور میں مبتلا ایک لاکھ سے زائد لوگوں نے آپ کے دست حق پرست پر توبہ کی اور ہزارہا (بروایت دیگر ۵۰۰۰ سے زائد) یہودی و نصرانی دولت اسلام سے سرفراز ہوئے۔

ب۔ غوث الوریٰ کی پوری زندگی طالب علمی سے لے کر آخر تک ایک مکمل تحریک، ایک پیغام اور ایک عملی نمونہ ہے۔ آپ نے اپنے عمل اور اخلاق کے ذریعے لوگوں کی زندگیوں پر براہ راست اثر ڈالا۔

ج۔ آپ نے نظام خانقاہی کے ذریعہ عوام کی تعلیم و تربیت اور تزکیۂ نفس و تصفیہ اخلاق کا کام انجام دیا اور عالمگیر پیمانے پر سلوک قادری کی تدوین اور سلسلۂ قادریہ کی تنظیم فرمائی۔

د۔ مبلغین اور داعیوں کی پوری جماعتیں تربیت و تیاری کے بعد دور دراز کے علاقوں میں بھیجیں۔ آپ جانتے تھے کہ حروف و نقوش کی بہ نسبت زندہ نفوس کے ذریعے اصلاح و فروغ دین انبیائی طریق دعوت ہے! اور سب سے مؤثر اور فعال طریق بھی یہی ہے۔

غوث الوریٰ نے تبلیغ دین کے لیے فاصلے سمیٹ دیے:

غوث الوریٰ نے روحانی قوت سے کام لے کر تبلیغ و اشاعت کا ایک وسیع نظام قائم کر دیا۔ دنیائے اسلام کے بیشتر صوبوں اور ملکوں میں تبلیغی شاخیں قائم کر کے ان کی نگرانی صاحب زادہ عبدالجبار کے سپرد کر دی۔ اپنے تربیت یافتہ خلفاء اور مریدین کو دور دراز جا کر اشاعت اسلام کا حکم دیا۔ آپ ان مبلغین کو رخصت کرتے وقت فرماتے: ''ہمارا فرض یہ ہے کہ ہم دین اسلام کی روشنی ان تاریک علاقوں تک پہنچائیں جہاں کے لوگ اسلام کی برکت سے محروم ہیں اور اسلام کے روحانی ورثے کو چھوڑ چکے ہیں۔ اُن کی خرابی اور بدنصیبی کو دور کرنے اور اُن کی اصلاح کا میں نے پکا ارادہ کر لیا ہے۔''

بیرونی دنیا میں تبلیغ دین کا کام آپ نے بنفس نفیس جا کر بھی انجام دیا اور مبلغین بھیج کر بھی۔ ہم یہاں اس کی ایک ہلکی سی جھلک پیش کریں گے۔

۱۔ اہل مراکش کے تذکروں میں آتا ہے کہ غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ مراکش بھی تشریف لائے اور وہاں سے آپ نے افریقہ کے بہت سے ملکوں میں اسلام کی تبلیغ کے لیے مشن بھجوائے۔

۲۔ الجزائر کے ساحلی پہاڑوں میں بسنے والے تمام مظاہر پرست قبیلوں کے لوگ آپ ہی کے دست مبارک پر مسلمان ہوئے تھے۔

۳۔ طرابلس الغرب کے قدیم رومن شہنشاہوں کے بچے کھچے خانوادے آپ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔

۴۔ جنوب اور مشرقی مصر میں پرانے فراعنہ مصر کے خاندانوں کے بادیہ نشین قبائل کو

آپ نے بنفسِ نفیس جا کر مسلمان کیا۔ کرد جیسی جنگجو قوم آپ ہی کی کرامت سے مسلمان ہوئی۔

۵۔ بحرالہند کے جزائر سراندیپ اور مالدیپ میں بھی اسلام آپ ہی نے پھیلایا۔ ان علاقوں میں جگہ جگہ بلند مقامات پر اب تک آپ کے قیام کرنے کی جگہیں چلہ گاہ کی صورت میں باقی ہیں اور یہاں کے لوگ آپ سے بڑی عقیدت رکھتے ہیں۔

۶۔ انڈونیشیا کے جزائر سماٹرا میں بھی آپ کے تشریف لے جانے کی روایات ملتی ہیں۔

۷۔ افغانستان اور اس کے قرب وجوار میں آپ کی تعلیم سے ایک زبردست انقلاب آیا اور بے شمار بدھ لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔

آپ ضرورت کے مطابق مختلف علاقوں میں اپنے شاگردوں اور خلفاء کو مبلغین کی حیثیت سے متعین فرماتے۔ آپ کے فیض یافتہ مبلغین دنیا کے گوشے گوشے میں پھیل گئے اور اپنی تبلیغ و ہدایت سے لاکھوں بندگانِ خدا کو گمراہی کے گرداب بلا سے نکالا۔ ایک ہلکی سی جھلک ملاحظہ ہو:

۸۔ وسطی ایشیاء کی حدود چین تک پھیلی ہوئی بیشتر قومیں آپ کے عظیم روحانی انقلاب سے اسلام میں داخل ہوئیں۔

۹۔ مشرقی یورپ میں البانیہ اور دیگر علاقے آپ کے مشن کے ذریعہ مسلمان ہوئے۔

۱۰۔ حدیہ کہ افریقہ کے ریگستانوں تک میں قادریہ سلسلہ کی خانقاہیں قائم ہوئیں اور اس طرح افریقہ کے لاکھوں انسان سلسلۂ قادریہ کے روحانی دائرے میں داخل ہوگئے

اور انہوں نے اس تحریک کی بدولت ہدایت پائی۔

۱۱۔ الجزائر کے پہاڑی علاقوں میں آپ نے تبلیغی مشن بھجوائے جنہوں نے بڑی جانفشانی سے اشاعت دین کا کام کیا۔

۱۲۔ مغربی افریقہ میں آپ کے خلفاء نے سوڈان سے نائیجیریا تک اسلام پھیلایا۔ دوسرے سلسلے کا روحانی دائرہ سینگال، گمبیا، پرتگال، کینیا اور فری ٹاؤن کے دور دراز علاقوں تک پھیلا ہوا ہے۔

۱۳۔ مشرقی سوڈان میں قادریہ سلسلہ کی ابتداء دسویں صدی ہجری میں حضرت تاج الدین رحمۃ اللہ علیہ نے کی تھی۔ اس سلسلہ کی روحانی تعلیم کا کام مشرقی افریقہ کے ساحلی ممالک، وسطی افریقہ اور جنوبی افریقہ میں بھی ہوتا رہا۔

۱۴۔ انڈونیشیا کے جزائر میں آپ نے بے شمار مبلغین اور تبلیغی مشن بھیجے۔ مغربی سماٹرا کے شہر پاڈانگ میں جو مشہور ولی حضرت برہان الدین رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے آپ ہی کے مامورین میں سے تھے جنہوں نے عہد قدیم میں پہنچ کر علاقہ کے بدھ بادشاہ کو مسلمان کر کے سماٹرا میں لاکھوں انسانوں کو کلمہ توحید پڑھایا تھا۔

۱۵۔ جزیرہ جاوا میں "سمبیلان سلونان" (نو اولیاء اللہ) کے مزارات ہیں۔ یہ سب غوث الورٰی قدس سرہ کے سلسلۂ قادریہ سے ہی تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے ہاتھ پر ہندو، بدھ، راجہ اپنی رعایا سمیت مسلمان ہوئے تھے۔

۱۶۔ مغربی جاوا کے شہر چربون میں حضرت شریف ہدایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے۔ مشہور ہے کہ آپ سیدنا غوث اعظم کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ نے جاوا کے علاوہ دوسرے بہت سے علاقوں میں اسلام کی تبلیغ کی۔

۱۷۔ اسی طرح غوثِ اعظم نے اپنے بعض فرزند اشاعت وتبلیغ اسلام کے لیے اطراف سندھ اور نواح بلوچستان میں بھجوائے۔ اگرچہ ان علاقوں میں اسلام آچکا تھا مگر کثرت سے اسلام پھیلانا آپ کی روحانی مساعی سے آپ کے فرزندوں کا کارنامہ ہے۔ چنانچہ آپ کے ایک فرزند حضرت شیخ عبدالوہاب جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار موجودہ شہر حیدر آباد سندھ کے شاہی قلعہ کے بالکل مقابل میں اب تک مرجع خلائق ہے۔

۱۸۔ آپ نے اپنے گیارہ فرزندوں میں سے صرف ایک شاہ عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے پاس رکھا اور باقی دس کو علم وفضل اور روحانیت میں کامل کر کے دنیا کے مختلف ممالک میں اشاعت دین پر مامور کر دیا۔

۱۹۔ غوث الوریٰ نے اپنے فیضان سے تبلیغ اسلام کے لئے بڑے بڑے اولیاء اللہ تیار کئے۔ چنانچہ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے آگے چل کر تبلیغ اسلام کے سلسلہ میں نمایاں کارنامے انجام دیئے، جو سب آپ ہی کا فیضان ہے۔

الغرض آپ کی تبلیغ نے اسلامی تاریخ میں اشاعت دین کا ایک شاندار باب کھولا ہے۔ جس کے اثرات صرف بغداد یا عراق تک محدود نہ رہے بلکہ عالمگیر حیثیت اختیار کر گئے۔ آپ کو اسی لئے غوثِ اعظم کہا جاتا ہے کہ دورِ صحابہ سے متاخر زمانوں میں ائمہ اسلامیات کے بعد آپ کی اسلامی خدمت سب سے بڑھ کر ہیں۔ آپ ہماری تاریخ کے اس نازک دور میں ظاہر ہوئے جب سیاسی اضمحلال کے باعث علمی، فکری اور معاشرتی ودینی طور پر مسلمانوں میں باطل کے اثرات رچ رہے تھے۔ آپ نے ان حالات میں اشاعت دین کا عزم دل میں پیدا کیا، اس کے لئے تیاری کی اور پھر ساری

زندگی اس محبوب مقصد میں صرف کر دی۔ آپ ''محی الدین'' کہلاتے ہیں اور دین کا احیاء نبی مرسل یا اس کے کامل ترین نائب کے بغیر ممکن نہیں۔ اگرچہ حضور سید عالم ﷺ نے ہر صدی کے سرے پر ایک مجدد کے ظہور کی نشاندہی فرمائی ہے۔ مگر تجدید اور احیاء میں ایک نمایاں فرق ہے۔ مجددین کی فہرست میں بہت سے حضرات کے اسمائے گرامی پائے جاتے لیکن ''محی الدین'' کا لقب صرف آپ کے ساتھ خاص ہے کہ احیائے دین کا اہم ترین فریضہ آپ ہی سے انجام پایا۔

امت پر اولیاء کے عظمتوں کے پیمانے چھلک رہے ہیں:

غوث الوریٰ کی زبان سے بے ساختہ ابھرنے والا یہ اعلان: " قدمی هذه علی رقبة کل ولی لله" دراصل اسی مقام محبوبیت کی طرف اشارہ تھا۔ سادہ لفظوں میں اس کا مفہوم یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ولی کے دل میں میری محبت انڈیل دی ہے۔ میں سب ولیوں کا محبوب ہوں۔ اب جسے بھی ولایت کا کوئی منصب، کوئی مقام درکار ہے وہ اپنے سینے کو میری محبت سے بھر لے اور خدا کی بارگاہ سے مقام ولایت کی رفعتیں لے لے۔

"رقبة کل ولی لله" کی تعبیر دوسرے اولیاء اللہ کی شان وعظمت اور مقام ومنصب کی بلندیوں کا اظہار ہے۔ ہر ولی کی گردن سے مراد ان کا مقام عظمت اور منصب خدمت دین ہے۔ یعنی ہر ولی بہت سی رفعتوں، بلندیوں اور عظمتوں سے بہرہ ور ہے۔ انگنت اولیاء اللہ ہیں اور انگنت ہی ان کی عظمتوں کے افق۔ ہر ولی کسی نہ کسی بلند مقام کی جلوہ گاہوں میں اپنے لئے سرور وکیف کے اجلے پیالے چھلکتے دیکھ رہا ہے۔

غوث الوریٰ کی نظروں میں یہ سارے افق اپنی ہر امتیازی شان کے ساتھ پوری طرح جھلملا رہے ہیں۔ وہ چشم بصیرت کی رعنائیوں میں ہر عہد کے اولیاء کرام کی سُندرتا لئے ہوئے ہیں۔ ان کا مزاج دینِ حق کی وسعتوں کا دھنک رنگ نکھار اپنی نسبتوں کے کینوس میں پروئے ہوئے ہے۔ وہ جس مقامِ غوثیت کے عرشِ رفیع پر متمکن ہیں، یہ خود اسی کا تقاضا تھا کہ وہ اپنے حلقۂ نکھار کے سب دائروں سے جڑے اولیاء کرام کی رفعتیں اجالنے کا اہتمام کریں۔ شانِ غوثیت کی ساری عظمتیں ان اولیاء کرام کے مقام و کردار کو اجالنے سے آشکار ہوئی ہیں۔ سورج کی چمک ہمیشہ چاند ستاروں کی رعنائی سے نمایاں ہوتی ہے۔ جب تک کہکشاں کی بزم نہ سجے، کیونکر کھلے کہ بزم کا دولہا کہاں سجا بیٹھا ہے۔ پس یہ ہے وہ منظر جس کے آئینے میں حضور غوث الوریٰ کا یہ اعلان: (قدمی هذه علی رقبة کل ولی لله) اپنی معنویت اجالتا ہے۔ "رقبة کل ولی لله" ہر ولی کی جداگانہ شانِ ولایت کا استعارہ ہے۔ گویا ہر ولی کا مقام خاص اس کی "رقبة" ہے۔ اور ہر "رقبہ" کا نکھار دوسروں سے الگ اور یکتا ہے۔ کوئی ولی خدا کے ہاں بے وقعت نہیں اور کسی ولی کی شانِ زیبائی کا انکار غوث الوریٰ کے اس فرمان سے نہیں ہوا۔ اور ہوتا بھی کیسے، جبکہ یہ فرمانِ غوثیت اپنے آہنگ میں دوسروں کی عظمتیں اجالنے کا مزاج لئے ہوئے ہے۔ غوث الوریٰ نے یہ فقرہ کہا ہی اس لیے ہے تاکہ آپ کی زبان حق ترجمان سے کل عالم کے اولیاء اپنی اپنی عظمتوں کی تاریخی سند دنیا والوں پر ثبت ہوتی دیکھ لیں۔

غوث الوریٰ ندائے حق ہیں، اور یہ ندائے حق اس لئے بھی ہے کہ ہاتف کی [illegible] کے طور سے کاروانِ ولایت کے ہر ہر فرد کی شانِ تقدیس کا ابدی اعلامیہ صحرائے

زیست کی اجلی فضاؤں میں ہمیشہ کے لئے نقش کر دے اور پھر اس کے ساتھ ہی مقامِ غوثیت کا تابناک چہرہ دنیا والوں کے سامنے جھلملانے لگے۔ (قدمی هذه علی رقبة کل ولی لله) میں ایک نہیں، دو اعلان جگمگا رہے ہیں۔ ایک ہر ولی کی عظمتوں کا اعلان اور دوسرا مقامِ غوثیت کی انمول رفعتوں کا اعلان۔

اور قارئین محترم یہیں پر جان لیجئے کہ حضور غوثِ اعظم نے یہ اعلان (قدمی هذه علی رقبة کل ولی لله) نہ اپنے زورِ پندار میں کیا ہے اور نہ عالمِ سکر میں بلکہ خالص مشیتِ الٰہی کے آئینے میں ابھرتے شعورِ منصب اور احساسِ حقیقت کے تحت کیا ہے۔ اب یہ خدا کی مرضی کا فیصلہ ہے کہ سارے ولیوں پر آشکار کر دیا جائے کہ اُن کی رفعتوں کا پھریرا غوث الوریٰ کی چاہت و محبت کی البیلی ہواؤں میں لہرائے گا۔

غوث الوریٰ کا پرچم محبوبیت کا پرچم ہے اور یہ پرچم ان کے ہاتھ میں خود سید کونین ﷺ کی شانِ محبوبیت نے دیا ہے۔ غوث الوریٰ کی محبوبیت پرتو ہے خود حضور اکرم ﷺ کی شانِ محبوبیت کا۔ جو تجلی شہ جیلان پر اتری ہے وہ حضور سید عالم ﷺ کی شانِ محبوبیت کی تجلی تھی۔ اس لئے غوث الوریٰ کو ساری دنیا کے ولیوں کا محبوب بنا دیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے خود فرمایا:

و کل ولی له قدم و انی　　علی قدم النبی بدر الکمال

"یعنی ہر ولی بے شک کسی نہ کسی پیغمبر کے نشانِ قدم سے اپنے لئے جگمگاہٹ لے رہا ہے۔ اور میں ہوں کہ میری ذات اس شرف سے بہرہ ور ہے کہ سید کونین محبوب خدا ﷺ کے نشانِ قدم کی جگمگاہٹوں کا فیض میرے حصۂ نصیب میں اترا ہے۔ میرے

آقا ومولا ﷺ ہر کمال کا آخری اجالا ہیں اور میں اس اجالے کی
دہلیز سے اپنے لئے غوثیت کی کرنیں سمیٹ رہا ہوں۔"

قارئین محترم! تقدیس ولایت کے سارے افق یوں تو اپنے اندر بے شمار رعنائیاں سمیٹے ہوئے ہیں مگر جو افق میرے غوث الوریٰ کے حصہ میں آیا، اس کی ندرتوں کا کیا کہنا؟ محبت جس رہگزر پہ چلتی ہے وہاں عظمتیں ہی عظمتیں ابھرتی چلی جاتی ہیں اور غوث الوریٰ کے حصہ میں انہی محبتوں کا نکھار اترا ہے۔ ان کے وجود کا سانچہ ہی محبوبیت کے خمیر سے اٹھایا گیا ہے۔ وہ محبوب کبریا ﷺ کے نقش قدم کی رعنائیوں سے اپنے لئے سرمایہ زیست اور فیضانِ ولایت کی کلیاں چن رہے ہیں اور آپ خود ہی سوچ لیجئے اے میرے قارئین محترم! کہ جس شخص کے کاسۂ ولایت میں سید الانبیاء محبوب دو جہاں ﷺ کے قدموں کی خیرات برس رہی ہے، اس کے مقام روحانیت کی بلندی اور اس کے جیون کی ثروت کا شیرازہ کن اجلی کہکشاؤں کے سنگم میں ڈھلا ہوگا۔ جی ہاں! یہ ہے میرا غوث جلی، میرے بغداد کا یکتا ولی جو روحانیت کے سدرۃ المنتہیٰ پہ درخشاں حضور سید کونین رحمت دو عالم ﷺ کے نعلین پاک کی پرچھائیں چوم رہا ہے اور اسی ایک بوسۂ نعلین مصطفیٰ ﷺ کی خیرات نے اسے ولیوں کے کارواں کا غوث بنا دیا ہے۔

اب یہ بات واضح ہے کہ دو میں سے ایک کام ہوگا: جو کوئی سچا ولی ہوگا وہ غوث الوریٰ کی محبت سے ضرور سرشار ہوگا ورنہ اس کی ولایت مشکوک ہوگی۔ یہ فیصلہ تقدیر کے ابھرے ہوئے نشانوں میں اپنی جھلملاہٹ بکھیرتا محسوس ہو رہا ہے۔ خدمت دین کے لاکھوں افق خدا کے ولیوں نے سجائے ہیں اور ہر افق کو اس ولی کی گردن سے تعبیر کیجئے تو

غوث الوریٰ نے خدمت واحیاءِ دین کا جو یکتا افق اُجالا ہے وہ سارے ولیوں کے آفاق سے برتر دکھائی دیتا ہے اور سب پر چھایا ہوا، محیط اور حاوی بھی۔ اور یہی ہے معنی اس فقرے (قدمی هذه علی رقبة کل ولی الله) کا۔

احیاءِ دین کی رعنائیاں ایک ہی اجلے ماتھے پر جگمگائی ہیں:

یہی وجہ ہے کہ دین کے مجددین ہر صدی میں آتے رہے مگر "محی الدین" یعنی دین کو زندہ کرنے والا چودہ صدیوں میں صرف ایک ہی آیا ہے۔ پس "احیاءِ دین" کا منصب صرف ایک ہی نکلا ہے تاریخ اسلام میں اور اس منصب کی رعنائیاں صرف ایک ہی شخصیت کے اجلے ماتھے پر جگمگائی ہیں۔ وہی ہے غوث الوریٰ جس کا قدم خدمتِ دین میں سارے ولیوں، غوثوں اور قطبوں کی خدمات دین کے آفاق یعنی گردنوں سے اوپر، فائق اور بلند تر ہے۔ سب دنیا کے ولیوں کی گردنیں خدمت دین کے دائرے میں نیچے رہ گئیں ہیں اور غوث الوریٰ کا قدم بہت بلندی پر جا کے ٹھہرا ہے۔ جہاں ان اولیاء اللہ کا کام اپنی غایت کے نقطۂ عروج پہ جا ملتا ہے وہاں سے اوپر، بہت ہی اوپر ہے ابتداء میرے غوث الوریٰ کے کام یعنی احیاءِ دین کی۔ یہ نصیبہ ہر ایک کے لئے خود ربّ ذوالجلال نے لکھا ہے اور اس پر کسی ایک بھی ولی سے الجھنا خود رب تعالیٰ سے الجھنا ہے جو کبھی کسی کو راس نہ آئے گا۔

فیضانِ رسالت کے حسنی اور حسینی دھاروں کا سنگم:

دیکھئے حضور سید کائنات ﷺ کی ذات گرامی سے برکت، نسبت، روحانیت، علم، عمل، اخلاق، کردار، عظمت، فضیلت، اقدار، تہذیب وتمدن، ریاست، ادارت، شخصیت ذات، سیرت اور بلوغت ورسالت کے فیضان کی جتنی بھی صورتیں کائنات کو

میسر آئیں، وہ دو ہی راستوں سے امت تک پہنچیں: ایک صحابہ کرام اور دوسرے اہل بیت اطہار۔ صحابہ کرام کو فیضانِ رسالت تقسیم ہوا جبکہ فیضانِ ذات صرف اہل بیت کے حصے میں آیا۔ ہاں اہل بیت کو فیضانِ رسالت بھی عطا ہوا۔ اس لحاظ سے اہل بیت کی نسبت یقیناً صحابہ کرام سے فائق و برتر اور افضل ہے۔ ان کے پاس فیضانِ محمدی کے دونوں سلسلے اپنے پورے قدرتی بہاؤ (Natural Flow) کے ساتھ موجود ہیں جبکہ فیضانِ ذات کا تعلق صرف نسب سے ہے اور یہ جینیاتی وراثت (Genetic herety) کی راہ سے بٹتا ہے۔ یہ نسبی فیضان سراسر اہلبیت کرام کا نصیبہ تھا اور انہی کے ذریعہ امت تک پہنچا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ اہل بیت کرام سے یہ فیضان امت میں کس طرح تقسیم ہوا اور قیامت تک ہوتا رہے گا۔ بارگاہِ رسالت سے یہ فیضان سیدہ کائنات حضرت سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو عطا ہوا اور ان کی اولاد میں دونوں صاحبزادوں حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کے ذریعے آگے تقسیم ہوا۔ اس طرح فیضانِ مصطفوی کے دو دھارے وجود میں آئے: ایک حسنی اور دوسرا حسینی۔ صدیوں تک ولایت، روحانیت، علوم و معارف، اسرارِ حقیقت اور شعورِ قدسی کا سارا فیضان انہی دو دھاروں میں بٹ کر آگے پھیلتا، بڑھتا چلا آ رہا تھا۔ کچھ طبقے، علاقے، خطے اور سلسلے فیضانِ اہل بیت کے ایک دھارے (حسنی) سے سیراب ہوئے اور کچھ دوسرے دھارے (حسینی) سے تا آنکہ ربِ ذوالجلال کی مشیت نے اس اہتمام کو نیا رنگ، نیا آہنگ عطا فرمایا اور وہ یہ تھا کہ اب قیامت تک کائناتِ فیضانِ محمدی کو ایک وحدت (Unification) کے نقطے میں سمیٹ دیا جائے۔ جس طرح تکوین و تخلیق کے سارے سلسلے کثرت میں

وحدت (Unity in Diversity) کا آہنگ لئے ہوئے ہیں اور آج بالآخر جدید ترین طبیعیاتی سائنس اس نقطہ پر آ پہنچی ہے جہاں سلام وائن برگ تھیوری (Salam wineberg theory) کے ذریعہ کم و بیش یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ پوری کائنات میں ساری قوتیں اصل میں ایک ہی قوت کے مختلف روپ ہیں۔ اس تصور کو جدید اصطلاح میں (Unification of physics) یا دوسرے الفاظ میں (Grand unified theory) سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اسی طرح تشریع، تمدن، تہذیب اور روحانیت کے تمام علمی، عملی، فکری اور باطنی تمام مظاہر بالآخر ایک ہی فیضان کے سلسلے میں آ کر سمٹ گئے ہیں۔ آدم علیہ السلام سے عیسیٰ علیہ السلام تک ایک لاکھ چوبیس ہزار کم و بیش انبیاء کرام علیہم السلام بہت سی تہذیبیں، تمدن، مذاہب، شریعتیں، آسمانی کتابیں اور نظام ہائے زندگی الگ الگ لے کر آئے مگر بالآخر حضور خاتم النبیین ﷺ کی ذات گرامی پر آ کر ساری کائنات ہدایت اور سارا نظام روحانیت سمٹ کر ایک ہی فیضان میں گم ہو گیا ہے۔ اور وہ فیضانِ محمدی ہے:

تجھ سے پہلے کا جو ماضی تھا ہزاروں کا سہی ۔۔۔ اب جو تا حشر کا فردا ہے وہ تنہا تیرا

اب آگے حضور سید عالم ﷺ کی ذاتِ گرامی سے فیضانِ سیرت اور فیضانِ ذات کے جتنے بھی مظاہر اور سلسلے چلے وہ بالآخر بغداد کے غوث الوری کی ذات میں آ کر مرتکز ہوتے دکھائی دیتے ہیں کیونکہ اہل بیتِ اطہار کے ذریعہ حسنی اور حسینی فیضان کے دونوں دھارے حضور غوث الوریٰ کی ذات میں آ کر مدغم ہو گئے۔ آپ کی شخصیت سنگھم ہے ان دونوں دھاروں کا۔ وہ نقطہ جہاں ملاپ ہو رہا ہے اہل بیت اطہار کے

سارے مرکزی روحانی سلسلوں کا۔

غوث الوریٰ کا پیکر سبز گنبد کی چھاؤں میں ڈھلا ہے:

یہ وحدت فیضان محمدی کا آہنگ اس لیے ابھرا ہے تاکہ اب رہتی دنیا جس کسی کو بھی ولایت، روحانیت، نسبت، علم، معرفت اور طریقت وشریعت کا فیضان میسر آئے صرف ایک ہی ذات گرامی اس فیضان کا سرچشمہ ٹھہرے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی نسبت ارادت براہ راست حضور سید کونین ﷺ کی ذات گرامی سے ہے اور انوار وفیوض کا نزول گنبد خضرا سے بغیر کسی واسطہ کے آپ پر ہوتا۔ نسبت اویسی کا شرف پوری تاریخ اسلام میں سب سے زیادہ قوی اور مؤثر طور پر آپ ہی کو عطا ہوا۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ''لمعات'' میں لکھتے ہیں:

''سب سے قوی الاثر بزرگ جنہوں نے راہ جذب کو باحسن وجوہ طے کیا اور نسبت اویسیہ کی اصل کی طرف رجوع پایا اور اس پر نہایت کامیابی سے قدم رکھا، شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ ہیں اور اسی بناء پر آپ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ آپ اپنی قبر انور میں زندوں کی طرح تصرف کرتے ہیں۔''

اسی نسبت اویسی کے ثمرات کا فیضان ہے کہ نصیب ابھرا میرے غوث الوریٰ کا۔

حیات روحانی میں آپ کا منصب قطبیت کبریٰ شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ فتوحات مکیہ میں لکھتے ہیں:

''بغداد میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کو اس قدر اعلیٰ

مرتبہ حاصل ہے کہ کل اقطاب، ابدال، اوتاد اور افراد آپ کے زیر نگیں ہیں اور آپ سب کے قائد ہیں۔''

ماہ وانجم ہیں جتنے اولیاء ہیں، اہل عرفاں ہیں
سپہر معرفت کے غوث اعظم مہر تاباں ہیں

سید ضیاء الدین ابوالنجیب عبدالقادر سہروردی قدس سرہ فرماتے ہیں:

''سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ اس وقت تمام دنیا کے اولیاء اللہ میں ممتاز اور یگانہ حیثیت کے مالک ہیں اور اپنی نظیر نہیں رکھتے۔ وہ اگر چاہیں تو لوگوں کے مقامات سلب کرلیں اور چاہیں تو اپنی حالت پر رہنے دیں۔''

اسی طرح حضرت سید احمد کبیر الرفاعی قدس سرہ نے اپنے بھانجے شیخ ابوالفرج عبدالرحیم سے فرمایا:

''اے فرزند! اس دور میں کسی میں اتنی طاقت نہیں ہے جتنی سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ میں ہے۔ وہ جس مقام پر فائز ہیں وہ انہی کے شایاں ہے۔''

اب اگر کوئی سمجھے تو بات یہ ہے کہ حضور غوث الوریٰ کا وجود مسعود ستاروں کے مرکز شمسی کی طرح تمام انسانوں کا مرکز محبت اور کعبۂ انجذاب ہے۔ جس طرح نظام شمسی کا متحرک ستارہ اپنے کعبۂ شمس کا طواف کرتا ہے اسی طرح انسانوں کے گروہ اور آبادیوں کے ہجوم بھی اس مرکز انسانیت اور کعبۂ ہدایت کے طواف میں محو ہیں اور آپ ہی کی ذات گرامی سے روحانی فیضان حاصل کرتے ہیں۔ آپ کی ہستی وہ منبع افاضات ہے جو امت کو اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ سے ملاتی ہے۔ وہ نقطۂ اتصال

ہے جہاں پہنچ کر ارواحِ بنی آدم حضور سید کونین ﷺ کی دہلیزِ محبت پر اپنا سر جھکاتے اور وہاں اپنے کشکولِ غلامی کو فیضانِ مصطفوی سے بھرنے کے لائق ٹھہرتے ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی تصریح کے مطابق اب رہتی دنیا کوئی ولی، کوئی غوث، قطب، کوئی روحانی فیضان کا متلاشی حضرت غوث الوریٰ قدس سرہ کے دروازے پر آئے بغیر کچھ نہیں پاسکتا۔ سنئے حضرت مجدد الف ثانی کے الفاظ:

"تا آنکہ نوبت بہ شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ رسید۔ چوں نوبت ایں بزرگوار شد۔ وصول فیض و برکات، دریں راہ بہر کہ باشد از اقطاب و نجباء و بدلاء، بتوسط شریف وے مقدم می شود، چہ ایں مرکز غیر اورا میسر نہ شد ازیں جاست کہ فرمودہ:

افلت شموس الاولین و شمسنا   ابدا علی افق العلی لا تغرب

<u>فیضانِ ولایت کی ساری نہریں غوث الوریٰ کے چشمے سے ابل رہی ہیں:</u>

یوں دیکھئے تو بات پوری طرح آشکار ہو کر سامنے آگئی کہ حضور غوث الوری کی ذاتِ اقدس اس پوری امت میں وہ بلند مقام و منصب رکھتی ہے جس کی بدولت آپ اسلام کے معروف ترین [illegible] سب سے الگ اور سب سے نمایاں بن کر سب کے لیے سرچشمۂ فیض اور وسیلۂ ارتباط بن گئے ہیں۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج ۲، ص ۹۲۸)

آنکہ خاکش مرجع صد آرزو است   اضطرابِ موج تو از خون اوست

حضور غوث الوریٰ قدس سرہ کی عظمتوں کا اعتراف دنیا نے بڑی کشادہ ظرفی سے کیا ہے۔ ان کے معاصرین ہوں یا بعد میں آنے والے اولیاء کرام، ایسا کوئی ولی

نہیں گزرا جس نے غوث الاعظم کے آستانے پر اپنی جبینِ عقیدت خاکِ دہلیز پہ نہ رکھی ہو۔ اور ایسا کیوں نہ ہوتا کہ یہی تو منشاءِ الٰہی کا فیصلہ بھی ہے اور فیضانِ رسالت کا تقاضا بھی۔ پس اولیاءِ امت کے سارے سلسلوں میں کوئی وجود ایسا نہیں جو غوث الوریٰ کی عظمتوں کو جانے بغیر اپنے ولی ہونے کا اظہار کر سکے۔ غوث الوریٰ کو نہ ماننے سے ولایت مل ہی نہیں سکتی، کجا یہ کہ سلب ہونے کی بات کی جائے۔ وہ ساری نہریں فیضانِ ولایت کی اسی غوثیت کے سرچشمے سے نکلتی ہیں جو اب رہتی دنیا خطۂ اسلام کے ہر گوشے، ہر وادی میں سیرابی بانٹیں گی۔ پھر بھلا کون ہے جو غوث الوریٰ کی ذات پر کچھ اعتراضات اٹھائے اور اپنے ایمان کی حفاظت کا راستہ ایکدم بھول نہ جائے۔

ہمارے اس عہد میں بھی دو چار تیرہ بخت، اب اپنی منطقی گمراہیوں کے تیرہ و تار عالم میں اسی کوتاہی کی پاداش بھٹکتے پھر رہے ہیں۔ اور پہلے بھی کہیں کہیں بدنصیب ابھرتے رہے مگر ساتھ ہی ان کا قلع قمع کرنے کا الوہی اہتمام بھی ہوتا چلا گیا۔ پیشِ نظر کتاب بھی اسی عظیم سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ اس کتاب کے مصنف سید محمد مکی قدس سرہ اپنے عہد کے بہت بڑے عالم، عظیم محقق اور ولی کامل تھے۔ ان کے والد گرامی عارف کامل سیدی مصطفیٰ عزوزی مکی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ عظیم باپ کا عظیم بیٹا علم و دانش اور زہد و ورع کی شیرازہ بندی سے پروان چڑھنے والے ایک بے مثال خانوادے کی علمی و دینی اور سماجی و تہذیبی روایات کی پاسداری کرنے میں بے بدل دکھائی دیتا ہے۔ میری ان سے عقیدت کچھ اس طرح بھی بڑھ گئی کہ شیخ الازہر امام اکبر شیخ خضر حسین ان کے بھانجے ہیں۔ شیوخ الازہر میں جو مقام علمی گہرائی اور بصیرت و دانائی کے حوالے سے امام اکبر شیخ خضر حسین کو حاصل ہے، اس کے پاسنگ بھی کوئی دوسرا شاید ہی اترا ہو۔

مصنف کتاب کے شعور و احساس اور غیرتِ ایمانی کا اندازہ تو خود اس کتاب کے مباحث اور گفتگو کے اسلوب سے بخوبی ہو جاتا ہے۔ لب و لہجے سے جو وفورِ علمیت جھلک رہا ہے، اس کی وسعتوں کا حصار دن بہ دن بڑھتا پھیلتا دکھائی دیتا ہے۔ غوث الوریٰ کی ذات سے مصنف کی عقیدت اپنے نقطۂ عروج پر ہے مگر اس کا اظہار کہیں بھی سطحیت اور غیر تحقیقی آہنگ لیے ہوئے نہیں ہے۔ ہر جگہ خالص علمی و تحقیقی مزاج اپنی بھرپور جھلک دے رہا ہے۔

پیشِ نظر کتاب کی رعنائیوں سے کئی اجالوں کی سندرتا پھیلی ہے:

کتاب کا عربی متن جس قدر گہرائی، عمدگی اور پختہ شعور کی تابانی لیے ہوئے تھا، کچھ اسی طرح کی زیبائی آمیں اس کے اردو ترجمے میں بھی جگمگ ابھرتی خیرہ کر رہی ہے۔ مترجم ایک ایسی شخصیت ہے جو عالمِ اسلام کی ہزار سالہ علمی روایات کے مرکز جامعۃ الازہر سے پی ایچ ڈی کی ڈگری لیے ہوئے ہے۔ جن کے ماتھے پر سجا بہ روپ ایک ایسے علمی، فکری اور روحانی گھرانے کا جس کی پہچان ملت کے ''شرف و اعزاز'' کی انمول ندرتیں دکھا رہی ہے۔ غوث الوریٰ کی بارگاہ سے وابستہ شرفِ ملت حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کی ذات میں کوئی تصنع، وضعیت اور نمود و نمائش ممکن ہی نظر نہیں آتی۔ خدا نے جس عمدگی کے سانچے میں انہیں ڈھال کر تراشا ہے وہ کسی قسم کے دوغلے پن، دکھاوے اور بے وقعتی کی کثافت سے آلودہ نہیں ہے۔ اندر باہر یکساں، نہ خود پرستی نہ ہوس پرستی، نہ دنیاداری نہ زر پرستی، ہاں بہت کھری اصول پسندی۔ میرا اُن کے ساتھ کئی حوالوں سے تعلق رہا اور بڑا بے تکلف معاملہ، ہر بار میں خوشگوار حیرت اور احساس میں ڈوب جاتا ہوں جب شرفِ ملت کی بے نفسی مجھے یاد آتی ہے تو میں سوچتا ہوں کہ کیا نفسِ امارہ پر خود انہوں نے اپنی خود تربیتی کے ذریعہ قابو پا لیا تھا؟ نہیں

یہ غوث الوریٰ کے دامن سے نسبت کے طفیل خدا کا خاص تحفہ تھا اُن کے لیے اور اُن کے چاہنے والوں کے لیے تاکہ شرف صاحب ہر ملنے والے، آنے والے، فیض پانے والے کے لیے سدا قابلِ اعتبار رہیں۔ اس قدر قابلِ اعتبار کہ لوگ آنکھ بند کر کے ان پر بھروسہ کر سکیں۔ آپ نے جو وعدہ کیا اُسے پورا کیا کوتاہی کا تصور بھی اپنے پاس نہ پھٹکنے دیا۔

پیشِ نظر کتاب کے مترجم شرفِ ملت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی مجھے تو اپنے بے تکلف دوست نظر آتے ہیں مگر ان کے تلامذہ، عقیدت مند اور حلقۂ فیض کے وابستگان جب اُن سے ملتے ہیں تو اپنا سر بھی جھکائے رکھتے ہیں اور دل بھی بچھائے رکھتے ہیں۔ ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی بلاشبہ راہِ سداد کے منفرد اور ممتاز و یگانہ راہی ہیں۔ اسلوبِ بیان عربی اور اردو دونوں زبانوں میں بیک وقت "امتیاز مرتبۃ مع الشرف الاولی" کی آئینہ داری اجال رہا ہے۔ وہ مزاجِ دینی میں ہر قسم کے لوث و آلائش کی ساری راہیں بند کر کے اپنے پیچھے، بہت پیچھے چھوڑ آئے ہیں۔ عجز و تواضع میں یک گونہ متانت کا رس گھول کر جامِ شرف چھلکا رہے ہیں۔ سوچ میں شدتِ احساس کی آمیزش نے ایک البیلا و کھرا اپنا انفرادیل دیا ہے۔ میں انہیں بہت جلد فکر و دانش کے مطلعِ درخشاں پہ ابھرتا دیکھ رہا ہوں، بس شرط یہ ہے کہ وہ زمانے کے گرم و سرد کو چکھنے کا عمل اب مزید کسی طویل عرصہ تک جاری نہ رکھیں۔ بس انہیں اور ایک ادائے دلبری سے اپنے خانوادۂ شرف کا بانکپن فضائے عالم میں پوری بے ساختگی سے اچھال دیں۔ خوش قسمتی سے انہیں میسر ہے بہت ہی گہری سنگت ایک ایسے ہنرمند آپ کی جو کسی بھی فرد، آستانے، تنظیم یا ادارے کے لیے فخرو ناز کی پونجی کا درجہ رکھتے ہیں۔ ایک ایسی شخصیت جو کسی بھی تنظیم، ادارے، حلقے، مرکز یا آستانے کے لیے ان دیکھی عظمتوں اور رفعتوں کے سارے جہان یکبارگی سمیٹ لانے

اور نئی منزلوں پر دیکھتے ہی دیکھتے جادو بپا کر دینے کے ماہر ہیں، کون؟ میں کیسے بتاؤں قارئین محترم کہ میری مراد کوئی بوڑھا بزرگ نہیں بلکہ ایک نوجوان ہے۔ مگر عبقری نوجوان۔ ایک البیلا بانکپن سجائے خطابت کی وادیوں میں جگمگاتا نوجوان۔ علم وفکر، تمدنی بصیرت، سماجی شعور اور تکنیکی مہارت لٹاتا عالم، ایک جیالا مرشد روحانی، ایک اچھوتا دانشور اور سب سے بڑھ کر ایک وکھرا دوست۔ جی ہاں میرا اشارہ ہے ایک ایسی شخصیت کی طرف جو ڈھلتی جوانی میں سارے حوالے بزرگی کے اپنے جوبن میں سجائے ہوئے ہے یعنی علامہ محمد اسلم شہزاد زید مجدہ۔ میں رشک وحیرت میں ڈوبا ہوں ان سارے لوگوں کی خوش نصیبی پر جنہیں محمد اسلم شہزاد کی عبقری صلاحیتوں سے فیض یاب ہونے اور دانش سمیٹنے کا موقع میسر آتا رہا ہے اور انہی خوش نصیبوں میں بہت نمایاں ہیں ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی۔ رب ذوالجلال ان کے لیے ارتقائے زیست کے سب جادے اچھوتی منزلوں کی سمت تیز تر روانی میں رکھے۔ آمین

اس کتاب کی طباعت واشاعت کا حسن اہتمام جس شخصیت اور ادارہ کے نصیب میں آیا یعنی صفہ فاؤنڈیشن کے بانی علامہ محمد عمر حیات قادری زید مجدہ، میں انہیں بارگاہ غوثیت کی سندر البیلی نسبتیں عام کرنے پر دل کی اتھاہ گہرائیوں سے مبارکباد کا خراج پیش کرتا ہوں۔ رب کریم ہم سب کو حضور سید کونین رحمت ہر عالم ﷺ کی دہلیز اقدس پہ جبہ سائی میں فرش زمیں سے عرش بریں تک کی ساری بلندیوں کا نکھار مانگنے اور چاہنے کی تڑپ بہرہ ور کرے۔ آمین

و صلی اللہ تعالٰی علی حبیبہ سید المرسلین و علی آلہ و صحبہ اجمعین

۳۰ /مارچ ۲۰۱۱ء

یکے از غلامانِ غوث الورٰی

پروفیسر سید عبدالرحمٰن بخاری

مؤسس امہ فاؤنڈیشن، لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

با ادب بانصیب بے ادب بے نصیب۔

(تقریظ) جسٹس (ر) میاں نذیر اختر صاحب

کسی عظیم ہستی یا شخصیت پر اعتراضات کر کے اس کی عظمت اور شان کو کم کرنے اور اس کے احکامات اور تعلیمات میں تشکیک پیدا کرنے کی سعی کی جاتی ہے تاکہ لوگ اس کی پیروی نہ کریں۔ رب کریم کی حکم عدولی عزازیل نے کی، اُس کا اعتراض یہ تھا کہ اُسے آگ سے پیدا کیا گیا ہے جبکہ آدم (علیہ السلام) کو مٹی سے۔ اُس کا زعم باطل یہ تھا کہ آگ مٹی کے مقابلے میں ارفع واعلیٰ ہے۔ وہ یہ اعتراض لئے حق کے مقابل آیا اور اپنے اعتراضِ باطل پر بضدرہ کر مردود وملعون ہو گیا۔ بعینہٖ حق کا پیغام پہنچانے والے انبیاء ورُسل اور اولیاء وصلحاء کے مقابل آ کر اعتراضات اُٹھانے والے بھی مردود وملعون اور خائب وخاسر ہوئے۔

چودہ صدیاں پہلے عرب کا ابوالحکم (یعنی حکمت ودانش کا باپ) انبیاء کے امام حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی مخالفت کرنے، اُن کے خلاف بے جا اعتراض کرنے اور اُن کی توہین کرنے کی بنا پر ابوجہل کہلایا۔ ایسے بوجہل اب بھی اس دھرتی پہ دندناتے پھرتے ہیں، کوئی رب کریم کے وجود کے منکر ہیں، کوئی رسول کریم ﷺ کی ذات اقدس پہ اعتراضات جمع کرتے رہتے ہیں۔ کوئی ناموسِ رسالت پہ حملہ آور ہیں، کوئی اولیاء اللہ اور امت کے صالحین کی تعلیمات پر طعنہ زن ہیں۔ یہ سب بوجہل تکبر

حسد اور بغض کا شکار ہیں۔ پہلا ابوجہل بھی شکست کھا کر ذلت کی موت مرا۔ بعد میں آنے والے بوجہلوں کا مقدر بھی ویسا ہی ہے۔

گزشتہ زمانوں کے انبیاء کی طرح امام الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء کے رحمت بھرے پیغامِ حق کو بھی ابتداءً قبول نہ کیا گیا۔ آپ پر بھی اعتراضات کی بوچھاڑ کی گئی۔ آپ کو توہین واستہزاء کا نشانہ بنایا گیا۔ رب کریم نے اپنے حبیب ﷺ کا دفاع خود فرمایا اور کفار کے اعتراضات کے مسکت جوابات قرآن کریم میں دیئے۔ عہدِ رسالت کے معترضین اور گستاخ تو مرکھپ گئے مگر ان کی تحریک کو ماضی قریب اور حال کے مستشرقین اور ان کے متبعین نے زندہ رکھا۔ اُن کے منہ توڑ جوابات ہر دور میں مسلم علماء اور سکالرز نے دیئے۔ ماضی قریب میں پروفیسر ظفر علی قریشی (مرحوم) اور جسٹس پیر محمد کرم شاہ صاحب نے اپنی سیرت کی کتاب ''ضیاء النبی'' میں دیئے۔ حضرت علامہ اقبال کے افکار پر اعتراضات کے جوابات کی سعادت پروفیسر ڈاکٹر ایوب صابر صاحب کے حصہ میں آئی۔ حضور غوث اعظم شیخ سید عبدالقادر جیلانی پر بھی ہر دور میں اعتراضات کیے گئے۔ بعض اوقات آپ نے خود انہیں جوابات دیئے۔ ایک موقع پر آپ نے ارشاد فرمایا:

> ''مجھ سے تو دشمنی میں بغض رکھتا ہے اور مجھ سے وہی ناواقف ہے جو خدائے بزرگ و برتر سے ناواقف ہے.... اور مجھ سے وہی محبت کرے گا جو خدائے بزرگ و برتر سے واقف، بہت عمل کرنے والا اور تھوڑی بات کرنے والا ہے۔ مخلص مجھ سے محبت کرتا ہے اور منافق مجھ سے بغض رکھتا ہے۔''

> ''اے اعتراض کرنے والو! اے لڑنے جھگڑنے والو! اے بے ادبو! سنو اور مجھ سے سنو کیونکہ میں اُس گروہ میں سے ہوں، جنہوں نے انبیاء سے ادب سیکھا ہے۔ اُن کی پیروی کرنے والوں اور ان کی سیرت کو بلند کرنے والوں میں سے ہوں۔۔''

لیکن مقامِ غوثِ اعظم سے بے خبر ایک شخص علی بن محمد قرمانی حنفی نے 40 صفحات پر مشتمل ایک رسالہ "الحق الظاهر فی شرح حال الشیخ عبد القادر" آپ کے خلاف لکھا۔ یہ رسالہ جب تیونس کے عالمِ دین علامہ سید محمد مکی بن سیدی مصطفیٰ عزوز رحمۃ اللہ علیہ کی نظر سے گزرا تو انہوں نے فی الفور اس کی گرفت کی اور معترض کے لایعنی، بے بنیاد اور باطل اعتراضات کے مدلل اور تفصیلی جوابات لکھے۔ ان کی کتاب عربی زبان میں ہے جس کا نام "السیف الربانی فی عُنُقِ المعترض علی الغوث الجیلانی" ہے۔ اس کے اردو ترجمے کی سعادت ممتاز سکالر ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی کے حصے میں آئی۔ ڈاکٹر صاحب حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری مرحوم کے فرزندِ ارجمند ہیں۔

موجودہ دور میں شر کی قوتیں ہر محاذ پر سرگرمِ عمل ہیں۔ دین کی تعلیمات، شریعت، تصوف، حضور نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس اور اولیائے کرام کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کرنے کی مذموم کوششیں ہو رہی ہیں۔ اس دور میں زیرِ نظر کتاب کی بے حد ضرورت ہے تاکہ لوگوں کو غوثِ اعظم کی پاکیزہ، اجلی اور روشن سیرت اور تعلیمات کا علم ہو سکے۔ یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب اُن کے ذہنوں سے معترض کا پھیلایا ہوا تشکیک کا غبار دور ہو جائے۔ ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی نے السیف الربانی کا انتہائی عمدہ

اردو ترجمہ کر کے دین کی ایک اہم خدمت سرانجام دی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر اور عمرِ خضر عطا فرمائے۔

محبوب سبحانی قطب ربانی سیدنا الشیخ سید عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی رحمۃ اللہ علیہ کے علم و فضل، تقویٰ اور بلند مرتبے کے باعث دنیا بھر کے کبار اولیاء نے آپ کی عظمت اور آپ کے بلند مرتبہ و مقام کا اعتراف کیا مگر بصیرت سے محروم بعض لوگوں نے آپ کی شان میں بے ادبی سے بھی گریز نہیں کیا۔ بعض لوگوں نے تو کم فہمی یا لاعلمی کی بنیاد پر ایسا رویہ اختیار کیا جبکہ بعض نے مسلکی عصبیت کی بناء پر اپنی عاقبت کو تباہ و برباد کیا ہے۔ ایسے لوگوں کے خلاف حدیثِ قدسی کے مطابق اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلانِ جنگ ہے۔ اللہ تعالیٰ جسے عزت کا تاج پہنا دیتا ہے اسے دنیا کی کوئی طاقت نیچا نہیں دکھا سکتی۔

حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کے بعض اقوال اور خاص طور پر آپ کے فرمان: "قدمی هذه علی رقبة کل ولی للّٰه" پر معترض کے تمام اعتراضات کے جوابات علامہ محمد مکی بطریق احسن دے چکے ہیں۔ علامہ موصوف نہ صرف خود وقت کے بہت بڑے عالم اور ولی اللہ تھے بلکہ ایک عالم اور ولی کے بیٹے اور عظیم عالم اور ولی اللہ کے پوتے بھی تھے۔ آپ نے ٹھوس علمی دلائل کے ساتھ نہ صرف مذکورہ بالا معترض کا رد کیا ہے بلکہ حضرت غوثِ اعظم کے دیگر ناقدین کے منہ بھی بند کر دیئے ہیں، جو تقریباً ایسے ہی اعتراضات کے ذریعے حضرت غوثِ اعظم کی عظمت و توقیر کو کم کرنے اور آپ کی تعلیمات میں تشکیک پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں، یہ معترضین تو اپنی موت آپ مر گئے مگر حضور غوث الوریٰ کی عظمت کا سورج اپنی پوری آب و تاب سے چمک

رہا ہے اور ہمیشہ جگمگاتا رہے گا۔

حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ اعلیٰ تعلیم کے لیے بغداد شریف میں جلوہ افروز ہوئے تو مختلف علوم و فنون کے یگانۂ روزگار اساتذہ سے اکتسابِ علم کیا۔ سیدی ابو سعید مخزومی رحمۃ اللہ علیہ سے ارادت کا تعلق جوڑا، محیر العقول مجاہدات کے بعد علمی اور روحانی دنیا میں آپ کا طوطی بولنے لگا۔ تب رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے لعابِ دہن عطا فرما کر آپ کو مجلس وعظ سجانے کا حکم فرمایا، جبکہ ربِ کریم کی بارگاہ سے آپ کو ولایت اور روحانیت کی دنیا کا ایک انوکھا اور منفرد اعزاز بخشا گیا۔ تب آپ نے حکمِ ربی سے "قدمی هذه علی رقبة کل ولی للّٰه" کا اعلان فرمایا۔ یہ اعلان سنتے ہی دنیا بھر کے اولیاء نے اپنی گردنیں خم کر دیں، کیونکہ یہ اعلان آپ نے اپنی خواہش کی بناء پر نہیں بلکہ عزت دینے والے رب کے حکم سے کیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ گردنیں خم کرنے والے اولیاء کبار میں سے کسی کو یہ محسوس نہیں ہوا کہ اس عمل سے اُن کی عزت کم ہوئی ہے، بلکہ چشمِ بصیرت رکھنے والے ہر ولی نے آپ کے اس اعلان پر گردن جھکانے کو اپنے لیے اعزاز تصور کیا۔ ہاں، جس غریب کا دامن بصیرت جیسی نعمت سے ہی خالی ہو اُسے حقائق کی پہچان کیسے حاصل ہو سکتی ہے؟

حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ بغداد میں ایسے وقت تشریف لائے جب مسلمان علمی، عملی، اخلاقی اور سیاسی اعتبار سے زوال پذیر تھے۔ آپ کے انفاسِ مطہرہ کی خوشبو سے دلوں کی کھیتیاں مہک اٹھیں۔ آپ کے غلاموں نے صلیبی جنگوں میں بھی جرأت و بہادری کے جوہر دکھائے اور سیم و زر سے منہ موڑ کر اپنے رب سے لو لگائی، آپ کی ہمہ جہت تجدیدی اور اصلاحی خدمات کے پیشِ نظر ہی آپ کو "محی الدین" کے لقب سے یاد کیا گیا۔ آپ کی تعلیمات فقط آپ کے عہد کے لیے ہی نہیں بلکہ ہر زمانے کے لیے

پیغامِ حیات بلکہ آبِ حیات ہیں۔ بارگاہِ غوثیت کے فیض یافتگان ہمیشہ ناموسِ رسالت اوردین پراپنی جانیں لٹاتے رہیں گے۔

صفہ فاؤنڈیشن کے چیئرمین علامہ محمد عمر حیات قادری اوراُن کے خوش ذوق احباب ایسی عظیم کتاب کی اشاعت اور تقسیم پر مبارکباد کے مستحق ہیں۔

اللہ رب العزت مادیت کے اس دور میں ہمیں بزرگانِ دین کے دامنوں سے وابستہ رہنے اوران قدسی نفس حضرات کے نقشِ قدم پر چل کر دنیا اور آخرت کی کامیابیاں سمیٹنے کی سعادت نصیب فرمائے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کلمہ طیبہ کا نور پھیلانے والی ایک عظیم شخصیت

(تقریظ) جسٹس (ر) ڈاکٹر منیر احمد مغل

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ و عترتہ و بارک وسلم) کا نور تمام عالم میں پھیلتا ہی جا رہا ہے۔لوگوں نے اس نور کو بجھانے یا مدہم کرنے کی بڑی کوششیں کیں لیکن یہ نور پھیلتا ہی چلا جا رہا ہے۔علماءِ کرام نے ورثۃ الانبیاء ہونے کا حق ادا کر دیا ہے۔اولیاء اللہ کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا یَتَّقُوْنَ لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ لَا تَبْدِیْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰہِ ذٰلِكَ ھُوَالْفَوْزُ الْعَظِیْمُ وَلَا یَحْزُنْكَ قَوْلُھُمْ اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰہِ جَمِیْعًا ھُوَالسَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔

(سورۃ یونس:٦٢۔٦٣)

خبردار بالیقین اللہ کے ولیوں کو نہ خوف ہوگا نہ وہ غمگین ہوں گے۔ یہ وہ نفوسِ قدسیہ ہیں جو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر صدقِ دل سے ایمان لائے اور تادمِ واپسیں صاحبانِ کردار رہے۔ انہیں اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی خوشخبری ہے۔اللہ کی باتیں بدلتی نہیں۔ یہ بدلہ پالینا بہت بڑی کامیابی ہے۔اے حبیب اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان کی بات آپ کو غمگین نہ کرے۔

بالیقین ساری کی ساری عزت اللہ ہی کے لیے ہے، وہ خوب سننے والا جاننے والا ہے۔

حدیث قدسی کے الفاظ ہیں:

جو میرے اولیاء سے دشمنی کرے گا میری طرف سے اُس کے برخلاف اعلانِ جنگ ہے۔

انہی پاکیزہ صفت انسانوں میں ہمارے ہم عصر استاذ الاساتذہ حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری مرحوم و مغفور کے صاحبزادے جناب گرامی قدر ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی الازہری ہیں جنہیں علم و عمل کا وافر حصہ خود اُن کے اپنے گھرانے سے ہی ملا ہے۔ سوچ کا رخ عمل کا محور جب حضور نبی اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ و عترتہ و بارك وسلم) کی سچی اتباع میں ڈھل جائے تو ہر بات پُر تاثیر ہو جاتی ہے اور برکتیں اور سعادتیں ہمرکاب ہو جاتی ہیں، کامیابیاں قدم چومنے لگتی ہیں۔ حاسدوں کا شریوں چھٹنے لگتا ہے جیسے سورج کی آمد پر اندھیرا، یوں لگتا ہے دل شرف سے یہ نام کچھ ایسی مبارک ساعتوں میں نکلا کہ ممتاز احمد سدیدی کا ہر کام ممتاز بھی رہا، سراہا بھی گیا اور مضبوط بھی ثابت ہوا۔ سچ ہے اولاد کا نام ماں اور باپ کے دل کی گہرائیوں سے نکلتا ہے اور رنگ لا کے رہتا ہے۔

الحمد للہ ربّ العالمین۔

آفتاب ولایت پر کسی حاسد (علی بن محمد قرمان حنفی) نے نازیبا بات کر دی (اور حضرت غوث اعظم) کے حسنی اور حسینی نسب کا انکار کر دیا اور قدمی هذه علی رقبة کل ولی اللہ کا بھی منکر ہوا اور ایک رسالہ بعنوان "الحق الظاهر فی شرح حال الشیخ عبدالقاهر" لکھ دیا تو اہل علم میں سے ایک جید عالم ربانی علامہ محمد بن مصطفی بن عزوز کی رحمۃ اللہ علیہ (پیدائش ۱۲۷۰ھ وفات ۱۳۳۴ھ) نے بڑے مضبوط

دلائل سے عربی زبان میں ایک کتاب بعنوان "السیف الربانی فی عنق المعترض علی الغوث الجیلانی" لکھ کر معترض کا تعاقب کیا اور امت کے باشعور علماء اور مشائخ کے اسماءِ گرامی اور حوالے لکھے۔ جنہوں نے سیدنا حضرت غوث اعظم کے حسنی اور حسینی نسب شریف کا اعتراف کیا۔ جناب گرامی ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی الازہری نے اس کو قومی زبان میں اس خوبی اور صلاحیت سے ڈھالا ہے کہ اُن کی یہ کاوش رہتی دنیا تک اہل زبان سے داد لیتی رہے گی۔ ترجمہ کے ساتھ ساتھ حاشیوں کا اضافہ بھی قابل تحسین ہے۔ حضرت غوث اعظم کی نثر و نظم عربی پر جس ماہرانہ انداز میں قلم اٹھایا ہے وہ بھی قابل داد ہے۔ کوئی کچھ کہتا پھرے کل روز قیامت اپنے قول و فعل کا خود حساب دے گا۔ ہم کم علم تو اقبال کے الفاظ میں بات کو یہیں ختم کرتے ہیں۔

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست

اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی است

ہمارے لیے قرآن و حدیث کی روشنی میں اولیاء کرام کی بتائی بات کافی ہے کیونکہ وہ تقوی کے اُس مقام پر فائز تھے۔ جہاں جھوٹ نہیں بولا جاتا۔ قطب ربانی غوثِ صمدانی الشیخ عبدالقادر جیلانی الحسنی الحسینی ولایت کے بہت بڑے مرتبے پر فائز ہیں۔ اُن کا سورج اُسی طرح فیض رساں اور نفع بخش ہے جیسے اس دنیا میں اُن کی حیاتِ طیبہ کے وقت فروزاں تھا۔ ان کا علم، ان کا تقویٰ ان کا عمل ان کا اخلاص ہر شخص کی زبان پر ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن پر ہمیشہ ہمیش کی رحمتیں، برکتیں اور سعادتیں نچھاور فرمائے۔ اُن کا فرمان ہے:

''ایمان والا دل کیوں، کیا اور کیسے نہیں جانتا بلکہ وہ بلکہ بھی نہیں جانتا۔''

اللہ جل مجدہٗ اور رسول اللہ (ﷺ) نے جو فرما دیا وہ کافی ہے۔ وہ اتباع حضور نبی اکرم (ﷺ) کے صدقے اللہ تعالیٰ کے محبوب بن چکے تھے اور اللہ کا اُن پر بڑا فضل و کرم تھا، ہے اور رہے گا۔ دن رات درود و سلام کا بھیجنا سدا بہار رنگ دکھلا رہا ہے اور ان شاء اللہ دکھلاتا رہے گا۔

اللہ تعالیٰ کتاب کے مصنف، مترجم اور ناشر "صفہ فاؤنڈیشن" کے سرپرست علامہ محمد عمر حیات قادری اور اُن کے رفقائے کار کو اس عظیم دینی خدمت پر جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

خاکپائے اولیاء: **منیر احمد مغل**

بحضور حضرت السید الشیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ السامی

کلام: پیر سید نصیر الدین نصیر گولڑوی گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

ہُوا سارے جہاں میں بول بالا غوثِ اعظم کا
حقیقت تو یہ ہے رُتبہ ہے اعلیٰ غوثِ اعظم کا

شریعت کے گلستاں میں، طریقت کے دبستاں میں
جدھر دیکھو، اُجالا ہی اُجالا غوثِ اعظم کا

صداقت میں، سخاوت میں، ریاضت میں، عبادت میں
قیامت تک رہے گا بول بالا غوثِ اعظم کا

سلامی رات دن دیتی ہیں کرنیں چاند سورج کی
ہر اِک بغداد کا ذرّہ ہے پالا غوثِ اعظم کا

طریق چشت ہو، یا سُہروردی، نقشبندی ہو
نظر آیا ہمیں ہر سُو اجالا غوثِ اعظم کا

نبی ﷺ کا نور، فیضِ فاطمہ کا کیوں نہ ہو وارث
علیِ مرتضیٰ ہے جدِّ اعلیٰ غوثِ اعظم کا

نصیرؔ ایمان ہے اپنا کہ محشر میں دمِ پُرسش
ہمارے کام آئے گا حوالہ غوثِ اعظم کا

مقدمہ مؤلف

اُس ذات کے لیے حمد ہے جس نے اہلِ عرفان کو انبیاء اور مرسلین کے نقوش پا پر چلنے کی توفیق بخشی، اور اُن کی بصیرتوں کو روشنی عطا فرمائی، اُن اولیاء کے لیے بھی مجرموں میں سے اُسی طرح دشمن بنائے جیسے انبیاء کے لیے بنائے تھے، اللہ تعالیٰ نے اُن قدسی نفس حضرات کو چن لیا، پس جس نے اُن سے محبت کی اللہ تعالیٰ نے اُسے محبوب بنالیا، اور جس نے اُن حضرات سے دشمنی کی اللہ تعالیٰ نے اُس پر اپنا غضب نازل فرمایا، اللہ تعالیٰ نے اپنے قرب اور فضل و کرم کے اہل حضرات کی محبوبیت کو ظاہر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"من عادی لی ولیا فقد آذنته بالحرب۔"(۱)

''جس نے میرے کسی ولی سے دشمنی کی، میری اُس سے جنگ ہے۔''

اور صلاۃ و سلام ہو اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے دونوں جہانوں کے سرور اور ظاہری و باطنی جمال رکھنے والوں کے سردار پر جن کا ارشادِ گرامی ہے:

انا سید ولد آدم ولا فخر۔(۲)

''میں اولادِ آدم کا سردار ہوں اور یہ فخر کی بات نہیں۔''

(۱) سنن ابن ماجہ، ابواب الزھد، باب ذکر الشفاعۃ، ۴۳۰۸ (ط: دار السلام، ریاض)

(۲) اسے امام مسلم (۲/۱۷۸۲) حاکم (۲/۶۶۰) ابن حبان (۱۴/۳۹۵) اور ضیاء نے اپنی مختار میں [illegible] (۲۵۵/۹) اور ابو عوانہ نے مسند میں (۱/۱۰۲) اور ابو نعیم نے اپنی مسند میں (۱/۲۲۹) اور ترمذی نے [illegible] (۲/۲۱۸) اور ابن ماجہ نے (۲/۱۴۴۰) مذکورہ بالا الفاظ کے ساتھ ہی روایت کیا ہے۔

وہ ذات جس نے اپنی اُس آل کو ورثے میں سیادت بخشی جو قرآن میں طہارت کا تاج پہن کر ظاہر ہوئی ہے، وہ ذات جس نے اپنی حدیث شریف میں ارشاد فرمایا ہے کہ انساب میں بے مقصد طعن و تشنیع کرنا کفر ہے اور سرورِ عالم ﷺ کی عزت والی آل پر بھی انصاف کی راہ سے ہٹے ہوئے اور سرتاپا گمراہی میں ڈوبے ہوئے شخص کی مرضی کے برعکس صلاۃ و سلام ہو، اللہ تعالیٰ سرورِ عالم ﷺ پر ایسا صلاۃ و سلام بھیجے جو ہمارے لیے بدعقیدگی اور حسد کرنے والوں کے حسد سے ایک محفوظ پناہ گاہ ہو، نیز علمائے دین کے دفاع اور حق کے اظہار میں ہمارا معاون و مددگار رہو۔

اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء، اور بارگاہِ رسالت مآب میں ہدیۂ درود و سلام کے بعد عرض ہے کہ یہ رسالہ ''سیفِ ربانی بر گردنِ معترضِ غوثِ جیلانی'' علماء کی نسل سے ایک عظیم عالم و فاضل شخصیت علامہ سید محمد مکی بن سید مصطفیٰ بن عزوز (رحمہما اللہ) کی تصنیف ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اس کتاب کی برکتوں سے مالا مال فرمائے۔(۱)

باعثِ تحریر:

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا محتاج اور اُس سے مدد کا طلب گار محمد مکی بن مصطفیٰ بن عزوز مکی، اللہ تعالیٰ اُسے حق گوئی کی ہمت اور توفیق عطا فرمائے اور اُسے دنیا و آخرت میں سعادت مند بنائے، کہتا ہے: ''ایک دن کچھ احباب میرے پاس حضور ﷺ کے ساتھ متصل غوثِ اعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی حسنی حسینی رضی اللہ عنہ کے نسب کی نفی کرنے والا ایک رسالہ لائے۔ اللہ تعالیٰ انہیں سعادت مندوں میں سے بنائے اور اُن کی زندگیوں میں

(۱) لگتا ہے کہ یہ پیرا حضرت مصنف علیہ الرحمۃ کے مخطوط کو نقل کرنے والے کسی عقیدت مند کا لکھا ہوا ہے جو کہ ہندوستان سے طبع ہونے والے نسخے میں موجود نہیں ہے۔ اور ''فیقول العبد الفقیر'' سے بھی اندازہ ہوتا ہے کیونکہ اما بعد کے فوراً بعد یہی کلمات مذکور ہیں۔ مترجم

برکتیں عطا فرمائے، میں نے دیکھا کہ اس رسالہ کے مصنف کو جہالت اور حسد نے یوں اندھا کر رکھا تھا کہ اُس نے شرم و حیاء کا لبادہ اتار دیا، اور اُسے خبر ہی نہ ہوئی کہ اُس کے اس طرزِ عمل نے اُسے ہلاکت میں ڈال دیا ہے، اُس نے حضور غوث پاک کی قطبیت کے انکار کی کوشش کی، نیز آپ کی اُن کرامات کو جھٹلانے کی کوشش کی جو ہر خاص و عام کی زبان پر ہیں، روحانی دنیا میں آپ کی حکومت اور تصرف کا انکار کیا، اس سلسلے میں اُس نا ہنجار نے آپ کی اولاد، پوتوں اور اُن خواص کی بے ادبی کا راستہ اپنایا جنہوں نے حضور غوثِ پاک کے ارشادات ہم تک پہنچائے، نیز اُس نے آپ کے نفیس کلمات کی اپنے خسیس فہم کے ساتھ غلط تاویل کا طریقہ اختیار کیا، اور اُسے آپ کے ملفوظات میں سب سے زیادہ جس ملفوظ شریف سے جلن اور تکلیف ہوئی وہ آپ کا یہ ارشادِ گرامی تھا:

"قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی للّٰہ"

''میرا یہ قدم اللہ کے ہر ولی کی گردن پر ہے۔''

اور اُس نادان کے دل میں یہ خیال تھا کہ وہ اپنے رسالے کے ذریعے شریعتِ محمدیہ کا دفاع کر رہا ہے، حالانکہ وہ عملی طور پر اس شریعت کو عام کرنے میں انتہائی اہم کردار ادا کرنے والی شخصیات کا انکار کر کے شریعت کے ارکان کو گرا رہا تھا، یہ دیکھ کر مجھے اپنے ایمان اور یقین کے برابر شدید صدمہ ہوا۔ اور ایک ایمان رکھنے والے کو یہ صدمہ کیوں نہ ہو جبکہ اُس کے سامنے حضرت غوثِ پاک کے مرتبہ و مقام کو گھٹانے کی کوشش کی گئی ہو، تب میں حضرت غوث پاک کے مرتبہ و مقام کے دفاع کے لیے اس شخص کی طرح اٹھا جو ظلم کے ساتھ حملہ کرنے والے چور کا مقابلہ کرتا ہے،

اور میں نے دل میں کہا:

''وہ ہاتھ شل ہو جائے جو اُس باغی کی گردن علم کی تلوار سے نہ کاٹ سکے۔''

پھر میں نے استخارہ کیا اور اپنے استاد ولیِ کامل سیدی سید محمد بن ابو القاسم (اللہ تعالیٰ ان کی زندگی میں برکت عطا فرمائے) کو مذکورہ بالا رسالہ کا تذکرہ کر کے اُن سے مشورہ کیا، وہ ایسے استاد ہیں جو محمدی دین کے پرچم لہرانے والے ہیں اور اُن پر اُن کا زمانہ فخر کرتا ہے، تو انہوں نے میری بات سن کر فرمایا:

''اس رسالے کے مندرجات پر مطلع ہو کر میری تو روح کانپ اٹھی ہے، تم ہمت کرو اور حضرت غوث پاک کے دفاع پر کمر باندھو۔''

آپ نے مجھے اس رسالے کا رد لکھنے کی اجازت مرحمت فرمائی اور میرے لیے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق شاملِ حال ہو اور حق پر استقامت حاصل ہو، پس اس دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے میرے دل کی مراد کو آسان کر دیا، اگرچہ میں اس قابل نہیں تھا لیکن اللہ تعالیٰ کی تائید نے راستے کی مشکلات کو آسان کر دیا، اور اس سے پہلے میں نے بعض احباب کی خواہش پر حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے مناقب میں ایک رسالہ شروع کیا تھا، پھر جب حضرت غوثِ پاک کی شان میں بے ادبی کرنے والا رسالہ میرے سامنے آیا تو میں نے مناقبِ غوثیہ میں لکھا جانے والا رسالہ روک کر مذکورہ رسالے کا رد شروع کر دیا، اگرچہ وہ رسالہ بھی ایک اچھی کوشش تھی لیکن میں نے دل میں کہا: ''دین کے اصولوں میں سے ہے:

"درء المفاسد أولی من جلب المنافع۔"

''مفاسد کو دور کرنا منافع کے حصول سے زیادہ اہم ہے۔''

شاعر کہتا ہے:

و اعلم بأن الغيث ليس بنافع   ما لم يكن للناس في ابانه

''اچھی طرح جان لو کہ لوگوں کے لیے موسلا دھار کچھ فائدہ مند نہیں،
جب تک کہ وہ بارش ضرورت کے وقت نہ ہو۔''

اور میں نے زیر تکمیل دیگر ایسی کئی تصنیفات کو روک دیا جو میرے خیال میں مفید اور اہم تھیں، کیونکہ فرض کے وقت میں نفل ادا نہیں کیے جاتے، مذکورہ رسالے کے مصنف کا نام جیسے کہ رسالے کے خطبہ میں مذکور ہے: ''علی بن محمد قرمانی حنفی'' ہے ہمیں اُس کے حالات اور اُس کا مرتبہ و مقام جاننے سے کوئی سروکار نہیں، اس لیے کہ بعض مشائخ کے فرمان کے مطابق میری بات اُس کی کہی ہوئی بات کے رد میں ہے، اُس نے اپنے رسالے کا درج ذیل نام رکھا ہے:

"الحق الظاهر في شرح حال الشيخ عبد القادر"

''شیخ عبدالقادر کے حال کی تشریح میں ظاہر حق۔''

جبکہ میرے خیال میں اس کا نام ہونا چاہیے:

"الباطل الظاهر في إساءة الأدب مع الشيخ عبد القادر"

''حضرت شیخ عبدالقادر کی بارگاہ میں بے ادبی کی صورت میں ظاہر ہونے والا باطل۔''

اور یہ کتابچہ تقریباً چالیس صفحات پر مشتمل ہے، اس کتابچے کے دو باب ہیں: پہلا باب حضرت غوث پاک کے نسب اور آپ کے خاندان کے بارے میں ہے، جبکہ

دوسرا باب آپ کے سلسلہ طریقت کے بارے میں ہے، اُس کی مخبوط الحواسی کا یہ عالم ہے کہ وہ تصنیف و تالیف کے فن سے نابلد اور حسنِ ترتیب سے ناواقف ہونے کے باعث پہلے باب سے متعلق معلومات دوسرے باب میں اور دوسرے سے متعلق معلومات پہلے باب میں ذکر کرتا ہے، اور اقتباسات میں خیانت سے بھی کام لیتا ہے، نیز الفاظ کو تبدیل کر دیتا ہے اور اقتباس میں جو بات اُس کے خلاف ہو اُسے چھوڑ دیتا ہے اور بعض اوقات بہت دور کی تاویل کرتا ہے، اور بعض اوقات کسی کتاب پر ایسی بات کی تہمت لگاتا ہے جو اُس میں نہیں ہوتی، یا اصل بات کو بڑھا چڑھا کر پیش کرتا ہے، شاید اُس کا خیال تھا کہ اُس کے رسالے کا فقط عام لوگ یا اُس کے ہم خیال لوگ ہی مطالعہ کریں گے۔

يا أم غيلان نوم الليل معك حلا   في سهر بادية لو فارق الخطر

''اے امِ غیلان! اگر ہم خطرات سے بے پرواہ ہوتے تو جنگل کی سیر
کے دوران تیرے ساتھ نیند بہت شیریں ہوتی۔''

اس کتابچے کے مصنف نے غیر معیاری اعتراضات کیے ہیں، اور وہ جھوٹ کیسے پھیلا سکتا ہے جبکہ اہل بصیرت اُس کے کتابچے کا ناقدانہ جائزہ لینے والے ہیں، قیامت تک اہلِ حق کا گروہ غالب رہے گا، اور شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

اذا حمل الفصيح فلا تهده   فتلك الاستعارة مستعاره
وصِلْ بالدين والعرفان تلقى   فصاحته انتهت من غير غاره

''جب تمہارے سامنے بظاہر فصیح کلام لایا جائے تو اُس سے خوفزدہ مت ہونا، کیونکہ وہ مانگا ہوا استعارہ ہے۔ دین اور معرفت کے دامن سے

لپٹ جا تب تو دیکھے گا کہ تیرے سامنے لائی گئی مصنوعی فصاحت اپنی
موت آپ مرگئی ہے۔"

اور اگر دین کے ائمہ اور ہدایت کا نور بکھیرنے والے علماء پر بے جا تنقید کا دروازہ کھول دیا جائے تو شریعت مبارکہ کو پارہ پارہ کرنا لازم آئے گا، یعنی ائمہ پر بے جا اور بے بنیاد تنقید کرنے والے لوگ شریعت کی عمارت کو ہی گرادیں گے۔

میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں امید کرتا ہوں کہ میں اپنی اس تصنیف میں شرمندگی کا شکار نہیں ہوں گا اور نہ ہی تلخ کلامی اور غلوکی راہوں پر چلوں گا، اللہ تعالیٰ میری اس کوشش کو قبولیت عطا فرمائے، اور حاسدوں کے حسد سے محفوظ رکھے اور میں نے اس کتاب کا نام رکھا ہے:

"السیف الربانی فی عنق المعترض علی الغوث الجیلانی"

"جیلانی غوث پر اعتراض کرنے والے کی گردن پر ربانی تلوار"

میں نے اس کتاب میں گفتگو یوں کی ہے: "معترض نے کہا" اور پھر اس اعتراض پر اپنا رد کر دیا ہے، ہاں میں نے اس معترض کی مکرر باتوں کو نہیں دہرایا، اور بے مقصد حوالات کو پیش نظر نہیں رکھا، لیکن اس کے اعتراضات میں سے ایک لفظ بھی جواب دیے بغیر نہیں چھوڑا، میں علماء کے سامنے اپنی کم علمی کا اعتراف کرتا ہوں، اور اللہ تعالیٰ سے ہی مدد طلب کی جاتی ہے اور اسی پر توکل کیا جاتا ہے، قلم اور زبان سے سرزد ہونے والی لغزش پر اسی سے معافی کا طلبگار ہوں۔

پہلا باب

حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا نسب اور آپ کا گھرانہ

والدین کی طرف سے سیادت:

معترض نے، حضرت غوث اعظم کا اسم گرامی ذکر کرنے کے بعد کہا:

"وہ جیلان میں ابوعبداللہ صومعی رحمۃ اللہ علیہ کے نواسے کے نام سے مشہور ہیں، اور ابوعبداللہ صومعی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ جیلان کے عابد و زاہد لوگوں اور مشائخ میں سے تھے، اور یہ بات "بهجة الاسرار" کے مصنف شیخ علی شطنوفی نے کہی ہے، اور "بهجة الاسرار" وہ کتاب ہے جو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات پر پہلی تصنیف ہے، اور یہ کتاب جھوٹی اور شریعت کی مخالف خبروں پر مشتمل ہونے کے باعث ایک بہت بری کتاب بن گئی۔"

میں کہتا ہوں: "معترض نے "بهجة الاسرار" سے اقتباس لیتے ہوئے دیانتداری کا مظاہرہ نہیں کیا کیونکہ "بهجة الاسرار" کے مصنف نے حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نانا حضرت ابوعبداللہ صومعی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کہا ہے: "وہ جیلان کے جلیل القدر مشائخ اور اپنے زمانے کے روساء میں سے تھے۔" معترض نے دو کلمے ان کے مضاف الیہ سے یوں نوچ کر الگ کر دیے جیسے درخت کو مٹی سے اور سر کو گردن سے الگ کیا جاتا ہے، اور یہی دو کلمے تو حضرت ابوعبداللہ صومعی رحمۃ اللہ علیہ کے تعارف کی جان ہیں، اور آپ کے حوالے سے "بهجة الاسرار" میں مذکور آپ کی کرامات،

مکاشفات اور آپ کی دی ہوئی وہ خبریں جو عملی طور پر سچ ثابت ہوئیں۔ اور دور دراز کے علاقوں میں ڈاکوؤں کے حملے کے وقت آپ کو مدد کے لیے پکارنے پر آپ کا وہاں مدد کے لیے تشریف فرما ہونا جیسے کہ اللہ تعالیٰ اکابر اولیائے کرام کے ہاتھوں خلاف عادت امور کو ظاہر فرماتا ہے، معترض نے یہ ساری باتیں دیدہ و دانستہ نظر انداز کر دیں، اور حضرت ابو عبداللہ صومعی کے حالات کئی دیگر علماء کرام نے بھی تحریر کیے ہیں۔

"بهجة الاسرار" سے حضرت ابو عبداللہ صومعی کے حالات دقتِ نظری کے ساتھ نقل نہ کرنا معترض کی بد دیانتی پر دلالت کرتا ہے جبکہ علم تو دیانتداری کا نام ہے، یوں معترض کی پہلی عبارت سے ہی اُس کی متعصب اور جانبدارانہ سوچ ظاہر ہوگئی، اُس نے حضرت ابو عبداللہ صومعی کے بارے میں "بهجة الاسرار" پر اس لیے اکتفا کیا کہ وہاں اُن کے حالات مختصر ہیں اور معترض کا خیال ہے کہ شخصیات کے حالات بیان کرنے میں اختصار اُن کے کم مرتبہ و مقام پر دلالت کرتا ہے، اور یہ بات "بهجة الاسرار" سے حضرت صومعی کے حالات نقل کرتے وقت اُس کے ان الفاظ سے ظاہر ہوتی ہے:

''ابو عبداللہ صومعی کے بارے میں زیادہ سے زیادہ یہ کہا گیا ہے۔'' اور اُس کی ایسی کمزور باتیں آئندہ بھی سامنے آئیں گی، شاید معترض کو یہ بات معلوم نہیں تھی، یا اُس نے تجاہلِ عارفانہ سے کام لیا ہے کہ کسی کے حالات میں کسی کا اختصار سے کام لینا مذکورہ شخصیت کی شہرت کی بناء پر ہوتا ہے، اور معترض سے کچھ بعید نہیں کہ وہ حضرت ابو عبداللہ صومعی کی شان کم کر کے اُن کے نواسے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کا مرتبہ و مقام بھی کم ظاہر کرنا چاہتا ہو، جبکہ حضرت ابو عبداللہ صومعی، معترض کی خواہش کے برعکس حسینی سید ہیں جیسے کہ ایک سے زیادہ عادل اور ثقہ لوگوں نے ذکر کیا ہے۔ اور یہ

حضرت ملا علی قاری کی رائے ہے۔

امام جیلانی والد محترم کی طرف سے حسنی اور والدہ ماجدہ کی طرف سے حسینی ہیں، آپ کا حسینی نسب یوں ہے:

''آپ کی والدہ سیدہ فاطمہ ام الخیر امۃ الجبار صاحبزادی ہیں ابو عبداللہ صومعی بن ابو جمال الدین محمد بن محمود بن ابو العطاء عبداللہ بن عیسیٰ کمال الدین بن ابو علاء الدین محمد الجواد بن امام علی رضا بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام علی زین العابدین بن نواسۂ رسول (ﷺ) سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہم اجمعین۔

باقی معترض نے "بهجة الاسرار" کے بارے میں جو کچھ کہا اُس کے بارے میں آئندہ گفتگو کی جائے گی، لیکن اس وقت دو شعر پیش نظر ہیں کیونکہ معترض نے "بهجة الاسرار" کو بہت بری قرار دیا ہے، معترض کے بارے میں دو شعر پیش خدمت ہیں:

فی بهجة قال غسا وللذم أم الدواهی
أجل فذو السقم یشفی بها فأم الدواهی

"بهجة الاسرار" کے بارے میں معترض نے غلط بیانی کی اور اس کتاب کی تنقیص کے لیے اُسے "اُم الدواهی" (بہت بری) قرار دیا، ہاں بیمار سوچ والا اور بہت بری بیماری والا اس کتاب سے شفا پاتا ہے۔''

اور اُس کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ: "بهجة الاسرار" حضرت غوث اعظم کی شان

میں لکھی جانے والی پہلی کتاب ہے۔'' کیونکہ اس کتاب کے مصنف شیخ علی شطنوفی آٹھویں صدی ہجری کے ہیں اور ان کے زمانے سے پہلے حضرت غوث اعظم کی مناقب پر مشتمل کئی کتب منظرِ عام پر آچکی تھیں۔ اُن میں سے عراق کے مفتی امام ابوبکر عبداللہ بن نصر بن حمزہ بغدادی کی تصنیف "انوار الناظر" ہے، اس کتاب کے مصنف چھٹی صدی ہجری سے تھے اور حضرت غوث اعظم کے ہم نشینوں میں سے تھے، اور اس طرح "بہجۃ الاسرار" سے پہلے لکھی جانے والی ایک اور کتاب بہت بڑے محدث، فقیہ شیخ ابومحمد عبداللطیف بن ھبۃ اللہ ہاشمی بغدادی کی تصنیف "نزھۃ الناظر" بھی ہے اور وہ "بہجۃ الاسرار" کے مصنف نورالدین علی بن یوسف کے اساتذہ میں سے ہیں، اور کوئی بعید نہیں کہ "بہجۃ الاسرار" سے پہلے مناقب غوثیہ پر مشتمل ان دونوں کتابوں کے علاوہ کچھ اور کتب بھی ہوں جو ہمارے علم میں نہ ہوں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

معترض کا ابنِ اثیر کے قول سے استدلال اور اس کا رد:

اس کے بعد معترض نے ۵۶۱ھ کے حوادث کے بیان میں ابنِ اثیر کا قول نقل کیا ہے، جس میں ابن الاثیر نے کہا ہے:

''۱۱ ربیع الثانی ۵۶۱ھ میں حضرت شیخ عبدالقادر بن ابوصالح ابومحمد جیلی جو بغداد میں مقیم رہے، دارفانی سے دارالبقاء کی طرف روانہ ہوئے، آپ کی پیدائش ۴۷۰ھ میں ہوئی، آپ صلاح کے میدان میں ایک خاص حال پر فائز تھے اور آپ حنبلی مذہب کے پیروکار تھے، بغداد میں آپ کا مدرسہ اور آپ کی خانقاہ مشہور ہیں۔''

میں کہتا ہوں: ''معترض نے ابن الاثیر کی کتاب سے حضرت غوث اعظم کے

مختصر حالات آپ کے مرتبہ و مقام میں تنقیص کے ارادے سے نقل کیے، اور یقیناً یہ اختصار کسی کے مرتبہ و مقام میں کمی پر دلالت نہیں کرتا، کیونکہ ابن الاثیر کی تاریخ اختصار پر مبنی ہے، اور آپ دیکھیں گے کہ اس کتاب میں امام مالک، امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام احمد، امام بخاری، امام مسلم، سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی، شبلی، حجۃ الاسلام امام غزالی، امام شہاب الدین سہروردی، اور قطب ربانی امام احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین جیسے اکابرین امت کے حالات بھی مختصر ہیں، ان حضرات کے حالات دو سطروں سے زیادہ نہیں بلکہ اکثر کے حالات فقط ایک سطر پر مشتمل ہیں، جبکہ حضرت غوث اعظم کے حالات تمام تر اختصار کے باوجود ان تمام حضرات کے حالات سے زیادہ تفصیلی تھے۔ اور ابن الاثیر کی عبارت میں حضرت غوث اعظم کے بارے میں اس کا یہ قول:

''وکان من الصلاح علی حال''

''وہ صلاح کے میدان میں ایک خاص حال پر فائز تھے۔''

اگر معترض نے دانستہ لفظ ''حال'' پر تنوین اور ''علی'' میں پائی جانے والی فوقیت کو نظر انداز نہیں کیا تو اس کا مطلب ہے کہ یہ قول اس کی سمجھ میں ہی نہیں آیا۔

إذا لم یکن للمرء عین صحیحۃ　　فلا غرو أن یرتاب والصبح مسفر

''جب انسان کی بصارت درست نہ ہو تو پھر وہ صبح کا اجالا دیکھ کر بھی صبح کے ہونے پر شک کرتا ہے۔''

ابنِ اثیر نے اپنی تاریخ میں معترض کے استدلال کے برعکس غوث اعظم کے وصال کے حوالے سے آپ کے بارے میں ابنِ کثیر کی روایت بیان کرتے ہوئے

آپ کے حال کی عظمت بیان کی ہے۔

ابن کثیر نے اپنی تاریخ میں حضرت غوث اعظم کے وصال کے حوالے سے ابن اثیر کی روایت کے ضمن میں آپ کے حال کی عظمت بیان کرتے ہوئے کہا:

''ابن اثیر نے حضرت غوث اعظم کے بارے میں کہا ہے:'' آپ صلاح کے میدان میں ایک خاص حال پر فائز تھے۔''

ممکن ہے کہ معترض نے ابن الاثیر کا یہ قول حضرت غوث اعظم کی تنقیص کے لیے ذکر کیا ہو اور اپنے اس مقصد کے لیے ابن الاثیر کی طرف سے حضرت غوث اعظم کا مرتبہ و مقام ذکر نہ کرنے سے استدلال کیا ہو، اگر ایسا ہے تو اس بات کا جواب یہ ہے کہ ابن اثیر کا حضرت غوث اعظم کے حالات کی طرح دوسرے مشاہیر کے حالات میں اختصار کرنا اور نسب کا ذکر نہ کرنا مطلق نسب کی نفی نہیں کرتا، ابن اثیر کا حضرت غوث اعظم کے علاوہ سادات، بکری اور دیگر حضرات کے ساتھ بھی یہی رویہ ہے، اور ابن اثیر نے اپنے امام اور مقتداء امام شافعی کے حالات میں بھی اختصار کو ملحوظ رکھا جن کا قریشی نسب حضور ﷺ سے قریب ہے، ابن اثیر کی تاریخ میں کسی دوسرے کا نسب کیسے دکھائی دے گا؟ آپ ۲۰۴ھ کے حوادث کے بیان میں ابن اثیر کی عبارت دیکھیں، انہوں نے کہا ہے:

''اس سال میں امام محمد بن ادریس شافعی نے انتقال فرمایا، اُن کی ولادت ۱۵۰ھ میں ہوئی۔''

کسی شخصیت کے حالات میں مؤرخین کا اس کے حسنی یا حسینی نسب کے حوالے سے سکوت اختیار کرنا عقل مندوں کے نزدیک اُس شخصیت کے سید ہونے کی نفی نہیں کرتا

معترض نے ابن اثیر کی تاریخ سے ایک اقتباس ذکر کرنے کے بعد ابن النجار اور سمعانی کی تاریخ سے اقتباس نقل کیے ہیں اور اُس کا مقصد یہ ظاہر کرنا ہے کہ ان دونوں نے بھی حضرت غوث اعظم کا مرتبہ و مقام ذکر نہیں کیا اور اس بات کا بھی وہی جواب ہے، جو ہم نے ابن اثیر کی تاریخ سے اقتباس کے حوالے سے دیا تھا، اور اس معترض کے رد میں یہ بات کافی ہے کہ حالات کی کمی کبار اولیاء کی اُس تنقیص پر دلالت نہیں کرتی جس میں معترض مبتلا ہے، ابن النجار نے حضرت غوث اعظم کی جو مدح ذکر کی ہے وہ معترض کی سمجھ میں ہی نہیں آئی، ابن النجار نے حضرت غوث اعظم کے بارے میں کہا ہے:

"أحد أئمة المسلمين العاملين بعلمهم"

''وہ مسلمانوں کے اُن ائمہ میں سے ہیں جنہوں نے اپنے علم پر عمل کیا۔''

پھر معترض نے مختلف حضرات سے حضرت غوث اعظم کے بارے میں جو کچھ نقل کیا ہے وہ اپنے اُن اقتباسات میں بھی دیانتدار نہیں ہے، اس لیے کہ اُس کے اقتباسات کا مطالعہ کرنے والا جان لے گا کہ معترض اقتباس لیتے ہوئے جو الفاظ چھوڑتا ہے کچھ بعید نہیں کہ وہ الفاظ بلند پایہ تعریف پر مشتمل ہوں، کیونکہ اگر وہ الفاظ عام سی تعریف پر مشتمل ہوتے تو معترض انہیں ضرور نقل کرتا۔

غنیۃ الطالبین اور فتوح الغیب کی احادیث پر اعتراض کا جواب:

معترض نے مذکورہ بالا اقتباسات ذکر کرنے کے بعد کہا: ابن کثیر نے اپنی مشہور و معروف تاریخ میں کہا ہے:

''عبدالقادر بن ابوصالح ابومحمد جیلی بغداد آئے، حدیث کا درس لیا اور اُس میں مشغول رہے یہاں تک کہ اُس میں ماہر ہو گئے۔''

ابن کثیر نے حضرت غوثِ اعظم کے حوالے سے مزید کہا:

''آپ لوگوں کے سامنے وعظ فرماتے، آپ کے کثیر احوال اور مکاشفات ہیں آپ نے ''غنية الطالبين'' اور ''فتوح الغيب'' تصنیف فرمائیں، اور ان دونوں میں اچھی معلومات ہیں، لیکن آپ نے ان دونوں کتابوں میں بہت سی موضوع احادیث بھی ذکر کی ہیں۔''

میں کہتا ہوں: ''معترض کا مقصد ابنِ کثیر کا سہارا لے کر ''غنية الطالبين'' اور ''فتوح الغيب'' میں موجود بہت سی موضوع احادیث کی نشاندہی کرنا تھا، اور اس مغالطے کا جواب یہ ہے کہ اس تاریخ میں مذکور سب کچھ درست اور قابلِ قبول تو نہیں، حاجی خلیفہ نے ''كشف الظنون'' میں تاریخ ابن کثیر کے بارے میں کہا ہے:

''اس کتاب میں حوادث اور وفیات جمع کی گئی ہیں، اور اس میں سب سے بہترین بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ ہے۔''

پھر موضوع حدیث کو اُس کے گھڑنے والے کے اعتراف یا اُن قرائن سے پہچانا جاتا ہے جن کا ادراک صرف وہی لوگ کر پاتے ہیں جنہیں حدیث میں انتہائی رسوخ اور وسیع مطالعہ حاصل ہو، اصولِ حدیث کی کتابوں میں اس بات کی صراحت ملتی ہے، اور ابنِ کثیر نے حضرت غوثِ اعظم کے بارے میں خود لکھا ہے کہ حدیث پڑھنے اور پڑھانے میں اس قدر مشغول ہوئے کہ اس علم میں ماہر ہو گئے اور ابنِ کثیر

نے حضرت غوثِ اعظم کی فنِ حدیث میں مہارت کے ساتھ ساتھ آپ کے تقویٰ اور پرہیزگاری کی بھی گواہی دی ہے۔

معترض نے حضرت غوثِ اعظم کے بارے میں ابن النجار کا یہ قول نقل کیا تھا:

''وہ مسلمانوں اُن کے ائمہ میں سے ہیں جو اپنے علم پر عمل پیرا بھی ہیں۔''

پس معترض کو یہ بات سمجھ نہیں آئی کہ علم حدیث میں ماہر حضرت غوثِ اعظم جیسے امام کی نظروں سے موضوع حدیث کیسے اوجھل رہ سکتی ہے؟ اور کم فہم معترض نے حضرت غوثِ اعظم کی کتب میں موضوع احادیث کے حوالے سے اعتراض کیسے کر لیا؟

امام ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک ایسے خطیب کے طرزِ عمل کے بارے میں سوال کیا گیا جو احادیث کو سند کے بغیر بیان کرتا تھا، تو آپ نے جواب دیا:

''اگر مذکورہ خطیب نے اپنے خطبے میں احادیث کو راویوں کی جانچ پرکھ اور اُن احادیث کو روایت کرنے والے مشائخ کا ذکر کیے بغیر ذکر کر دیا تو جائز ہے بشرطیکہ یہ خطیب علم حدیث جانتا ہو یا حدیث کو ایسی کتاب سے نقل کرے جس کا مصنف علم حدیث کا ماہر ہو، اور جس کتاب کا مصنف اس معیار کا نہ ہو اُس کتاب میں مذکور احادیث کو جانچ پرکھ کے بغیر بیان کرنا درست نہیں، اور جو ایسا کرے گا وہ گنہگار ہوگا۔''

شيخ المحققين محی السنة والدين شیخ علی عدوی رحمۃ اللہ علیہ الفية الحديث کی شرح میں فرماتے ہیں:

''اس بات پر اُمتِ مسلمہ کے عظیم لوگوں کا اجماع ہے کہ امامِ جیلانی

اس امت کے اُن جلیل القدر علماء میں سے ہیں جو شریعت اور طریقت کا حسین امتزاج ہیں۔"

کسی حدیث کے بارے میں اگر حافظ ابن کثیر کو یہ محسوس ہوا کہ وہ موضوع ہے تو وہی حدیث کسی دوسری سند کے ساتھ صحیح بھی ہو سکتی ہے جیسے کہ علم حدیث کے ماہرین نے فرمایا ہے، محدثین میں امام سبکی کے ساتھ ایسی ہی ایک غلطی ابن جوزی سے سرزد ہوئی، اُس نے دو جلدوں پر مشتمل موضوع احادیث کا مجموعہ ترتیب دیا، لیکن اُس میں ایسی ضعیف احادیث بھی ذکر کر دیں جن کا وضع حدیث کے ساتھ دور کا واسطہ بھی نہیں تھا، یہی نہیں بلکہ ابن جوزی نے بعض حسن اور صحیح احادیث بھی اُس میں شامل کر دیں اور یہ بات ابن صلاح نے کہی ہے، شیخ الاسلام زکریا انصاری، ابن جوزی کی اس غلطی کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اُس سے یہ غلطی اس وجہ سے سرزد ہوئی کہ حدیث کی ایک سند میں ایسا راوی پایا گیا جس پر جھوٹ کا الزام لگایا گیا، جبکہ اُسی حدیث کی ایک دوسری بے عیب سند بھی تھی، جس کی طرف ابن جوزی کی توجہ نہیں ہوئی۔"

اسی حوالے سے امام سیوطی فرماتے ہیں:

و فی کتاب ولد الجوزی ما	لیس من الموضوع حتی و هما
من الصحیح و الضعیف و الحسن	ضمنته کتابی القول الحسن
و من غریب ما تراه فا علم	فیه حدیث من صحیح مسلم

❀ "ابن جوزی کی کتاب میں ایسی احادیث بھی ہیں جو موضوع نہیں تھیں۔

❀ صحیح، ضعیف اور حسن احادیث کو بھی موضوع سمجھا گیا میں نے ایسی احادیث اپنی کتاب "القول الحسن" میں جمع کی ہیں۔

❀ اور اس میں عجیب بات جو تمہیں نظر آئے گی وہ یہ ہے کہ اس میں صحیح مسلم کی بعض احادیث بھی ہیں۔"

سیدی عبد الوھاب شعرانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"جس نے یہ کہا کہ فرشتہ فقط نبی پر اترتا ہے جبکہ ولی کو الہام ہوتا ہے تو اُس نے غلط کہا، اور صحیح بات یہ ہے کہ ولی پر بھی فرشتہ اترتا ہے لیکن اُس ولی کے نبی کی اتباع میں اترتا ہے، اور اس ولی کو اس کے نبی کی وہ بات سمجھاتا ہے جسے وہ ولی اپنے علم کے ذریعے نہیں سمجھ سکا تھا، اس بات کی وضاحت کچھ یوں ہے کہ کسی حدیث کو ماہرین علوم حدیث نے ضعیف قرار دیا لیکن فرشتہ کسی ولی کو خبر دیتا ہے کہ وہ حدیث صحیح ہے، اور شیخ اکبر امام ابن عربی حاتمی کے ہاں ایسی بہت سی مثالیں ہیں، انہوں نے باطنی قوت سے بہت سی احادیث کو صحیح قرار دیا اور اس وجہ سے وہ اپنے دور کے علماء کے ہاتھوں آزمائش کا شکار بھی ہوئے۔"

امام عبد الوھاب شعرانی کے اس قول کی روشنی میں ہم یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ حضرت غوث اعظم نے اپنی تصنیفات میں اگر ایسی احادیث لکھ دی ہیں تو ہم انہیں موضوع قرار دینے میں جلدی نہیں کریں گے۔ کسی شاعر کا یہ قول حکمت و دانش پر مشتمل ہے:

فحارب الأكفاء والأقرانا فالمرء لايحارب السلطانا

''اپنے برابر اور ہم پلہ لوگوں سے لڑو جھگڑو، ایک عام انسان بادشاہ سے نہیں الجھتا۔''

انساب میں طعن اور اولیا کو اذیت دینے پر وعید:

معترض نے حضرت غوثِ اعظم کے وہ حالات نقل کیے ہیں جنھیں ابن حماد موصلی نے تحریر کیا ہے، یہ تذکرہ اچھا ہوتا اگر اُس کا اختتام حضرت غوثِ اعظم کے حسنی نسب کی نفی پر مشتمل نہ ہوتا، اور اس تذکرے کو معترض نے اسی وجہ سے نقل کیا ہے، اور پھر معترض نے رات کے اندھیرے میں لکڑیاں جمع کرنے والے کی طرح حضرت غوثِ اعظم کے حسنی نسب کی نفی کرنے کے لیے جو کچھ اُس کی دسترس میں آیا اُسے تحریر کیا، اور اس نے بہت سے صفحے ایسے افکار کے اثبات کی خاطر سیاہ کر دیے جن سے ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔

لوگوں کے نسب میں طعن و تشنیع سے ممانعت کے بارے میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں اُن میں سے چند درج ذیل ہیں:

عن ابی هریرة قال: قال رسول الله ﷺ: اثنتان فی الناس هما بهم كفر، الطعن فی النسب والنياحة علی الميت۔(1)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: لوگوں میں دو خصلتیں ایسی ہیں جن کی وجہ سے وہ کفر میں مبتلاء ہیں،

(1) اس حدیث کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں (۱/۸۲) اور ابو نعیم نے اپنی تخریج شدہ مسند میں (۱/۱۵۳) اور ابن الجارود نے اپنی منتقی میں (۱/۱۳۶) میں روایت کیا۔

کسی کے نسب میں (بدنیتی سے) طعن کرنا اور بے صبری سے میت پر واویلا کرنا۔''

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جامع میں طبرانی کی "المعجم الكبير" سے یہ حدیث ذکر کی ہے:

قال رسول الله ﷺ: ثلاث من الكفر بالله شق الجيب والنياحة والطعن فی النسب۔(1)

''سیدنا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تین چیزیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کفر کے ارتکاب جیسی ہیں: مصیبت کے وقت دامن چاک کرنا، میت پر نوحہ کرنا، اور (جانتے بوجھتے) نسب میں طعن کرنا۔''

ابن حجر نے اس حدیث کی تخریج کو "الزواجر" میں ابن حبان اور حاکم کی طرف منسوب کیا ہے، میں کہتا ہوں: ''یہاں کفر سے مراد تحریم میں سختی اور ڈرسنانے میں شدت ہے، یا کفر کا ظاہری معنی اُس شخص کے لیے ہے جو مذکورہ بالا امور کو حلال سمجھتا ہو، جیسے کہ نووی، سنوسی اور ابی نے مذکورہ بالا دونوں حدیثوں کی شرح میں فرمایا ہے۔'' اور امام مناوی نے حدیث میں مذکور نسب میں طعن پر حکم کے حوالے سے فرمایا: ''اس سے مراد شریعت کے مطابق درست نسب میں طعن کی طرح لوگوں کی عزتوں کو اُچھالنا ہے۔''

امام سیوطی نے امام بیہقی کی روایت کردہ حدیث نقل کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

(1) اس حدیث کو امام بخاری نے (۵/۲۳۸۴) اور قضاعی نے مسند شہاب میں (۲/۲۲۶، ۲۲۷) اور طبرانی نے اوسط میں (1/192) میں روایت کیا ہے۔

خمس من قواصم الظهر: عقوق الوالدين ، والمرأة يتأمنها زوجها تخونه ، والإمام يطيعه الناس و يعصي الله عزو جل ، ورجل وعد عن نفسه خيرا فأخلف ، و اعتراض المرء في انساب الناس.

''پانچ امور ایسے ہیں جو کمر توڑ دینے والے (یعنی ہلاکت میں ڈالنے والے) ہیں: والدین کی نافرمانی، اور عورت کا خاوند اُس پر اعتماد کرے اور وہ اُس کے معاملے میں خیانت کرے، اور ایسا امام کہ لوگ اُس کی اطاعت کریں جبکہ وہ خود اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے، اور وہ آدمی جس نے اپنے حوالے سے خیر کا وعدہ کیا اور پھر اُسے توڑ دیا، اور کسی انسان کا لوگوں کے انساب میں (بدنیتی سے) طعن کرنا۔''

''المختصر الخليلي'' کی شرح میں ہے:

جس نے کسی عربی کو ''اے فارسی!'' کہہ کر بلایا، اُس پر قذف کی حد لازم ہے۔ کیونکہ اُس بلانے والے نے مخاطب کا نسب تبدیل کر دیا، اور حدیث میں ہے کہ قذف سو سال کے اعمال کو تباہ کر دیتا ہے، یہ ساری وعیدیں مطلقاً انساب میں طعن کے حوالے سے ہیں، اگر (عام لوگوں کے حوالے سے) یہ معاملہ اس قدر حساس ہے تو سادات کے انساب میں طعن کا انجام کیا ہوگا؟ اور سادات میں بھی اکابر اولیاء کے انساب میں طعن کرنے اور نفسانی خواہشات کے تحت بے بنیاد دعویٰ کے ساتھ اُن کی عزتیں اچھالنے اور اُن پر اعتراض کرنے کا وبال کیا ہوگا؟

حضرت امام بخاری نے ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے

کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے فرمایا ہے:

''من عادى لي وليا فقد آذنته بالحرب۔'' (١)

''جس نے میرے کسی ولی سے عداوت رکھی میں نے اس کے ساتھ جنگ کا اعلان کیا۔''

اور امام بخاری کی ہی ایک اور روایت ہے:

من اهان لي وليا فقد بارزني بالمحاربة (٢)

''جس نے میرے کسی ولی کی توہین کی تو اُس نے مجھے جنگ کے لیے للکارا۔''

امام ابن حجر ہیتمی ''کتاب الکبائر'' میں اس حدیث کے حوالے سے فرماتے ہیں:

''اس وعید سے بڑھ کر شدید کوئی وعید نہیں۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندے کے خلاف جنگ کا اعلان سودخوری کی آیت میں ہی ذکر ہوا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَأْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔ (٣)

''پھر اگر ایسا نہ کرو تو یقین کر لو اللہ اور اللہ کے رسول سے لڑائی کا۔''

اولیائے کرام سے عداوت رکھنے والا اور جسے اللہ تعالیٰ نے دشمن قرار دیا ہو کبھی فلاح نہیں پا سکتا۔ بلکہ ایسا شخص یقیناً کفر کی حالت میں مرتا ہے،

---

(١) اس حدیث کو ابن ماجہ نے ابواب الزھد کے تحت ''باب ذکر الشقاوۃ'' کے ضمن میں ذکر کیا ہے۔
(٢) اسے طبرانی نے اپنی معجم کبیر اور معجم اوسط میں روایت کیا۔
(٣) سورۃ البقرہ، ٢٧٩

ہم ایسی موت سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں، اور اُس سے التجا کرتے ہیں کہ وہ اپنے فضل و کرم سے ہمیں عافیت نصیب فرمائے۔

پھر حافظ ابن حجر نے حافظ ابن عساکر کا یہ قول نقل کیا:

''اے میرے بھائی اللہ تعالیٰ مجھے اور تجھے نیکی کی توفیق عطا فرمائے۔ نیز مجھے اور تجھے خیر کے راستے کی طرف رہنمائی فرمائے، تو جان لے کہ علماء کے گوشت زہر آلود ہیں (۱) اور علماء کی توہین کرنے والوں کے معاملے میں اللہ تعالیٰ کی عادت سب کو معلوم ہے، جس نے علماء کے خلاف زبان کھولی اللہ تعالیٰ اُسے (جسمانی) موت سے پہلے دل کی موت میں مبتلا فرما دیتا ہے، جو لوگ اُس کے امر کی مخالفت کرتے ہیں انہیں اس بات سے بچنا چاہیے کہ وہ آزمائش سے دوچار ہوں یا اُن پر دردناک عذاب آئے۔''

ہمارے مشائخ کے شیخ سیدی محمد بن عبدالرحمن الازھری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''اولیاء پر اعتراض کرنے والے پر نازل ہونے والا وبال لازمی نہیں کہ اُس کے مال، بدن یا اُس کی اولاد میں ہی دکھائی دے، بلکہ ممکن ہے کہ اُس معترض کی سنگدلی اور برے انجام کی صورت میں ظاہر ہو، ہم اس وبال سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔''

ہم اللہ تعالیٰ سے التجاء کرتے ہیں کہ گمراہ کرنے والوں کے ظاہری اور مخفی فتنوں سے محفوظ رکھے۔

(۱) یعنی اُن کی غیبت کرنے والا نقصان اٹھاتا ہے اور ہلاکت سے دوچار ہوتا ہے۔ (مترجم)

معترض نے اپنے جن اعتراضات کے ذریعے صفحے سیاہ کیے اور یہ گمان کیا کہ وہ اعتراضات قطع دلائل ہیں، وہ سب اعتراضات اُن اقتباسات پر مشتمل ہیں جن کے ذریعے معترض نے حضرت غوث اعظم کے نسب شریف میں اتصال نہ ہونے کی تہمت لگائی ہے۔

معترض نے اقتباسات پر ہی زور رکھا ہے اور بہت سے صفحات کالے کر دیے، ماہرین انساب اور مؤرخین کی طرف گھڑی ہوئی باتیں منسوب کر کے اس کم علم معترض نے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے کہ ان ماہرین انساب اور مؤرخین نے حضرت غوث اعظم کے حسنی حسینی نسب کی نفی کی ہے، حالانکہ انہوں نے مشہور اور متواتر حقائق کا انکار نہیں کیا، اللہ تعالیٰ معترض کی بددیانتی کو جانتا ہے، اور باطل حق کے سامنے نہیں ٹھہرتا۔

اذا جاء موسٰی والقی العصا فقد بطل السحر و الساحر

''جب موسیٰ علیہ السلام تشریف لائے اور آپ نے عصا مبارک میدان میں پھینکا تو سحر اور ساحر دونوں فنا ہو گئے۔''

اور جس عمارت کو بنیادوں کے بغیر بنایا گیا ہو اُسے گرانا درست ہے۔ اس سلسلے میں ہم ماہرین انساب کی اُن کتابوں کا حوالہ دیں گے جن سے حضرت غوث اعظم کے نسب کا حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ تک پہنچنا درست ثابت ہوتا ہے، پھر ہم غوث اعظم کا نسب فقہی زاویے سے ثابت کریں گے، پھر ہم معترض کی گفتگو میں پائے جانے والے شبہات کا ایک ایک کر کے جائزہ لیں گے اور اُن سب کا ایک ہی مرتبہ رد کریں گے، عربی کی ضرب المثل ہے:

"الضرب لواحدة ضرب لبقيتهن"

"ایک پر چوٹ لگانا سب پر چوٹ لگانے کے برابر ہے۔"

اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو سیدھا راستہ دکھائے، نیز ہمیں اور آپ کو غلطیوں کے ارتکاب سے محفوظ رکھے۔

حضرت غوثِ اعظم کی سیادت کی صراحت کرنے والے مؤلفین:

جان لو کہ حضرت الشیخ سید عبد القادر جیلانی (اللہ تعالیٰ ہمیں نواسۂ رسول سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ ملے ہوئے حضرت غوثِ اعظم کے نسب کی برکت سے مالا مال فرمائے) کا نسب سیدنا حسن رضی اللہ عنہ سے ملا ہوا ہے، علم انساب کے ماہرین اور کہنہ مشق محققین نے اس بات کی بہت کھلے الفاظ میں وضاحت کی ہے اور سب نے یہ بات بھر پور اعتماد سے کی ہے، ہم اُن میں سے جنہیں جانتے ہیں اُن کا ذکر کریں گے، اللہ تعالیٰ اُن سب پر رحمت فرمائے۔

1- علامہ تہامی حلمی حسنی نے اپنی کتاب "شذور الذهب في خير نسب" میں بغداد کے سادات کو تین گروہوں میں شمار کیا ہے اور جیلانی سادات ان تینوں میں سے ایک ہیں، صاحب "شذور الذهب" نے فرمایا:

"ان جیلانی سادات کے جدِ اعلیٰ سیدی عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ ہیں، جن کا حسنی نسب کسی سے اوجھل نہیں۔"

ان بزرگوں نے شدید احتیاط کے نکتۂ نظر سے مغرب کے ایسے بہت سے لوگوں کو سادات میں شمار نہیں کیا جو اپنے آپ کو سید کہتے ہیں۔

2- مشہور عالم امام احمد بن محمد بن جزی اندلسی غرناطی نے اپنی تصنیفِ لطیف:

"مختصر البيان في نسب آل عدنان" میں امام حسن رضی اللہ عنہ تک حضرت غوثِ اعظم کا نسب تحریر کیا ہے۔

3- "جوهرة العقول في ذكر آل الرسول" کے مصنف ماہر انساب علامہ شیخ عبد الرحمن بن عبد القادر فاسی نے اپنی مذکورہ کتاب میں فقط ایسے سادات کا ذکر کیا جن کے سید ہونے پر اجماع ہے، اور انہوں نے اپنی کتاب کے شروع میں اس بات کی نشاندہی بھی فرمائی، انہوں نے یہ کتاب اپنے والد کی اجازت سے تحریر کی۔

4- حافظ ابن حجر عسقلانی نے "غبطه" میں حضرت غوثِ اعظم کا نسب ذکر کیا۔

5- علامہ ابن عرضون نے بھی حضرت غوثِ اعظم کا نسب ذکر کیا جیسے کہ اُن سے علامۂ مغرب شیخ محمد قنوتی نے نقل کیا۔

6- ابن جوزی کے نواسے کی تصنیف "مرآة الزمان" میں بھی حضرت غوثِ اعظم کا نسب شریف مذکور ہے۔

7- "مرآة المحاسن" میں ماہر انساب علامہ شیخ محمد عربی فاسی نے فرمایا:

"فاس میں بھی قطبِ ربانی سیدی عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے قادری سید پائے جاتے ہیں، اُن کا نسب حضرت غوثِ اعظم سے جا ملتا ہے۔"

پھر انہوں نے حضرت غوثِ اعظم کا نسب ذکر کیا۔

8- حضرت غوثِ اعظم کا سیدنا حسن تک نسب "انساب القرطاس" میں بھی تحریر کیا گیا۔

9- انساب کے ماہر علی بن فرحون نے اپنی کتاب: ''الاعتبار وتواريخ الأخبار والتعريف بالنسبة الى النبى المختار'' میں ذکر کیا یہ بزرگ معروف فقیہ ابراہیم نہیں ہیں بلکہ ان کا نام علی ہے اور یہ ''ذهر الخبائث'' نامی کتاب کے مصنف ہیں۔

10- انساب کے ماہر علامہ ابن الطیب نے اپنی نظم: ''الإشراف على نسبة الاقطاب الأربعة الأشراف'' میں بھی حضرت غوث اعظم کے (حسنی) نسب کا ذکر کیا۔ چاروں اقطاب نظم کے آغاز کے فوراً بعد مذکور ہیں:

هذا نظام العمود نسب ال	أربع الاقطاب اهل الرتب
الشيخ عبد القادر الجيلاني	و ابن مشيش مفرد الايمان
والشاذلى الكامل الوصول	و ابن سليمانهم الجزولى

''یہ رتبے والے چار اقطاب کا نسب نامہ ہے، شیخ عبدالقادر جیلانی، ابن مشیش جو منفرد ایمان والے ہیں، اور شاذلی جو بارگاہ میں کامل طور پر پہنچنے والے اور ان کے سلیمان کا بیٹا جزولی۔''

11- شیخ محمد بن عبدالرحمٰن فاسی نے ''المنح البادية'' میں حضرت غوث اعظم کا نسب ذکر فرمایا، اور انساب کے لکھنے میں اُن کی مہارت کو سب جانتے ہیں، اور شیخ صاحب نے ''المنح'' میں علم الانساب کو اُن علوم میں سے شمار کیا ہے جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمائے، اور انہیں علم الانساب میں اہل علم سے اجازات بھی حاصل ہیں۔

12- شیخ مراد بغدادی۔

13- شیخ فساوی کی تصنیف: ''نتيجة التحقيق فى بعض اهل النسب الوثيق'' میں بھی غوث اعظم کا نسب مذکور ہے، اور شیخ فساوی سادات کے انساب کو تحریر اور ضبط کرنے والے ہیں، آپ نے اپنی بعض تصنیفات میں بعض مشہور شخصیات سے انساب میں واقع ہونے والی غلطیوں کو درست کیا ہے۔

14- شیخ محمد بن قاسم قصار (نے بھی حضرت غوث اعظم کا نسب ذکر کیا ہے) اُن کے بارے میں شیخ فساوی کہتے ہیں: ''میں اُن کی ایسی تحریر پر مطلع ہوا ہوں جو اُن کے ہاتھ کی تحریر نہ تھی، آپ ایسی شخصیت تھے کہ علم الانساب میں آپ پر اعتماد کیا جاتا تھا، اور آپ کی طرف رجوع کیا جاتا تھا، کیونکہ آپ اس علم میں گہری جستجو کرنے والے اور اس علم کا بہت اہتمام کرنے والے، راسخ علم والے اور دین میں متانت والے تھے، اور شیخ فساوی نے آپ کی بہت زیادہ تعریف کی بالخصوص نسب شریف کی تحریر کے اعتبار سے، یہاں تک کہ انہوں نے فرمایا: ''سیدی عبدالقادر فاسی نے شیخ قصار کی بہت زیادہ تعریف کے بعد علوم میں اُن کی مہارت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

''وہ سادات کے انساب کے ماہر تھے اور اس سلسلہ میں صاحب تحقیق تھے، جب وہ اس فن میں گفتگو کرتے تو کوئی اُن کے سامنے آتا اور نہ اُن کے مرتبہ ومقام تک پہنچتا۔''

حافظ تنسی نے ''نظم الدرر والعقيان'' میں حضرت غوث اعظم کے جد اعلیٰ موسیٰ الجون کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے فرمایا:

''پھر اللہ تعالیٰ نے اُن کی اولاد میں برکت ڈالی تو ان میں سے تین گروہ

بادشاہ ہے: بنوالاخیصر اور ہاشمی یمامہ کے بادشاہ ہے، اور بنو عزیز مکہ کے بادشاہ ہے، اور بنو عزیز میں اب تک بادشاہی موجود ہے'' (ملخصا)

شیخ قصار نے تمسی کے مذکورہ کلام پر روشنی ڈالتے ہوئے وہ کچھ لکھا جس کی عبارت کچھ یوں ہے:

'' سیدنا عبدالقادر جیلانی کامل برکت اور وسیع نعمت والے ہیں، جو حقیقۃً ملک (حکومت) اور قطبیت وخلافت والے تھے اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی ذریت میں کتنے ہی نیک اور صالح افراد ہیں۔''

میں کہتا ہوں: تو وہ وہی شخص ہے کہ جب خلیفہ نے انہیں بلایا اور نہ آنے پر شکوہ کیا تو انہوں نے خلیفہ کو یوں کھرا سا جواب دیا:

ولی کف ضرغامٍ اذا ما بسطتها	بها اشتری یوم الوغی و ابیع
معودة لثم الملوك لظهرها	و فی بطنها للمجدبین ربیع
أ ترکها تحت الرهان و ابتغی	بها بدلا انی اذا لَوضیع
وما انا الا المسك فی ارض غیرکم	أضوع و اما عندکم فاضیع

❀ میرے پاس شیر کے پنجے جیسی ہتھیلی ہے جسے میں جنگ کے دن پھیلاتا ہوں تو اُس کے ذریعے (جانیں) خریدتا اور بیچتا ہوں۔

❀ یہ ہتھیلی اپنی پاکیزگی کے سبب بادشاہوں کے ہاتھوں کو ہی مس کرتی ہے اور بنجر زمینوں کے لیے اس میں بہار ہے۔

❀ کیا میں ایسی ہتھیلی کو رہن رکھ کر اس کے بدلے کچھ لے لوں؟ اگر میں ایسا کروں تو میں گھٹیا ہوں۔

❀ میں تمہارے غیر کی زمین میں مہکتی ہوئی خوشبو'' مشک'' ہوں، جبکہ تمہاری زمین میں تو میں ضائع ہو جاؤں گا۔

15- عالم دین شیخ محمود بن عباد اندلسی۔

16- عالم دین شیخ علی بن عبدالوہاب شامی۔

17- شیخ عبدالواحد وانشریسی۔

18- اپنے دور کے علامہ اور اپنے زمانے میں اہل ورع کے امام شیخ رضوان بن عبداللہ۔

19- شیخ عبدالواحد بن احمد حمیدی۔

20- شیخ علی صقلی کی تصنیفات، ان آخری چھ کتب پر محقق فساوی مطلع ہوئے اور انہوں نے اپنی ضرورت کے مطابق ان سے اقتباسات بھی لیے، اگر طوالت کا خوف نہ ہوتا تو ہم بھی غوث اعظم کا نسب تفصیل سے بیان کرتے۔

21- عارف کامل اور ماہر علم الانساب شیخ ابوتوفیق یحییٰ مصری نے اپنی کتاب: ''سرور القلب'' میں حضرت غوث اعظم کا نسب لکھا۔

22- کتاب ''الدرالسنی فی بعض من بفاس من اهل النسب الحسنی''

23- ابن الوردی نے اپنی تاریخ میں لکھا۔

24- حافظ علی بن سلطان القاری المکی نے ''نزهة الخاطر الفاتر فی مناقب سیدی الشریف عبد القادر الحسنی الحسینی'' میں لکھا۔

25- ''نور الابصار فی مناقب آل النبی المختار'' کے مصنف نے بھی لکھا، اور اہل علم جانتے ہیں کہ مذکورہ بالا کتاب کے مصنف اہل بیت کرام کے انساب اور ان کے سلاسل میں اتصال وعدم اتصال کے کتنے بڑے عالم تھے۔

26- علم الانساب کے ماہر حافظ شیخ عبداللہ بن طاہر تجماسی سے فاس کے رہنے والے کسی دوست نے پوچھا: ''جناب میں اہل بیت سے محبت رکھتا ہوں، آپ فاس میں سے اہل بیت کے کس فرد کی نشاندہی فرمائیں گے؟ تو آپ نے فرمایا:

''فاس میں صحیح نسب والے بعض قادری سادات موجود ہیں۔''

اور شیخ عبداللہ نے بعض ایسی مشہور شخصیات کی نشاندہی کی جن کی خانوادۂ نبوت کے ساتھ نسبت درست نہیں تھی۔

27- سیدی علی بن موسیٰ الجزائری کے ہاتھوں ''شجرۃ الانساب'' کی تلخیص میں۔

28- "المشجر المحمدی" (میں بھی حضرت غوث اعظم کا نسب شریف مذکور ہے) اور میں اس کتاب کے اصل نسخہ پر بھی مطلع ہوا، اس پر تقریباً چوبیس ماہرین علم الانساب کی تصدیقات ثبت تھیں، اُن میں سے ولی کامل علامہ سیدی ابوالغیث القشاش تیونسی، ''یافا'' نامی شہر کے نقیب الاشراف سید احمد مکی، قدس شریف کے نقیب الاشراف سید محمد علی اور سیدی علی عزوز وغیرہ کے دستخط تھے جبکہ بعض حضرات کے دستخطوں کے ساتھ ساتھ اُن کی مہریں بھی ثبت تھیں، یہ علم الانساب کے ماہرین کی آخری کتاب تھی جس میں حضرت غوث اعظم کے نسب پر مطلع ہوا، اب میں حضرت غوث اعظم کے حسنی نسب کے بارے میں مورخین، علماء اور اولیاء کے اقوال پر مشتمل مناقب والے اقتباسات کی نشاندہی کرتا ہوں

29- علم ظاہر و باطن کے جامع قطب ربانی سیدی عبدالوہاب شعرانی نے اپنی طبقات میں حضرت غوث اعظم کا نسب ذکر کیا۔

30- جلیل القدر عالم اور مشہور ولی سید احمد زروق فاسی نے بھی ذکر کیا۔

31- شیخ صفدی نے بھی ذکر کیا۔

32- ''الفتح الربانی'' کے مصنف عفیف الدین مبارک نے بھی ذکر کیا۔

33- الاستاذ بامخرمہ نے بھی حضرت غوث اعظم کا نسب ذکر کیا۔

34- شیخ مراد شاذلی نے ''الفتح الکامل'' میں ذکر کیا۔

35- شیخ علی بن یوسف العیبی بھی ذکر کیا۔

36- مولانا نور الدین جامی نے "نفحات الانس" میں ذکر کیا۔

37- انس الجلیس شارح ابن بادیس۔

38- امام عبداللہ یافعی یمنی نے بھی ذکر کیا۔

39- حافظ ذہبی نے بھی ذکر کیا جیسے کہ شیخ مناوی نے اُن سے نقل کیا۔

40- حضرت غوث اعظم کے صاحبزادے حضرت عبدالرزاق نے ''فتوح الغیب'' کے مقدمہ میں فرمایا: ''میرے والد ابو محمد محی الدین عبدالقادر'' پھر نواسۂ رسول حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ تک نسب ذکر فرمایا، ایک اور جگہ فرمایا: ''میں نے اپنے والدِ گرامی سے اُن کا نسب پوچھا تو آپ نے خود مجھے اپنا نسب بتایا۔'' میں نے سیدی عبدالرزاق کا یہ فرمان معترض کے قول کے رد میں ذکر کیا ہے۔ حضرت غوث اعظم یا آپ کے صاحبزادوں نے تو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ تک نسب کی نفی نہیں کی ہے۔

41- ''الابریز'' کے مصنف سیدی احمد بن المبارک اللمطی نے بھی ذکر فرمایا۔

42- جامع الاصول کے نام سے مشہور کتاب میں بھی آپ کا نسب شریف مذکور ہے

43- الشیخ المحبی نے "خلاصۃ الاثر فی ترجمۃ السید نعمۃ اللہ" میں ذکر کیا۔

44- ولی کامل عاشق رسول امام عبدالرحیم بُرعی نے اپنے قصیدہ میں نبی کریم ﷺ اور سلسلۃ قادریہ کے مشائخ کو وسیلہ بناتے ہوئے ذکر کیا اس قصیدے کا مطلع ہے:

لکل خطب مهم حسبی الله — ارجو به الامن مما کنت اخشاه

"ہر بڑی مشکل کے لئے "حسبی اللہ ونعم الوکیل" کا ورد ہے،
میں اس ورد کے ذریعے ہر ایسی پریشانی سے نجات کی امید کرتا ہوں
جس سے میں خوفزدہ ہوا کرتا تھا۔"

اس قصیدے میں امام بُرعی نے حضرت غوثِ اعظم کے شیخ طریقت حضرت ابوسعید مخزومی کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا:

ومنه فی الشیخ عبدالقادر ابتهجت	طلائع الفضل نورا فی محیاه
کالشمس تسفر من اقصی مطالعها	حسنا و کالبدر مل العین مرآه
و کالغمام اذا استمطرته کرما	و کالصبا خلقا ان رق مهواه
من آل فاطمة الزهراء ذوشرف	اتی به الدهر فردا عن مثناه
علی جلاله انوار هیبته	کالسیف ان راق حسنا رق حداه

❀ "ان (یعنی شیخ ابوسعید مخزومی) سے شیخ عبدالقادر جیلانی کے چہرے میں فضلیت کے آثار نور بن کر چمکے۔

❀ اس سورج کی طرح چمکے جو اپنے مطالع سے اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ چمکتا ہے اور چودھویں کے اس چاند کی طرح روشن ہوئے جسکا نور آنکھوں کو بھاتا ہے۔

❀ اور جب تم اُن سے کرم کی التجاء کرو تو آپ بادل جیسے ہیں اور آپ کے اخلاق بادِ صبا کی طرح ہیں جب وہ چلتی ہے۔

❀ آپ حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی اولاد میں سے ایسے عظمت والے ہیں کہ زمانہ اُن کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

❀ آپ کے جلال پر آپ کی ہیبت کے انوار دودھاری تلوار جیسے ہیں جو بظاہر خوبصورت ہے لیکن وہ دونوں طرف سے کاٹ دار ہے۔"

45- شیخ جبرتی نے اپنی تاریخ میں حضرت غوثِ اعظم کی اولاد میں سے سید عبدالخالق مصری کے حالات میں آپ کا نسب ذکر کیا۔

46- سیدی محمد المنلا تونسی نے بھی غوثِ اعظم کا نسب ذکر کیا۔

47- قلائد الجواهر، للشیخ ابن یحییٰ تادفی میں بھی آپ کا نسب مذکور ہے۔

48- مقدس اربلی کی کتاب "تفریح الخاطر" میں بھی آپ کا نسب ذکر کیا گیا ہے۔

49- بہت سی کرامات اور انوار والی شخصیت سیدی محمد بن اسماعیل کیالی حلبی نے اپنے رسالہ میں (ذکر کیا) اور آپ کو سلسلۃ قادریہ، شاذلیہ، رفاعیہ اور نقشبندیہ میں اجازت حاصل ہے، اور آپ کے رسالے "المشارب السنیہ" پر پچھتر حضرات کی گواہی (دستخط) ہے۔

50- الشیخ محمد عیسیٰ قیروانی نے بھی آپ کا نسب ذکر کیا۔

51- صوفیانہ اذواق والے عالم شیخ محمد امین گیلانی تیونسی نے "المواهب الجلیلہ" میں ذکر کیا۔

52- قطب وقت سیدی عبداللہ باعلوی یمنی نے بھی آپ کا نسب ذکر کیا۔

53- ''سالك الامصار'' کے مصنف ابن فضل اللہ نے بھی غوثِ اعظم کا نسب ذکر کیا۔

54- ابن شاکر نے اپنے ''تکملہ'' میں آپ کا نسب ذکر کیا۔

55- شیخ ابن الزکی نے بھی آپ کا نسب ذکر کیا۔

56- سیدی مصطفیٰ البکری نے بھی آپ کا نسب ذکر فرمایا۔

57- علامہ یفرنی نے بھی آپ کا نسب ذکر کیا۔

58- امام ابن الازرق نے بھی آپ کا نسب ذکر کیا۔

59- سیدی عبدالسلام الاسمر نے بھی حضرت غوثِ اعظم کا نسب ذکر کیا۔

60- امام منزلی نے بھی آپ کا نسب ذکر کیا۔

61- عالم ربانی سید ابوبکر شطاشی کی تصنیف ''نفحة الرحمٰن'' میں سیادتِ غوثیہ کا ذکر فرمایا۔

62- شیخ عیسیٰ تیجانی نے اپنے تحریر کردہ استغاثہ میں حضرت غوثِ اعظم کے نسب شریف کی صراحت کرتے ہوئے کہا:

مولای عبدالقادر الجیلانی — عونا علی ذی خسة أظمانی

''میرے آقائے نعمت حضرت عبدالقادر جیلانی جو مجھے پریشان کرنے والے خسیس دشمن کے خلاف میرے مددگار ہیں۔''

میں کہتا ہوں: ''یہ امت کے باسٹھ علماء و مشائخ ہیں، ان میں جلیل القدر اولیاء اور مختلف علاقوں کے اکابر علماء بھی ہیں، اور وہ سب کے سب حضرت غوثِ اعظم کے

حسنی حسینی نسب شریف کے معترف ہیں، ان میں سے کسی نے آپ کے نسب کے بارے میں کسی ضعیف اختلافی قول کا اشارہ بھی نہیں دیا، بعض لوگوں نے یہ نسب انساب کے قدیم رجسٹروں سے لیا، اور بعض لوگوں نے اسے اُس متواتر روایت سے لیا ہے جس پر جھوٹ کا گمان بھی محال ہے، اور بعض لوگوں نے اپنے صائب کشف سے حاصل کیا ہے، اور یہ اہل ظاہر کے صریح ثبوت سے بڑھ کر ہے، کیا ان حضرات کے اجماع کے بعد شک وشبہ کی گنجائش رہ جاتی ہے؟ جو آدمی چاہے وہ مذکورہ بالا کتابوں پر مطلع ہو سکتا ہے۔ یہ کتابیں موجود ہیں۔

حضرت غوثِ اعظم کی سیادت چاروں فقہی مذاہب کے تناظر میں:

اور فقہی نکتۂ نظر سے حکم یہ ہے کہ نسب سماع اور لاتعداد زبانوں پر عام ہونے کی صورت میں عملی گواہی کے باعث ثابت ہو جاتا ہے، اور اس حکم پر چاروں ائمۂ مذاہب متفق ہیں، اور یہی امر سنتِ محمدیہ علیٰ صاحبها الصلاة والسلام کے دائرے کا محیط ہے۔

نسب کے مسئلے پر ہمارے مالکی مذہب کے مطابق، واضح حکم خلیلی کی ''مختصر'' اور ''تحفہ'' وغیرہ میں موجود ہے، جبکہ اس مسئلہ پر باقی تینوں ائمہ کا اجماع ان تینوں حضرات کے مذاہب کی کتب میں مذکور ہے، اور جس نے ان سب حضرات کی آراء ایک جگہ دیکھنی ہوں وہ چاروں فقہی مذاہب کے ماہر اور محقق سیدی عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کی ''المیزان الکبریٰ'' کا مطالعہ کرے، امام ابوحنیفہ پانچ چیزوں کو زبان زدِ عام ہونے پر معتبر سمجھتے ہیں اور اُن پانچ میں سے ایک نسب ہے، اور امام شافعی آٹھ چیزوں کو زبان زدِ عام ہونے پر معتبر سمجھتے تھے اور اُن میں سے ایک

نسب ہے، امام احمد نو چیزوں کو جبکہ امام مالک انیس چیزوں کو زبان زد عام ہونے پر معتبر سمجھتے تھے اور اُن میں سے ایک نسب بھی ہے، اس طرح نسب زبان زد عام ہونے پر سب کے ہاں معتبر قرار پاتا ہے۔

محقق تسولی نے ''تحفہ'' پر اپنی شرح میں فرمایا:

''ابن القاسم سے کہا گیا: ''جو شخص آپ کے والد کو نہیں جانتا اور اُسے یہ بات سماعی طور پر ہی معلوم ہے کہ آپ قاسم کے بیٹے ہیں، کیا وہ آپ کے ابن القاسم ہونے کی گواہی دے سکتا ہے؟''

تو ابن القاسم نے فرمایا:

''ہاں ایسا شخص یہ گواہی دے سکتا ہے، اور ایسی گواہی سے نسب اور وراثت ثابت ہو سکتی ہے، اور بچہ صحیح النسب شمار ہوگا۔ اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں، کیونکہ جب کوئی خبر مشہور ہو جائے تو وہ خبر علم کا فائدہ دیتی ہے۔''

اگر آپ چاہیں تو اس عبارت کا باقی حصہ بھی دیکھ لیں۔ حضرت مصنف نے اپنے موقف کی تائید کے لیے طویل گفتگو فرمائی ہے۔

محقق تسولی نے ''تحفہ'' میں ایک دوسری جگہ فرمایا:

''سماع کو نسب کے معاملے میں معتبر مانا جائے گا اگرچہ وہ نسب سرور عالم ﷺ تک پہنچتا ہو۔''

اور انساب کو بھی اُسی طرح ملکیت میں لیا جاتا ہے جیسے عام مادی اشیاء کو ملکیت میں لیا جاتا ہے، امام مالک کا یہ قول اجہوری نے اپنے فتاویٰ میں نقل کیا ہے۔

اور لوگوں کے زبان زد عام و خاص انساب کی تصدیق کی جائے گی جیسے کہ سیدی خلیل نے ''التوضیح'' میں فرمایا ہے، اور امام ولی الدین بن خلدون نے اپنے ''مقدمہ'' میں سرکار دو عالم ﷺ تک پہنچنے والے نسب کے اثبات کے حوالے سے سماع کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے۔ اور اس مسئلہ میں اسی طرح کا فتویٰ قطر میں مالکی مجلس شوریٰ کے صدر، عصر حاضر کے بہت بڑے عالم دین سید ابراہیم ریاحی افریقی نے بھی ایک رسالہ کی صورت میں دیا ہے، اس رسالے میں کبار شخصیات کے اقوال نقل کیے ہیں کہ لوگوں کے انساب (مشہور و معروف ہونے پر اُن) کی تصدیق کی جائے گی، اگرچہ یہ نسب سرور عالم ﷺ تک پہنچتا ہو، اور جو شخص ایسے نسب کی بلا وجہ نفی کرے گا اُس پر حد قذف کا حکم لگایا جائے گا، اور سیدی ابراہیم ریاحی نے اپنے رسالے میں ''مدونہ'' اور دیگر کتب سے ایسے کثیر اقوال نقل کیے ہیں جو اُن کی تائید کرتے ہیں، اور اُن اقوال کے آخر میں آپ نے فرمایا:

''امید ہے کہ انساب کی تصدیق کے بارے میں علماء کے اس قدر اقوال اُس شخص کے لیے کافی ہوں گے جس کی بصیرت نے توفیق کے نور کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بنایا ہو، اور پیش نظر رسالے میں مذکورہ بالا موضوع پر تفصیلات کا احاطہ ممکن نہیں۔''

ہمیں معترض کے کلام کا جائزہ لینے کے لیے پھر سے اُس کی طرف لوٹنا چاہیے اگرچہ اُس کے سابقہ اعتراضات اس گفتگو کے باعث لکھے گئے جو ہم نے حضرت غوث اعظم کا نسب ثابت کرنے کے لیے پچھلے صفحات میں کی ہے، اس لیے کہ ایسے مسئلے کی وضاحت کرنا جس پر اہل فکر و دانش کی نظر مرکوز ہو، اوہام کے غبار کو دور کرنے

کے لیے انتہائی مؤثر ہے۔

حضرت غوثِ اعظم کے نسب میں معترض کے تراشیدہ بعض نام:

معترض نے کہا: ابنِ حماد موصلی نے عبداللہ بن محمد بن یحییٰ حسنی کے حالات ذکر کرتے ہوئے کہا: ''اُن کا ۴۵۰ھ میں وصال ہوا اور وہ بقیع شریف میں دفن ہوئے۔'' یہ وہ شخصیت ہیں جن کی طرف ماہرین انساب نے حضرت غوث پاک کو منسوب کیا ہے اور اُن کے بارے میں سید افطس نے کہا ہے: ''اُن کا ۴۶۰ھ میں انتقال ہوا اور اُن کی عمر بیس سال سے کم تھی۔'' اور ماہر انساب ابن میمون وغیرہ نے بھی ایسی ہی بات کہی ہے۔ انہوں نے (حضرت غوث اعظم کے پوتے) قاضی ابوصالح نصر بن عبدالرزاق بن حضرت غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی کے حوالے سے لکھا ہے کہ انہوں نے اپنے دادا کو عبداللہ بن محمد کی طرف منسوب کرتے ہوئے کہا ہے: ''آپ عبدالقادر بن جنگی دوست بن عبداللہ ہیں۔'' پھر انہوں نے کہا: ''شیخ ابوصالح نصر نے اپنے اس دعویٰ پر کوئی دلیل نہیں دی، جبکہ یہ نسب نہ تو حضرت غوث اعظم نے بیان فرمایا اور نہ ہی آپ کی اولاد میں سے کسی نے ذکر کیا بلکہ انساب کے ماہرین نے بہت قوی دلائل سے یہ دعویٰ کیا ہے کہ حضرت غوثِ اعظم عبداللہ بن احمد بن یحییٰ کی نسل سے ہیں، اُس عبداللہ بن محمد بن یحییٰ کی نسل سے نہیں جس کی طرف بعض لوگوں نے حضور غوث پاک کو منسوب کیا ہے۔''

میں کہتا ہوں: ''معترض کو حضرت غوثِ اعظم کے نسب شریف کو جھٹلانے کے لئے جو خیالات سوجھے اُن میں سے ایک یہ تھا کہ اس نے حضرت غوثِ اعظم کے نسب میں ایک نام (عبداللہ بن محمد) کا یوں اضافہ کر دیا: آپ عبدالقادر بن ابوصالح موسیٰ بن

عبداللہ بن محمد بن یحییٰ ہیں، اور اس بدنیت نے یہ اضافہ اس لیے کیا کہ وہ عبداللہ بن محمد کے حالات پر مشتمل کتابوں سے یہ ثابت کر سکے کہ یہ عبداللہ بن محمد تو (کم عمری میں) بے اولاد ہی اس دنیا سے رخصت ہو گیا تھا، حالانکہ حقیقی صورت حال یہ ہے کہ امام جیلانی کے نسب میں عبداللہ بن محمد نام کا کوئی فرد ہے ہی نہیں۔ بلکہ آپ کے والدِ گرامی ابوصالح موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ بن یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے ہیں، اور علم الانساب کے ماہرین کی وہ تصنیفات جن میں حضرت غوثِ اعظم کا نسب مذکور ہے، اُن میں عبداللہ بن محمد کا نام ہی نہیں ملتا، جن کتابوں کے نام ہم نے گزشتہ صفحات میں ذکر کئے ہیں اُن میں سے بعض کتابوں میں اتنی بات مذکور ہے کہ غوثِ جلی کا نسب شریف (والد کی طرف سے) نواسہ رسول سیدنا حسن سے ملتا ہے لیکن اُن کتابوں میں نسب کی تفصیل نہیں ملتی۔

تیس سے زیادہ کتابوں میں سیدنا حسن رضی اللہ عنہ تک حضرت غوثِ اعظم کے اجداد کے مبارک نام یوں مذکور ہیں: آپ عبدالقادر بن ابوصالح موسیٰ جنگی دوست بن عبداللہ، بن یحییٰ زاہد، بن محمد بن داؤد، بن موسیٰ (۱) بن عبداللہ بن موسیٰ الجون، بن عبداللہ الکامل، بن الحسن المثنیٰ بن الحسن السبط۔

''بهجة الاسرار'' میں حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کا نسب یوں ذکر کیا گیا ہے:

(۱) ''السیف الربانی'' کے احمد فریدمزیدی کی تحقیق کے ساتھ طبع شدہ میں اس جگہ محمد بن داؤد (۸۸ ق) ابن موسیٰ بن عبداللہ تحریر ہے، جبکہ بمبئی سے طبع شدہ (سال طباعت ندارد) نسخے میں محمد بن داؤد بن موسیٰ بن عبداللہ تحریر ہے، ہم نے اسی کو اختیار کیا ہے کیونکہ اسی طرح حضرت غوث اعظم اور حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے درمیان گیارہ واسطے مکمل ہوتے ہیں جن پر مورخین اور ماہرین انساب متفق ہیں۔ کتاب کا ترجمہ مکمل ہونے کے بعد ''السیف الربانی'' کا مصری نسخہ (جو کہ دمشق کے چھاپے کا عکس ہے) سامنے آیا تو اس میں بھی وہی ترتیب تھی جو کہ بمبئی والے نسخے میں پائی گئی تھی۔ (ممتاز احمد سدیدی)

"موسیٰ ابن ابو عبداللہ بن یحییٰ" قارئین کرام! اس تحریر کے باعث الجھن میں مبتلا نہ ہوں، کیونکہ عبداللہ سے پہلے "ابو" کا لفظ یا تو مؤلف کے قلم سے بے ارادہ تحریر ہو گیا ہے یا کاتب نے غلطی سے تحریر کر دیا ہے، اس لیے کہ شیخ شطنوفی نے موسیٰ بن عبداللہ بن ابوعبداللہ نہیں کہا، ورنہ اُن کا کلام معترض کے کلام سے موافق ہو جاتا۔ شیخ قصار نے اپنے بعض رسائل میں ابن عرضون کے حوالے سے کہا ہے:

"انساب اور تواریخ میں غلطیاں ہو رہی ہیں (اور ہوتی رہیں گی) یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ غلطیوں کی نشاندہی کرنے والوں کو اٹھائے گا۔"

علم الانساب کے ماہرین اور مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ (حضرت غوث اعظم کے نسب میں مذکور) موسیٰ کے والد عبداللہ بن یحییٰ ہیں اور "بهجة الاسرار" کے مؤلف بھی اس بات میں علم الانساب کے ماہرین اور مؤرخین کے ہم خیال ہیں کہ سیدنا الشیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے درمیان فقط گیارہ واسطے ہیں، معترض نے آپ کے نسب شریف میں یہ بارہواں واسطہ اس لئے بڑھایا ہے تاکہ وہ اپنا مذموم مقصد حاصل کر سکے، اللہ تعالیٰ اس معترض کی یہ آرزو پوری نہ فرمائے۔ حضور غوث پاک کا نسب شریف بیان کرنے والوں میں سے گزشتہ صفحات میں مذکور چاروں اقطاب کے نسب تحریر کرنے والے (امام عبدالرحیم برعی) کا نام بھی شامل ہے اور یہ نظم طبعی طور پر خود اپنی نگہبان ہے:

اعلم بأن الشيخ عبد القادر — سلطان أقطاب الورى الأكابر

له تضمن محمودُ النسب — أحد عشر والدا إلى النبي

هو ابن موسى نجل عبد الله — ولد يحيى الزاهد الأواه

ابن محمد بن داؤد ابن — المرتضى موسى كريم الیمن (۱)

ابن الآباء الكرام عبد الله — وهو ابن موسى الجون ذي الأنباه

و هو ابن عبد الله ذاك الأسنى — الكامل ابن الحسن المثنى

ابن الإمام الحسن بن فاطمه — و ابن علي ذي المعالي القائمه

- جان لو کہ شیخ عبدالقادر جیلانی کائنات کے بڑے اقطاب کے سلطان ہیں۔
- نبی کریم تک اُن کا نسب گیارہ اشخاص پر مشتمل ہے۔
- وہ بیٹے ہیں موسیٰ بن عبداللہ کے جو بیٹے ہیں دنیا سے بے رغبتی رکھنے اور بہت آہیں بھرنے والے یحییٰ کے۔
- حضرت یحییٰ بیٹے ہیں محمد بن داؤد کے، اور داؤد بیٹے ہیں چنے ہوئے موسیٰ کے جو کریم اور صاحب خیر و برکت ہیں۔
- عبداللہ کریم آباء و اجداد کے فرزند ہیں اور وہ باوقار موسیٰ الجون کے فرزند ہیں۔
- اور وہ اُس عبداللہ کے بیٹے ہیں جو روشن تر اور کامل ہیں اور حسن المثنیٰ کے لخت جگر ہیں۔
- اور حسن المثنیٰ امام حسن کے نور نظر ہیں، اور وہ سیدہ فاطمہ اور حضرت علی کے صاحبزادے ہیں۔ وہ علی جو بلندیوں والے ہیں۔"

---

(۱) یہ شعر احمد فرید مزیدی کی تحقیق کے ساتھ طبع شدہ نسخے میں یوں تحریر تھا:

ابن محمد بن داؤد ابن — المرتضى موسى الجون ذي الأنداه

یہاں شعر کا دوسرا مصرع کمپوزر کے ہاتھوں شاید غلطی سے حذف ہو گیا تھا جبکہ اس سے اگلا شعر سرے سے تحریر ہی نہیں تھا، اس غلطی کے باعث سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا تک حضرت غوث اعظم کے نسب میں آنے والے گیارہ افراد کی تعداد پوری نہیں ہو رہی تھی، لہٰذا ہندوستانی نسخے کی مدد سے اس غلطی کی تصحیح اور کمی کا ازالہ کیا گیا ہے (ممتاز احمد سدیدی)

حضرت غوثِ اعظم کے نسب کے بارے میں ''نتيجة التحقيق في بعض اهل النسب الوثيق'' کے مصنف کی بھی یہی رائے ہے انہوں نے حضرت غوثِ اعظم کا نسب ذکر کرنے کے بعد صراحت سے کہا:

''حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے درمیان گیارہ واسطے ہیں۔''

آپ کا جو نسب ہم نے ذکر کیا ہے اُسے تمام مؤرخین اور نقل کرنے والوں کی تصدیق حاصل ہے، حافظ ذہبی نے اپنی تاریخ ''الجامع للأعيان'' میں، سبط ابن جوزی نے ''مرآة الزمان'' میں، شطنوفی نے ''بهجة الأسرار'' میں اور ابن حجر نے ''غبطة'' میں اور ایسے دیگر کئی ائمہ نے بھی یہی نسب بیان کیا ہے جس کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔

حضور غوثِ پاک کے نسب شریف کی تحدید کے سلسلے میں ہماری تائید کرنے والوں میں سے ہمارے عالم و فاضل دوست شیخ محمد سنوسی تیونسی کی وہ نظم بھی ہے جو انہوں نے ۱۲۹۶ھ میں ''نتيجة التحقيق في بعض اهل النسب الوثيق'' پر تقریظ لکھتے ہوئے تحریر کی تھی، اس نظم کا مطلع کچھ یوں ہے:

روض زها حسنا بكل وريق

وأسال في الزهر عذب الريق

أمسى به البكري يسرى كل ما

قد طاب منه بغاية التحقيق

❀ (یہ کتاب) ایک ایسا گلستان ہے جس کے پتے پتے نے اس کی خوبصورتی کو دوچند کر دیا ہے اور اس نے ایک ایک پھول میں تروتازگی سمو دی ہے۔

❀ اسے (اس کے مصنف نے) انتہائی جستجو کے بعد ہر پسندیدہ (بات اور دلیل) کے ساتھ آراستہ کیا ہے۔

اور اس نظم میں حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کے نسب شریف سے متعلق اشعار درج ذیل ہیں:

مولاى محي الدين عبدالقادر اب	ن القوم موسى الأوحد المنطيق
ذا نجل عبد الله نجل الفذ يحيى	الزاهد بن محمد الصديق
هو نجل داؤد بن موسى نجل عبد	الله معطى الخير كل فريق
ذا نجل موسى الجون نجل الكامل ل	مرتضى عبد الله غوث الضيق
نجل الرضا حسن المثنى نجل ذا	ث السبط مرتضع أعز الفيق
اعنى الخليفة سيدى الحسن الذى	ضاهى بحسن الفضل خير شقيق

❀ میرے آقا محی الدین عبدالقادر جو صالحین کے بیٹے ہیں، آپ یکتائے زمانہ اور قادر الکلام حضرت موسیٰ کے بیٹے ہیں۔

❀ موسیٰ عبداللہ کے، اور وہ عظیم زاہد یحییٰ کے، اور وہ (یحییٰ) سچائی سے بہت زیادہ متصف محمد کے بیٹے ہیں۔

❀ اور محمد بیٹے ہیں داؤد بن موسیٰ کے، اور موسیٰ تمام فریقوں میں خیرات بانٹنے والے عبداللہ کے بیٹے ہیں۔

❀ عبداللہ بیٹے ہیں موسیٰ الجون کے، اور وہ منتخب کیے ہوئے کمال والے عبداللہ کے بیٹے ہیں جو ہر مصیبت زدہ کے مددگار ہیں۔

❀ اور عبداللہ بیٹے ہیں حسن مثنیٰ کے، اور وہ نواسۂ رسول حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے

بیٹے ہیں اور وہ فرزند ہیں کائنات کی معزز ترین ماں (حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا) کے۔

- میری مراد حضرت علی کے خلیفہ سیدی حسن ہیں، جنہوں نے اپنے حسن اخلاق کے ساتھ بہترین بھائی پر مشابہت حاصل کی۔"

اگر آپ نے معترض کی چابکدستی اور اُس کی کمزور بنیاد کا اندازہ لگالیا ہے جس پر اعتراضات کی یہ عمارت تعمیر کی گئی ہے تو آپ یقیناً معترض کے دعوے کے بے دلیل ہونے اور اُس کی کھڑی کی ہوئی عمارت کے زمین بوس ہونے کا منظر دیکھ چکے ہوں گے، معترض نے جن باتوں پر اپنے فریب کی عمارت کھڑی کی تھی ان میں سے ایک یہ تھی کہ حضرت غوث اعظم کے والد ابو صالح موسیٰ جنگی دوست عبداللہ بن محمد کے بیٹے ہیں اور عبداللہ بن محمد ۲۵۰ھ یا ۲۶۰ھ میں مدینہ منورہ میں تیس سال سے کم عمر میں فوت ہوئے، اور معترض نے عبداللہ بن محمد کا جیلان سے دور ہونا ظاہر کیا اور اُن کے وصال کے حوالے سے ۲۵۰ھ والے قول کو اختیار کیا تا کہ اُس کی نسل چلنے کے امکان کو ضعیف تر بنایا جا سکے، اس لیے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی ولادت ۴۷۰ھ میں ہوئی، لیکن عبداللہ بن محمد کا جیلان سے دور ہونا اور تیس سال سے کم ہونا عقلی اور معاشرتی طور پر عبداللہ کے ہاں اولاد ہونے کے امکان کو ناممکن نہیں بناتا، بیس سال اور پندرہ سال کے لوگ بھی صاحب اولاد ہوتے ہیں، اسی لیے ابن خلدون کے قول پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا گیا ہے:

"عموماً کسی بھی انسان کے ایک صدی میں تقریباً تین باپ (یعنی باپ، دادا، پردادا) ہوتے ہیں، اس سے کم اور زیادہ بھی ہو سکتے ہیں۔"

ابن خلدون کا یہ قول مشہور مورخ اور ماہر انساب شیخ احمد عبدالقادر حسنی نے اپنے رسالہ میں ذکر کیا اور کہا:

"حضرت معاویہ نے پہلی صدی ہجری کے آخر میں خطبۂ حج دیا، ان کے اور عبد مناف کے درمیان پانچ واسطے ہیں، اور دوسری صدی ہجری کے اختتام پر عبدالصمد بن علی بن عبداللہ بن عباس نے خطبۂ حج دیا، اُس کے اور عبد مناف کے درمیان بھی پانچ ہی واسطے ہیں، اور ایسا ہوتا رہتا ہے، اس تناظر میں ابن خلدون کا نظریہ اکثریت کے پیش نظر ہوگا، اور فقہ کے دواوین میں اُس نسب کو درست مانا جائے گا کہ عقل اور عرف اُسے ناممکن شمار نہ کرے، اور ہمیں حضرت غوث اعظم کا نسب ثابت کرنے کیلئے فقہ کے اس اصول کی ضرورت پیش نہیں آئے گی کیونکہ آپ کے نسب میں عبداللہ بن محمد موجود ہی نہیں ہیں۔"

رہا معترض کا یہ کہنا کہ قاضی ابو صالح نصر بن عبدالرزاق بن شیخ عبدالقادر جیلانی نے اپنے دادا کے نسب میں عبداللہ بن محمد کا ذکر کیا ہے تو یہ معترض کا گھڑا ہوا جھوٹ ہے، جس کی دلیل اس کے اپنے ہی رسالہ میں موجود ہے، اُس نے قاضی ابو صالح نصر بن عبدالرزاق کی طرف یہ روایت منسوب کر کے تقریباً تین صفحات کے بعد خود یہ تحریر کیا ہے کہ: "حضرت غوث اعظم کا وہ نسب نامہ جس کا قاضی ابو صالح نصر بن عبدالرزاق نے دعویٰ کیا ہے یوں ہے: اُس کے والد عبدالرزاق بیٹے ہیں شیخ عبدالقادر جیلانی بن ابو صالح جنگی دوست موسیٰ بن عبداللہ بن یحییٰ بن محمد کے، جبکہ علم الانساب کے ماہرین کے مطابق جس عبداللہ کی طرف حضرت غوث پاک کے والد

ابو صالح موسیٰ جنگی دوست کو منسوب کیا گیا ہے وہ محمد کے بیٹے ہیں، اور یہ عبد اللہ بن محمد جو ابن الرومیہ کے نام سے مشہور تھا بے اولادی اللہ کو پیارا ہوا، جبکہ اُسی کے بھائی کے بھائی یحییٰ بن محمد صاحب اولاد تھے، اور معترض نے نام گھڑنے اور ایک بے اولاد کی طرف اولاد کی نسبت کر کے حضرت غوث اعظم کے نسب شریف کا انکار کرنے کی کوشش کی ہے۔

معترض کے اپنے ہی کلام میں اس واضح تناقض کو ملاحظہ فرمائیں جو اس کے جھوٹے ہونے پر دلالت کر رہا ہے، پھر اس عجیب وغریب احمق کو دیکھیے کہ وہ ایک عالی نسب والے کو نسب بیان کرنے کے لئے کہہ رہا ہے:

''آپ کے لیے مناسب تھا کہ آپ اپنے آپ کو فلاں شخص کی طرف منسوب کرتے تاکہ ہم یہ اعتراض کر سکیں کہ فلاں شخص تو بے اولاد تھا اور تمہارے شہر میں داخل بھی نہیں ہوا تھا۔''

میں کہتا ہوں: اگر ہمارے دل میں بعض کمزور عقل لوگوں (عوام الناس) کے لیے ہمدردی نہ ہوتی تو ہم معترض کے مسودات کو نہ تو خاطر میں لاتے اور نہ ہی جواب کے قابل سمجھتے، لیکن جاہلوں کے کلام پر خاموش رہنا بھی مناسب نہیں کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا:

اذا ظهرت البدع و لعن آخر هذ ه الأمة أولها فمن كان عند ه علم فلينشره ، فان كاتم العلم يومئذ ككاتم ما أنزل على محمد - رواه ابن عساكر ، و قال شارح الحديث : أي فيلجم بلجام النار۔(۱)

(۱) اسے دیلمی نے اپنی مسند (۱/۳۶۵) میں روایت کیا۔

''جب بدعتیں ظاہر ہو جائیں اور اس امت کے بعد والے پہلوں پر لعنت بھیجیں تو جس کے پاس علم ہو اسے چاہیے کہ وہ اپنا علم ظاہر کرے، اس لیے کہ اُس دن علم کو چھپانے والا قرآن کو چھپانے والے جیسا شمار کیا جائے گا۔''

اس حدیث کو ابن عساکر نے روایت کیا، حدیث کے شارح نے فرمایا یعنی اسے قیامت کے دن آگ کی لگام پہنائی جائے گی۔

اور ایک دوسری حدیث میں ہے:

اذا فعلت أمتي خمس عشرة خصلة حل بها البلاء ، اذا كان المغنم دولا والأمانة مغنما والزكاة مغرما ، أطاع الرجل زوجه وعق أمه ، و برَّ صديقه، و جفا أباه ، وارتفعت الأصوات في المساجد وكان زعيم القوم أرذلهم ، وأُكرم الرجل مخافة شره ، و شُربت الخمور، و لُبس الحرير، واتُّخذتِ القينات والمعازف ، ولعن آخر هذه الأمة أولها فليتنظروا عند ذلك ريحا حمراء ، أو خسفة أو مسخا (۱)

قال شراح الحديث في قوله: ''ولعن ...... الخ''أي: لعن أهل الزمن المتأخر السلف۔

''جب میری امت پندرہ خصائل کو اپنا لے گی تو اُس پر عذاب نازل ہوگا:

(۱) جامع الترمذی (ط دار السلام، ریاض) ابواب الفتن، کتاب ماجاء فی حلول المسخ والخسف، حدیث رقم ۲۲۱۰ (۱۲ مترجم)

جب مالِ غنیمت کو ذاتی مال بنا لیا جائے گا اور امانت کو مالِ غنیمت سمجھ لیا جائے گا، زکات کو بوجھ سمجھا جائے گا، جب انسان اپنی بیوی کی اطاعت اور اپنی والدہ کی نافرمانی کرے گا، جب انسان دوست سے حسنِ سلوک اور اپنے والد سے بدکلامی کرے گا، جب مسجدوں میں (دنیاوی امور کے حوالے سے) آوازیں بلند ہوں گی، جب قوم کا بدترین آدمی اُن کا سردار ہوگا، جب انسان کی عزت اُس کے شر کے خوف سے کی جائے گی، شرابیں پی جائیں گی اور ریشم پہنا جائے گا اور گانے والیوں کی عزت افزائی ہوگی اور جب اس امت کے بعد والے پہلے والوں پر لعنت کریں گے تب وہ (نافرمان لوگ) سرخ آندھی، دھنسا دیے جانے یا مسخ کیے جانے کا انتظار کریں۔''

اسے امام ترمذی نے روایت کیا، اور شارحین حدیث نے ''ولعن آخر هذه الأمة'' کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا:

''اس کا مطلب یہ ہے کہ جب متاخرین سلف صالحین پر لعنت کریں۔''

اللہ تعالیٰ اُس حکمت و دانش والے شاعر پر رحم فرمائے جس نے کہا تھا:

ما لاق فيه عدم الفضول فلا يليق عنده مقولي
نعم إذا رأيت أعمى قد خطا في حرف بير صحتُ و لصمت خطأ

❀ ''جس شخص میں فضیلت نام کی کوئی چیز نہ ہو اُس سے میرا بات کرنا مناسب نہیں

❀ ہاں جب میں دیکھوں کہ کسی اندھے نے کنویں کے کنارے پر قدم رکھا ہے تو میں چلا کر اُسے آگاہ کروں گا، ایسے میں خاموشی غلط ہے۔''

حضرت غوثِ اعظم کے عجمی ہونے کی بنا پر معترض کا آپ کی سیادت سے انکار:

اور معترض کا یہ کہنا: ''عبداللہ بن محمد کی طرف منسوب حضرت غوثِ اعظم کا نسب ایسا ہے کہ اُسے نہ تو خود آپ نے بیان فرمایا اور نہ ہی آپ کی اولاد میں سے کسی نے ذکر کیا۔''

میں کہتا ہوں: ''اب معترض نے نہ چاہتے ہوئے بھی ایک سچی بات کر دی ہے، اس لیے کہ حضرت غوثِ اعظم اور آپ کی اولاد میں سے کسی نے عبداللہ بن محمد کو نسب میں ذکر نہیں کیا، بلکہ عبداللہ بن یحییٰ کو ذکر کیا ہے جیسے کہ ہم نے (گذشتہ صفحات میں) تحریر کیا، معترض کی یہ بات ایسا سچ ہے جس کا باطل مفہوم ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی۔''

پھر معترض نے کہا: ''عبداللہ بن محمد والا نسب حضرت غوثِ اعظم یا آپ کی اولاد میں سے کسی اور نے نہیں بلکہ آپ کے پوتے نے بیان کیا ہے، اور اس نسب کے باطل ہونے کے لیے اتنی بات ہی کافی ہے کہ قاضی ابو صالح نصر نے جنگی دوست کو عبداللہ بن محمد کا بیٹا قرار دیا ہے، حالانکہ عبداللہ بن محمد حجازی ہیں اور کبھی حجاز سے باہر نہیں گئے، تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے بیٹے کا یہ عجمی نام (موسیٰ جنگی دوست) رکھیں۔''

میں کہتا ہوں: ''شیخ عبدالرزاق نے معترض کے قول کے برعکس امام جیلانی کا نسب شریف (جیسے کہ پچھلے صفحات میں گزرا) بیان کیا ہے، بلکہ آپ کے والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ خود بھی اپنے خطبات میں فرمایا کرتے تھے: ''میرے نانا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔'' یا فرمایا کرتے تھے: ''میرے نانا ایسے تھے۔'' یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے کہ حضرت غوثِ اعظم کے پوتے اور نواسے راسخ علم والے علماء، اور خوفِ خدا رکھنے

والے متقی اور بڑے بڑے اولیا واللہ تھے، وہ حضرات کیسے غلط نسب بیان کر سکتے ہیں؟ یا وہ اپنے عزیز و اقارب میں سے کسی کو اپنے جدِ اعلیٰ کا غلط نسب بیان کرتے ہوئے دیکھ کر کیسے خاموش رہ سکتے ہیں جبکہ اُن کی بات کو احترام سے سنا اور مانا جاتا تھا، اگر طوالت کا خوف نہ ہوتا تو ہم حضرت غوث اعظم کے پوتوں اور نواسوں کے نام ذکر کرتے اور انصاف پسند علماء نے اُن حضرات کی جو تعریفیں کی ہیں انہیں ذکر کرتے، پھر ہم اس حوالے سے وہ کچھ ذکر کرتے جو علم الانساب کے ماہرین نے کہا ہے اور ہم نے گزشتہ صفحات میں اُن حضرات کے نام بھی لکھے ہیں۔''

اور معترض کا عبداللہ بن محمد کے بارے میں یہ کہنا: ''اس کے بیٹے کا نام جنگی دوست رکھنا درست نہیں۔''

میں کہتا ہوں: ''ہم نے تو اُن کے بیٹے کا نام جنگی دوست نہیں رکھا، اور جنگی دوست لقب رکھنے والے موسیٰ تو عجم میں پیدا ہوئے ہیں اور وہ عبداللہ بن محمد حجازی کے نہیں بلکہ شیخ یحییٰ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ہیں، ہم دیکھتے ہیں کہ معترض کو حضرت غوث اعظم کے والدِ گرامی حضرت ابو صالح موسیٰ جنگی دوست رحمۃ اللہ علیہ کا عجمی ہونا بہت بھلا معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس کے خیال میں آپ کی عجمیت اُسے آپ کے قریشی نسب کی نفی میں مدد دیتی تھی، لیکن اس مسکین کو یہ خبر نہیں کہ جو شخص بھی کسی جگہ رہائش رکھتا ہے وہ اسی جگہ کی طرف منسوب ہوتا ہے(1) اس سلسلے میں شیخ الاسلام زکریا انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

(1) جیسے مکی، مدنی، بغدادی، دہلوی، لاہوری۔ اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ اگر کوئی سیدنا حسن و سیدنا حسین رضی اللہ عنہما کی اولاد میں سے ہے، تو وہ غیر عربی خطے میں رہائش کے باعث اپنے آپ کو ''سید'' نہ کہلائے، نسب کا اعتبار آباؤ اجداد سے ہوتا ہے خطوں سے نہیں کیونکہ عرب ممالک میں غیر سید بھی پائے جاتے ہیں اور غیر عرب ممالک بھی سادات کے وجود سے محروم نہیں ہیں۔ (ممتاز احمد سدیدی)

''کسی جگہ کی طرف منسوب ہونے کے لیے وہاں قیام کی کوئی زمانی حد متعین نہیں ہے اگرچہ بعض لوگوں نے چار سال کی حد مقرر کی ہوئی ہے۔''

آپ کی کتاب پر حاشیہ لکھتے ہوئے سیدی علی العدوی نے ''نخبة الفكر'' کے بعض حواشی کے حوالے سے فرمایا:

''کسی شہر میں فقط داخل ہونا بھی اس شہر کی طرف نسبت کے لیے کافی ہے، اگرچہ یہ داخلہ تجارتی نکتہ نظر سے ہو یا کسی سے ملنے کیلئے ہو۔''

حضرت شیخ سیدی عبداللہ در جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے قبل آپ کے دادا اور پردادا یا اُن کے بھی والد جیلان میں رہائش پذیر رہے، تو آپ کے اور آپ کے دادا اور پردادا کے عجمی ہونے کو آپ کی سیادت کی نفی کے لئے دلیل کیسے بنایا جا سکتا ہے؟ ایسی بات کھلی جہالت اور دین میں خیانت ہے۔

معترض کا عبداللہ بن محمد کے بارے میں یہ کہنا:

"لم يسافر من الحجاز أبدا"

''انہوں نے کبھی حجاز سے باہر کی طرف سفر نہیں کیا۔''

یہاں معترض کی طرف سے فعل ماضی کے ساتھ ''ابدا'' کا استعمال اس کے بے علم ہونے کی واضح دلیل ہے وہ علماء میں سے شمار کئے جانے کے قابل نہیں ہے، اس نے جیسے یہاں ''ابدا'' کا غلط استعمال کیا ہے، اسی طرح آنے والے قول میں بھی یہ کلمہ غلط ہی استعمال کیا ہے، اس نے حضرت غوث اعظم کے بارے میں کہا:

"لا نسبة له بأهل البيت النبوى أبدا"

''آپ کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانے کے ساتھ کچھ تعلق نہیں۔''

عربی زبان میں ''قط'' کے برعکس ''ابدا'' مستقبل کے لیے آتا ہے، عربی میں کہا جاتا ہے:

"لا یسافر ابدا"

''وہ مستقبل میں کبھی سفر نہیں کرے گا۔''

جبکہ ''قط'' کا استعمال کرتے ہوئے کہا جاتا ہے:

"لم یسافر قط۔"

''اس نے ماضی میں کبھی سفر نہیں کیا۔''

معترض نے حضور غوث پاک کے نسب کے بارے میں ہرزہ سرائی کرتے ہوئے پھر کہا: ''آپ کی سیادت ثابت کرنا ایک بے بنیاد بات کو منوانے کی کوشش ہے، اس لیے کہ مؤرخین اور علم الانساب کے ماہرین کا جس بات پر اجماع ہے وہ فقط اتنی ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی اپنے زمانے کے اکابر صوفیہ اور جلیل القدر عبادت گزار لوگوں میں سے تھے، اور آپ کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانے سے کچھ تعلق نہیں۔''

میں کہتا ہوں: ''معترض کی طرف سے حضور غوث پاک کی سیادت پر اعتراض اور آپ کی سیادت کی نفی کی کوشش ایک جھوٹے الزام کو ثابت کرنے کی ناپاک کوشش ہے، اور حضرت غوثِ اعظم کی سیادت کو نہ ماننے سے بڑھ کر ناپاک جسارت کیا ہوگی؟ اور اُس کا حضرت غوثِ اعظم کے بارے میں یہ کہنا بالکل بے بنیاد اور باطل ہے کہ: ''آپ کے سید نہ ہونے پر مؤرخین اور علم الانساب کے ماہرین کا اجماع ہے۔'' قارئین کرام نے حضرت غوث پاک کی سیادت کے حوالے سے مؤرخین اور علم الانساب کے ماہرین کے اقوال گزشتہ صفحات میں ملاحظہ فرمائے ہیں۔

معترض کا دعویٰ کہ غوثِ اعظم کے پوتے نے ابنِ میمون سے سادات کے شجرے میں نام لکھنے کی درخواست کی:

معترض نے کہا: ''حضرت غوثِ اعظم کے سلسلے سے وابستہ بعض نادانوں اور کم عقل والے لوگوں نے آپ کے سید ہونے کی بات کی ہے۔''

میں کہتا ہوں: ''ایسا نہیں بلکہ حضرت غوثِ اعظم کی سیادت کا اعتراف تمام سلاسلِ طریقت اور سُنی مذاہب کے علماء، فضلاء، اور دانشوروں نے کیا ہے اور آپ حضرات نے پچھلے صفحات میں ان بڑے بڑے لوگوں کے اسماء ملاحظہ فرمائے ہیں، اگر وہ سب نادان اور ناسمجھ لوگ ہیں تو پھر امت میں کوئی بھی قابلِ اعتبار اور عقلمند باقی نہیں رہ جاتا۔''

پھر معترض نے کہا: قاضی ابو صالح نصر بن عبدالرزاق بن حضرت عبدالقادر نے ماہر علم الانساب سید ابنِ میمون کو خط لکھا اور اُس سے کہا: ''مجھے نواسۂ رسول کی آل میں داخل کر دو۔'' اُس نے جواب دیا:

''آپ کو تو ہم جانتے ہیں کہ آپ قاضی (جج) ہیں، اور آپ کے والد شیخ عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ ایک فقیہ اور صالح انسان تھے، جبکہ آپ کے دادا شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ ایک ایسے صوفی اور متقی بزرگ تھے کہ اُن سے برکت حاصل کی جاتی تھی، اور اُن سے دعائے خیر کی التماس کی جاتی تھی، رہا اُن کا نسب تو وہ اُسی طرح ہے جیسے آپ نے اپنی کتابوں میں تحریر کیا ہے کہ وہ فارس کے ایک علاقے بُشتیر کی طرف نسبت کے باعث بُشتیری ہیں، اس لئے تم اللہ سے ڈرو اور ہاشمیت کو ہاشمیوں

کے لیے ہی چھوڑ دو، والسلام۔"

فیروز آبادی نے بھی "قاموس" میں یہی لکھا ہے، اُس کے الفاظ درج ذیل ہیں:

"البُشتیری هو شیخ الاسلام عبدالقادر بن أبی صالح الجیلی
کذا نسبه حفیده القاضی ابو صالح الجیلی۔"

"بُشتیری: یہ شیخ الاسلام عبدالقادر بن ابی صالح جیلانی ہیں، آپ کے پوتے قاضی ابوصالح جیلانی نے اُن کا نسب اسی طرح بیان کیا ہے۔"

میں کہتا ہوں: "فرض کیا اگر حضرت غوثِ اعظم کے پوتے نے ابن میمون سے اپنے آپ کو نواسۂ رسول سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد میں شامل کرنے کی درخواست کر ہی لی تھی تو آپ نے کوئی غلط کام تو نہیں کیا بلکہ آپ نے تو اپنا حق مانگا تھا، کوئی علم و فضل والا آپ کے اس حق اور آپ کے نسب شریف کا انکار نہیں کر سکتا، قاضی ابوصالح نصر بن عبدالرزاق مشہور علماء میں سے تھے، اور امام ابن حجر عسقلانی نے اپنی فہرست میں جناب قاضی ابوصالح سے روایت ذکر کی ہے اور اپنی کتاب "الغبطة" میں اپنے اور جناب قاضی ابوصالح نصر کے درمیان وسیلوں کی کمی اور آپ سے قرب پر فخر کا اظہار کیا ہے، امام ابن حجر نے قاضی ابوصالح نصر کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: "وہ ثقہ ہیں اور مُسْنِدِیْن میں سے ہیں اور ہمیں اُن سے عالی روایت فقط تین واسطوں کے ساتھ حاصل ہوئی ہے، جیسے کہ شاذلیہ سلسلے کے بہت بڑے ناقد علامہ اور ولی سیدی احمد مرزوق نے قادریہ سلسلہ (کا فیض) حضرمی سے حاصل کیا، انہوں نے یحییٰ جیلی سے، انہوں نے اپنے والد احمد سے، انہوں نے اپنے والد عماد الدین ابوصالح نصر بن عبدالرزاق سے، اور شیخ عبدالرزاق نے اپنے والد حضرت غوثِ اعظم سے قادریہ

سلسلہ حاصل کیا، اور علم الاسانید کے بڑے بڑے ماہرین نے مذکورہ بالا سند کے ساتھ سلسلہ عالیہ قادریہ حاصل کیا، اور اس سند اور سلسلے پر فخر کیا جیسے کہ یہ بات فنِ اسانید کی کتابوں میں مذکور ہے۔"

صوفیہ کے بارے میں شیخ زروق کی شدت اور صوفیا کرام پر اُن کی تنقید کو بھی جانتے ہیں، لیکن اس کے باوجود شیخ زروق نے قاضی ابوصالح نصر کو وسیلہ بنایا ہے جو کہ بہت سے علماء اور اولیاء کو فیض رسانی کرنے والی شخصیت ہیں، ایسی شخصیت سے شیخ زروق اس بات کو کیسے قبول کر سکتے ہیں کہ وہ اپنا نسب ابن میمون کے سامنے بیان کرتے ہوئے اس حد تک گر جائیں گے کہ اپنا نسب کسی غیر کی طرف غلط طریقے سے منسوب کریں جیسے کہ دھوکے باز لوگ کرتے ہیں، لیکن (اے معترض) اگر تیرے پاس شرم و حیاء کی کمی ہو تو جو چاہو کرو۔

پھر معترض نے "قاموس" سے جو اقتباس لیا ہے وہ بھی صریح خیانت ہے اور اُس نے ایسا افتراء باندھا ہے جو قارئین کی نظروں سے اوجھل نہیں رہ سکتا، فیروز آبادی نے "قاموس" میں فقط یہ لکھا ہے: "بُشتیری (باء پر ضمہ کے ساتھ) وہ شیخ الاسلام عبدالقادر بن ابوصالح جیلانی ہیں، اُن کے پوتے قاضی ابوصالح نے اُن کو بُشتیر کی طرف اسی طرح منسوب کیا ہے۔"

اس بددیانت معترض نے مضاف (شیخ) اور مضاف الیہ (عبدالقادر) کے درمیان "الاسلام" کا اضافہ کر دیا تاکہ پڑھنے والا یہ گمان کرے کہ حضرت غوثِ اعظم بُشتیری ہیں حالانکہ کہا یہ گیا ہے کہ حضرت غوثِ اعظم کے شیخ (پیر و مرشد شیخ ابوسعید مخزومی رحمۃ اللہ علیہ) بُشتیری ہیں، شیخ ابوصالح نے یہی بات فرمائی ہے۔

یہ گمان بھی نہیں کیا جا سکتا تھا کہ ایک حاسد جوشِ حسد میں دیانت اور شرم و حیاء کو اس حد تک پامال کر دے گا کہ وہ ابنِ میمون سے حضرت غوثِ اعظم کے پوتے ابو صالح اس تقاضے کی نسبت کرے گا کہ وہ آپ کو سادات میں شمار کر لیں، یہ ایک غلط اور بے بنیاد بات ہے، نہ حضرت ابو صالح کی طرف سے ایسا کوئی تقاضا ہوا اور نہ ہی ابنِ میمون کی طرف سے انکار ہوا۔

اور معترض کی طرف سے یہ دعویٰ کرنا کہ حضرت غوثِ اعظم بُشتیری ہیں اگرچہ کسی علم و فضل والے کے حوالے سے ہی ہو لیکن پھر بھی اُس کا یہ دعویٰ ہماری تائید میں ہوگا، کیونکہ حضور غوثِ اعظم بُشتیری نہیں ہیں، لیکن حضرت غوثِ اعظم کو بُشتیری کہنے والا معترض خود بُشتیری اور اس گھٹیا پن کا شکار ہو سکتا ہے۔(۱)

''وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ۔'' (۲)

''اور کوئی جان کسی دوسری جان کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔''

قارئینِ کرام آپ ''قاموس'' کی طرح دیگر کتابوں جیسے شیخ شہاب الدین سہروردی کی ''عوارف المعارف''، امام شعرانی کی ''جواہر''، اور ابن عربی حاتمی کی ''فتوحاتِ مکیہ'' سے لیے گئے اقتباسات میں بھی معترض کی خیانتیں ملاحظہ فرمائیں گے، اللہ تبارک و تعالیٰ نے معترض کا حال ہمارے سامنے کھول دیا، اور یہ بات کھل کر ہمارے سامنے آئی ہے کہ معترض مشہور و معروف کتب سے تحریف کے ساتھ اقتباسات نقل کرتا ہے اور غالباً اُس کی ذکر کردہ اکثر کتابیں ایسی ہی ہیں، عربی مقولہ ہے:

---

(۱) یعنی وہ اپنے آپ کو اپنے والدین کے علاوہ کسی غیر کی طرف منسوب کرے، اور غالباً گھٹیا پن سے حضرت مصنف کی یہی مراد ہے۔(مترجم)

(۲) سورۂ انعام ۱۶۴، سورۂ اسراء ۱۵، سورۂ فاطر ۱۸، سورۂ زمر ۷

''من اطلعت له على سيئة فعنده لها أخوات۔''

''تم جس کی ایک برائی پر مطلع ہوئے ہو اس میں مزید برائیاں بھی ہیں۔''

اسی لئے حدیث کے ائمہ نے اُس شخص کو ہمیشہ کے لیے مُدلس قرار دیا ہے جس سے حدیث کی روایت میں فقط ایک مرتبہ بھی تدلیس کا جرم سرزد ہوا ہو، حافظ عراقی نے اپنے ''الفیہ'' میں تدلیس کے باب میں لکھا ہے اور امام شافعی نے ائمۂ حدیث کے لگائے گئے اِس حکم کو برقرار رکھا: ''جس کی بعض گواہیوں میں جھوٹ ثابت ہو گیا اُس کی تمام گواہیاں نا قابلِ اعتبار ہو گئیں۔''

شیخ یحییٰ شاوی نے اپنے رسالے ''البحث والتحقيق'' میں عبدالرحمٰن بن مہدی سے روایت کی ہے: ''میں نے شعبہ، ابنِ مبارک، ثوری اور امام مالک بن انس سے اُس شخص کے بارے سوال کیا جس پر (ائمۂ حدیث کی طرف سے) جھوٹ کا الزام لگایا گیا تو اُن سب نے فرمایا: ''اُس شخص کے جھوٹ کو بیان کرو اس لیے کہ یہ تمہاری ذمہ داری ہے۔''

''المعیار'' کے مصنف نے ابنِ خلدون سے نقل کیا ہے: ''نسب کے بارے میں ایسے شخص کی تنقید لغو شمار ہوگی اور قابلِ توجہ نہ ہوگی جسے نہ تو دین کا علم ہے اور نہ ہی انساب کی خبر، ہم ایسی بات (نسب میں بلاوجہ طعن) سے اللہ تعالیٰ کی پناہ اور عافیت کا سوال کرتے ہیں۔''

پھر معترض نے کہا: ''حافظ کبیر مفتی الثقلین تقی الدین واسطی نے اپنی کتاب ''ترياق المحبين في طبقات خرقة المشايخ العارفين'' میں حضرت شیخ عبدالقادر کے ذکر کے وقت فرمایا: ''بهجة الاسرار'' کے مصنف شیخ شطنوفی مصری نے نواسے

رسول امام حسن رضی اللہ عنہ کی طرف آپ کی نسبت کی ہے اور اس نسبت کو انساب کے ماہر علماء میں سے کسی نے بھی درست قرار نہیں دیا، شیخ شطنوفی نے من مانی کی ہے اللہ تعالیٰ اُن پر رحم فرمائے۔''

میں کہتا ہوں: ''معترض نے اپنے کتابچے میں سیدی عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت کا انکار کرنے والے پسندیدہ لوگوں کی تعظیم و توقیر کو معمول بنایا ہے، جبکہ سیدی عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مرتبہ و مقام کا اقرار اور اظہار کرنے والی بڑی بڑی شخصیات کی تضحیک کرنا اور اُن کے لیے دعا میں کمی کرنا معترض کا پسندیدہ مشغلہ ہے، یہ سب شعلے ہیں جو معترض کے قلم سے نکلے ہیں۔''

اور معترض کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ: ''علم الانساب کے ماہرین میں سے کسی نے اہلِ بیت کے ساتھ حضرت غوثِ اعظم کی نسبت کا اقرار نہیں کیا۔'' بلکہ میں تو کہتا ہوں: ''علم الانساب کے ماہرین کا تو حضرت غوثِ اعظم کے سید ہونے پر اجماع ہے، جیسے کہ تفصیل علامہ عبدالرحمٰن فاسی کی تصنیف ''جوهرة العقول في ذكر آل الرسول'' میں مذکور ہے، اور کچھ تفصیل پچھلے صفحات میں بھی گزر چکی ہے، اور اس اجماع کی تشریح ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی (1) کی ہے، اور ''سرية الجيش'' میں ہے:

ولا اعتداد بحسود لاه　　يريد أن يطفئ نور الله

''اس غیر ذمہ دار حاسد کی کوئی حیثیت نہیں جو اللہ کے نور کو بجھانا چاہتا ہے۔''

پھر معترض نے کہا: ''اس نسب کو عدل و انصاف والی دلیل کے ساتھ ہی ثابت کیا جا سکتا ہے اور ایسی دلیل قاضی ابو صالح کو نہیں مل سکی، اور مزید یہ کہ ان کے جدِ امجد حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی اور اُن کی اولاد (قاضی ابو صالح) کے کلام سے بھی دلیل نہیں ملتی۔''

میں کہتا ہوں: ''میں بھی دلیل کی اہمیت کا انکار نہیں کرتا، بیان کیا گیا ہے کہ ایک نادار سید زادی نے کسی مسلمان کے دروازے پر دستک دے کر کھانے پینے کے لیے کچھ مانگتے ہوئے کہا: ''میں سید زادی ہوں۔'' تو گھر والے نے کہا: ''آپ کے سیدہ ہونے کی کیا دلیل ہے؟'' تو اُس شخص نے رات کو خواب میں دیکھا کہ قیامت برپا ہو گئی ہے، اور اُسے شدید پیاس لگی، وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض پر آیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پانی کی التماس کرتے ہوئے کہنے لگا: ''میں مسلمان ہوں۔'' تو آپ نے پوچھا: ''تمہارے مسلمان ہونے کی کیا دلیل ہے؟'' یہ سوال سن کر گھبراہٹ کے سبب اُس شخص کی آنکھ کھل گئی۔

اور معترض کا یہ کہنا بھی دھوکہ ہے کہ: ''قاضی ابو صالح کے پاس حضرت غوثِ اعظم کی سیادت کی دلیل نہ ہونے کے ساتھ ساتھ اُن کو اس مسئلہ پر اپنے جدِ اعلیٰ حضرت غوثِ اعظم کی طرف سے بھی تائید نہیں ملی۔''

معترض کی چالاکی دیکھئے کہ اس نادان نے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت غوثِ اعظم نے خود اپنے سید ہونے کی نفی کی ہے، اور پچھلے صفحات میں گزر چکا ہے کہ حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ اور آپ کی ساری اولاد نے اپنے حسنی نسب شریف کا ذکر فرمایا ہے، اور فرض کیا کہ حضرت غوثِ اعظم نے اپنے سید ہونے کا ذکر نہ بھی فرمایا ہو، تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آپ کی حسنی نسبت درست نہیں، اس دنیا میں حسنی نسبت پر فخر کرنے والے اکثر لوگوں کا مقصد جاہ و مال کا حصول ہوتا ہے، جبکہ دنیا سے

---

(1) حضرت ملا علی قاری نے اس مسئلہ پر اپنی تصنیف: ''نزهة الخاطر الفاتر في ترجمة سيدي الشريف عبد القادر سلطان الأولياء الأكابر الحسني الحسيني رضي الله عنه'' میں تفصیلی گفتگو فرمائی ہے۔(مترجم)

بے رغبتی اور بے نیازی رکھنے والے اکثر لوگ پوچھے بغیر اپنے حسنی نسب کا اظہار نہیں کرتے، اور یہ شرعی حکم ہے کہ اگر کوئی باپ (غصے اور ناراضگی کی وجہ سے) اپنے بیٹوں کے نسب کی نفی کر دے تو بھی بیٹوں کا نسب برقرار رہے گا، کیونکہ بیٹوں کے نسب کی نفی کرنا اُس کے اختیار میں ہی نہیں ہے، اس مقام پر ہم نے مشہور محقق ابو العباس احمد وانشریسی کا فتویٰ نقل کرنا مناسب سمجھا ہے، اور وہ فتویٰ ہمارے پیش نظر مسئلے کی واضح توضیح ہے۔

معترض نے کہا: فقیہ و قاضی ابو علی الحسن بن عثمان وانشریسی (۱) سے اُن بیٹوں کے بارے میں پوچھا گیا جن کے باپ کے بارے میں سید ہونے کی گواہی دی گئی تھی اور وہ انتقال کر گیا، اُس کے بیٹے اپنے باپ کے انتقال کے بعد بیس سال تک سید کہلاتے رہے، پھر ان بیٹوں کے جس باپ کے سید ہونے کی گواہی دی گئی تھی اور وہ خود بھی ساری زندگی سید ہی کہلاتا رہا تھا، کسی مخالف نے یہ گواہی دی کہ ''وہ کہا کرتا تھا: ''جس نے مجھے سید کہا میں کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اُس سے جھگڑا کروں گا۔'' کیا اس گواہی کے بعد مذکورہ بالا شخص کی اولاد کا نسب باطل ہو گا یا نہیں؟

اس پر مفتی مذکور نے جواب دیا: مسئلہ میں مذکور شخص اور اُس کی اولاد کا سید ہونا ثابت ہے، کسی شخص کا ایسا قول (اگر اُس نے کہا ہو تو بھی) اُس کے نسب کو باطل نہیں کرتا،

(۱) حضرت مصنف نے وانشریسی کی نسبت رکھنے والی شخصیت کا نام دو دفعہ ذکر فرمایا: پہلی مرتبہ ابو العباس احمد وانشریسی لکھا جبکہ دوسری دفعہ ابو علی حسن بن عثمان وانشریسی لکھا ہے۔ یہاں پر کاتب کے ہاتھوں کنیت بھی تبدیل ہو گئی، نام بھی تبدیل ہو گیا اور مفتی صاحب کے والد کا نام بھی بڑھا دیا ہے، پیش نظر دونوں نسخوں میں یہ دونوں نام اسی طرح مذکور تھے اور راقم الحروف یہ تعین نہیں کر سکا کہ ان دونوں میں سے کس کو اختیار کیا جائے، لہٰذا ان دونوں ناموں کو اسی طرح رہنے دیا، اس سلسلے میں کسی مستند حوالے کے حصول پر اس مقام میں تبدیلی کی جائے گی ان شاء اللہ۔ (مترجم)

ممکن ہے اُس نے کسی مجبوری کی باعث ایسا کہا ہو، یہ ایک ایسا حق ہے جسے اپنے یا کسی دوسرے کے حق میں فسخ کرنا اُس کے اختیار میں نہیں ہے، اور انساب فقط صحیح دعویٰ اور اپنے آپ کو منسوب کرنے کے ساتھ ثابت ہوئے ہیں اور اگر اس کے ساتھ ساتھ عادلانہ گواہی بھی شامل ہو جائے تو پھر اس نسب کے صحیح ہونے میں کچھ کمی باقی نہ رہے گی۔ یہ مختصر گفتگو تقریباً چار صفحات پر بکھرے ہوئے سوال و جواب کا خلاصہ ہے۔

پھر معترض نے کہا: حضرت غوثِ اعظم کے نسب میں مذکور عبداللہ بن محمد بے اولاد تھا اور اُس کے بھائی یحییٰ بن محمد صاحب اولاد تھے۔

میں کہتا ہوں: اور یہ بات پہلے بھی کہی ہے کہ یہ ''عبداللہ بن محمد'' حضرت غوثِ اعظم کے نسب میں مذکور ہی نہیں ہے، اور ایسے میں ہمیں اس بات سے غرض ہی نہیں کہ ''عبداللہ بن محمد'' کے ہاں اولاد تھی یا نہیں، حضرت غوثِ اعظم کے دادا ''حضرت عبد اللہ'' یحییٰ بن محمد کے بیٹے ہیں جن کے صاحب اولاد ہونے کا معترض نے خود بھی اعتراف کیا ہے، ہم نے گزشتہ صفحات میں معترض کی طرف سے عبداللہ بن محمد کو حضرت غوثِ اعظم کے نسب میں داخل کیے جانے کا سبب تحریر کیا تھا، علم الانساب کے سب ماہرین کا اِس بات پر اجماع ہے کہ حضرت غوثِ اعظم کے اجداد کی تعداد گیارہ ہے اور اس تند خو معترض نے حضرت غوثِ اعظم کے اجداد میں بارہویں شخصیت (عبد اللہ بن محمد) کا اس لیے اضافہ کیا کہ وہ اپنے حسد کی آگ بجھا سکے۔

اِس دلیل کا رد کہ مؤرخین کے درمیان غوثِ اعظم کے والد کے نام میں اختلاف ہے:

معترض نے کہا: ''مؤرخین کے درمیان تو شیخ عبدالقادر جیلانی کے والد کے نام میں بھی اختلاف ہے اُن کے سلسلۂ نسب میں مذکور باقی لوگوں کا کیا حال ہو گا؟

اس لیے کہ مؤرخین میں سے کسی نے آپ کو عبدالقادر بن صالح کہا، کسی نے ابن جنگی دوست موسیٰ کہا، کسی نے آپ کو عبداللہ کا بیٹا کہا اور کسی نے یحییٰ کا بیٹا کہا، اور کسی نے آپ کو ابوصالح کا بیٹا قرار دیا۔''

میں کہتا ہوں یہ چالاکی معترض کے کسی کام آنے کی نہیں، اس لیے کہ حضرت غوثِ اعظم کے والد گرامی کا نام موسیٰ اور کنیت ابوصالح اور لقب جنگی دوست یعنی عظیم المرتبہ[1] ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں، اور معترض نے جو نام بڑھائے ہیں اُن کے بارے میں مجھے کچھ علم نہیں کہ مؤرخین میں سے کچھ ناسمجھ لوگوں نے یہ نام ذکر کیے ہیں یا نہیں، میرے نزدیک کسی معتبر عالم کو حضرت غوثِ اعظم کے والدِ گرامی کے نام میں کچھ شک وشبہ نہیں ہو سکتا اور معترض کی یہ بیہودہ بات حضرت غوثِ اعظم کے مرتبہ ومقام کو کم کرنے کی ایک بے سود کوشش ہے۔ حضرت غوثِ پاک کے والد گرامی کے نام میں اختلاف اور پانچ اقوال کا پایا جانا نہ تو حضرت غوثِ پاک کے لیے عیب ہے اور نہ ہی آپ کے والد کے لیے، اس لیے کہ صحابیِ رسول حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے والد کے بارے میں اختلاف کیا گیا ہے اور اس حوالے سے ''عمدۃ القاری شرح البخاری'' میں تقریباً تیس اقوال مذکور ہیں، آپ کے والد کے حوالے سے دو نام مشہور ترین ہیں: عبداللہ اور عبدالرحمٰن، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اہلِ صفہ میں سب سے زیادہ معروف ہیں، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابہ کے استاذ بھی ہیں، اس کے باوجود اُن کے والد کے نام کے بارے میں اختلاف کا ہونا اُن کے لیے عیب نہیں

---

[1] جنگی دوست کا یہ معنی مصنف علیہ الرحمۃ نے تحریر فرمایا ہے۔ اس لقب کا لفظی معنی تو ''جنگ سے نہ گھبرانے والا اور اُسے پسند کرنے والا یعنی دلیر'' کے ہیں، یقیناً یہ لقب عظیم المرتبہ اور دلیر لوگوں کو ہی دیا جاتا ہوگا (مترجم)

تو پھر یہ امر حضرت غوثِ اعظم کے لیے کیسے عیب بن گیا؟

اور معترض نے کہا: ''اگر حضرت غوثِ اعظم کا حسنی نسب ثابت ہوتا تو ابنِ جوزی اپنی تاریخ میں اور ابنِ سمعانی اور دیگر کبار مشائخ اپنی کتب میں اس بات کا ضرور ذکر کرتے۔''

میں کہتا ہوں: ''معترض کی یہ بات بھی حضرت غوثِ اعظم کے حسنی نہ ہونے کی دلیل نہیں، بلکہ اگر مذکورہ بالا دونوں حضرات آپ کے حسنی نسب کی نفی کرتے تو معترض حضرت غوثِ پاک کے حسنی نسب کو ثابت کرنے والے بڑے بڑے علماء اور مشائخ کا کلام بھی سن لیتا، کسی چیز کو ثابت کرنے والا نفی کرنے والے پر مقدم ہے، جیسے کہ اصولِ فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے: ''المثبت مقدم علی النافی۔''

پھر معترض نے کہا: ''اگر حضرت غوثِ اعظم کا حسنی نسب درست ہوتا تو ممکن ہی نہیں تھا کہ انساب کے ماہر وہ علماء جنہوں نے مختصر اور تفصیلی شجرے مرتب کیے ہیں اس شجرۂ نسب کو چھپا لیتے۔''

میں کہتا ہوں: ''علمِ انساب کے ماہرین نے حضرت غوثِ اعظم کا نسب چھپایا تو نہیں بلکہ ظاہر کیا تھا جیسے کہ ہم نے (پچھلے صفحات میں) ذکر کیا ہے، پھر معترض نے جو الفاظ (لایمکن) تحریر کیے ہیں بہت عامیانہ الفاظ ہیں۔ اُس کے خیال میں اگر حضرت غوثِ اعظم کا حسنی نسب درست ہوتا تو مؤرخین اُسے ضرور ذکر کرتے اور اُن کا خاموش رہنا ناممکن تھا۔ حالانکہ صورتِ حال یہ ہے کہ علماء اپنی کتابوں کے چہرے جہالت کی سیاہی کے ساتھ کالے کرنے کے لیے ہرگز تیار نہیں، خاص طور پر وہ علماء جو بحث اور تحقیق کے لیے کمربستہ ہیں اور بڑے بڑے لوگوں کے کلام کا اپنے فہم سے رد

کرنے والے ہیں۔''

پھر معترض نے کہا: ''ہاں بعض متاخرین نے اور وہ بھی بہت تھوڑے ہیں ''بهجة الأسرار'' کے مصنف شیخ شطنوفی کی اتباع کرتے ہوئے حضرت غوثِ اعظم کی اہلِ بیت کے ساتھ نسبت کا ذکر کیا ہے۔''

میں کہتا ہوں: ''معترض نے اپنی جامد عقل کے ساتھ یہ گمان کیا ہے کہ حضرت غوثِ اعظم کا حسنی نسب بیان کرنے والوں نے صرف مناقب پر مشتمل کتابوں سے ہی استدلال کیا ہے، اگر وہ ایسا سمجھتا ہے تو وہ سراسر غلطی پر ہے، کیونکہ حضرت غوثِ اعظم کا حسنی نسب بیان کرنے والے علماء کا اپنی کتابوں میں انساب کے ماہر علماء کی آراء پر اعتماد تھا جیسے کہ انساب اور شجروں پر مشتمل کتابوں کے مصنفین کا طریقہ ہے، ان کتابوں میں ایک سطر بھی شیخ شطنوفی سے منقول نہیں، بلکہ ان میں سے بعض حضرات تاریخی اعتبار سے شیخ شطنوفی سے پہلے ہیں، اور بعض اُن کے ہم عصر ہیں، اور یہ بات تقریباً ناممکن ہے کہ وہ اندلسی مورخین کی طرح شیخ شطنوفی کی اتباع کریں، اور معترض کا یہ کہنا غلط ہے کہ: ''حضرت غوثِ اعظم کا حسنی نسب بیان کرنے والے نہایت قلیل ہیں۔'' اور اس (بات کے بطلان) کی تفصیل پچھلے صفحات میں گزر چکی ہے۔

پھر معترض نے کہا: ''سید سراج الدین رفاعی مخزومی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب: ''صحاح الأخبار'' میں حضرت غوثِ اعظم کا حسنی نسب ثابت کرنے کے لیے جن تاویلات سے کام لیا ہے وہ یہاں تک پہنچ گئیں کہ انہوں نے حضرت غوثِ اعظم کی اولاد کی زبان سے کہا:

إن فاتنا نسب النبي ولادة فلنا له نسب من الأرواح

''اگر ہمیں پیدائشی طور پر نبی کریم ﷺ کا نسب نصیب نہیں ہوا تو ہمیں روحانی طور پر آپ کا نسب حاصل ہے۔''

یہ تاویل رحمتِ عالم ﷺ کے ساتھ روحانی نسبت رکھنے والوں کو وہ حقوق نہیں ولاتی جو سرورِ عالم ﷺ نے اپنے اہلِ بیت کو عطا فرمائے ہیں۔''

میں کہتا ہوں: ''امام جیلانی کا روحانی نسب بھی ثابت ہے، آپ کے جسمانی اور روحانی نسب دو پَر ہیں جن کے ساتھ حضرت غوثِ اعظم نے ایسی پرواز کی کہ عقلیں دنگ رہ گئیں۔''

''قواعد زروقیہ'' میں ہے: ''کسی حکم کو ذات کے ساتھ ثابت کرنا صفاتِ عارضہ کے ساتھ ثابت کرنے کی طرح نہیں ہے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے متعلق حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

''سلمان منا أهل البيت۔''

''سلمان ہم اہلِ بیت میں سے ہے۔''

آپ کا یہ فرمان حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے جامع دینی صفات کے ساتھ اس قدر متصف ہونے کی وجہ سے تھا کہ اگر ایمان ثریا ستارے پر بھی ہوتا تو حضرت سلمان فارسی اُسے حاصل کر لیتے، اور سرورِ عالم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

''الأقربون أولى بالمعروف۔''

''زیادہ قریبی نیکی کے زیادہ حقدار ہیں۔''

علماء نے فرمایا: یہاں رشتہ دار مراد نہیں بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ سے زیادہ قرب رکھنے والے حضرات مراد ہیں، اس حدیث میں خالص دینی نسب والے ہی معتبر ہیں،

پھر اُس کا آب و گل سے متصف ہونا اُس کے لئے مؤکد ہے، وہ صرف نسبی تعلق کی بنا پر روحانیت کے درجہ تک نہیں پہنچ پاتا۔'' ہم اسی بات کے ذریعے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے فرمان کی وضاحت کریں گے، آپ نے فرمایا:

''قدمي هذه علی رقبة كل ولي لله۔''

''میرا یہ قدم اللہ کے ہر ولی کی گردن پر ہے۔''

آپ کو یہ رتبہ اس لیے عطا کیا گیا کہ آپ کو نسب اور عبادت کے باعث عظمت حاصل تھی۔

معترض کا اہلِ بیتِ کرام کے لیے علیہم السلام کہنا اُس کے رافضی رجحان پر دلالت کرتا ہے، کیونکہ انبیاء کے علاوہ کسی کیلئے مستقل طور پر علیہ السلام کہنا درست نہیں اور یہ بات اہلِ سنت کی کتب میں مذکور ہے، مجھے گمان ہوتا ہے کہ شاید معترض رافضی ہے، کیونکہ رافضی ہی حضرت غوثِ اعظم کی سیادت پر نکتہ چینی کرتے ہیں۔

حضرت ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری اپنے ممدوح حضرت غوثِ اعظم کے حسنی نسب کے بارے میں فرماتے ہیں:

''آپ کا نسب صحیح اور تواتر سے ثابت ہے اور دوپہر کے سورج کی طرح ظاہر ہے، اور یہ نسب کسی قسم کی دلیل و برہان، نزاع، تاویل اور دفاع کو قبول نہیں کرتا، اس بات پر اہلِ بدعت، نفاق و حسد والے کج رو اور جھگڑالو رافضیوں کی خواہشات کے برعکس اہلِ سنت کا اجماع ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو ان گمراہوں اور گمراہ کن حاسدوں کے دھوکے سے محفوظ رکھے جو لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم دیکھتے ہیں تو حسد میں مبتلا ہو جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔

حضرت غوثِ اعظم کے واضح دلیل والے اُس نسب شریف کے لیے مزید کسی دلیل کی ضرورت نہیں جو ثابت ہے اور ہر جگہ مشہور و معروف ہے، شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

وليس يصح في الأذهان شيئ　　إذا احتاج النهار إلی دليل

''اگر دن کو بھی (اپنے آپ کو منوانے کیلئے) دلیل کی ضرورت ہے تو پھر اذہان میں کوئی بات درست نہ رہے گی۔''

پھر معترض نے کہا: ''بنو ہاشم کے نسب لالچی لوگوں کی دسترس سے محفوظ ہیں، اللہ ابن مظفر پر رحم فرمائے جس نے بنو ہاشم کے انساب کی محفوظیت کے حوالے سے کہا تھا:

اذا كان الأعاجم من قريش　　فما فرق العبيد من الموالي

''اگر عجمی بھی قریش کہلائیں تو پھر غلاموں اور آقاؤں کے درمیان کیا فرق باقی رہے گا؟''(1)

میں کہتا ہوں: بنو ہاشم کے نسب کے حوالے سے معترض کی بات اُس کی بدزبانی ہے جو اسے بری جگہ پہنچائے گی، معترض کا پیش کردہ شعر پڑھ کر میرے سینے میں حضرت غوثِ اعظم کی محبت مچل اٹھی تو میں نے اُسی بحر اور قافیہ میں اُس کا جواب ایک قصیدے کی صورت میں لکھا، اس لیے کہ معترض کا پیش کردہ شعر ابن مظفر کی طرف منسوب کرنا اور یہ دعویٰ کرنا کہ یہ شعر ہاشمی نسب کے بارے میں ہے، شک و شبہ سے خالی نہیں کیونکہ معترض دیانت دار نہیں، اور انسان کو اُس کے عمل کا بدلہ دیا جاتا ہے، میں نے کہا:

عجبت لذي احتياج بالمحال　　يحاول خفض سادات الرجال

---

(1) یہ معترض اور ابن مظفر کی ایسی سوچ ہے جس سے شیعہ حضرات بھی عملی طور پر موافقت نہیں رکھتے کیونکہ عجمی شیعوں میں بھی سید اور ہاشمی کہلانے والوں کی ایک کثیر تعداد موجود ہے۔ (مترجم)

''مجھے محال چیز کو طلب کرنے والے پر حیرانی ہے، وہ مردوں کے سرداروں کو نیچا دکھانا چاہتا ہے۔''

و من خذلانه والغی یُعمی　　　یؤمل فصم نسبة خیر آل

''اور ایسے شخص پر حیرانی ہے جسے بے آسرا ہونے اور گمراہی نے اندھا کر رکھا ہے، اور وہ بہترین آل کے ساتھ (غوثِ اعظم کی) نسبت کو توڑنا چاہتا ہے۔''

بتلفیق و بہتان و زور　　　وما بعد العیان من احتمال

''دھوکے، الزام تراشی اور جھوٹ کے ذریعے (غوثِ اعظم کی آلِ رسول کے ساتھ نسبت کو توڑنا چاہتا ہے) اور (کسی چیز کو) کو دیکھ لینے کے بعد شک کی گنجائش نہیں رہتی۔''

و عجرفة تناهی فی مداها　　　فآذی أهل حضرة ذی الجلال

''اور ایسی بدزبانی کے ذریعے جو اپنی انتہا کو پہنچ گئی، پس اُس (معترض نے) بارگاہِ ربِ ذوالجلال میں حاضر باش لوگوں کو اذیت دی۔''

و فی الایذاء ایذان بحرب　　　نعوذ بربنا من ذا الخیال

''اور (اللہ تعالیٰ کے ولیوں کو) تکلیف دینے میں (اللہ کی طرف سے) اعلانِ جنگ ہے۔''(۱) ہم ایسی حرکت کے خیال سے بھی اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔''

(۱) اس شعر میں حدیث قدسی کی طرف اشارہ ہے جس میں ارشاد ربانی ہے:
من عادی لی ولیا فقد آذنته بالحرب۔
''جس نے میرے کسی ولی سے عداوت رکھی میں نے اس کے خلاف اعلانِ جنگ کیا۔''

مرکب جهله و من اقتفاه　　　ضلال فی ضلال فی ضلال

''معترض اور اُس کے پیشوا کی جہالت تہہ در تہہ گمراہیوں سے مرکب ہے۔''

و قولك من أعاجم لست تدری　　　و قول الحق یعلو کل عالٍ

''اور تمہارا یہ کہنا کہ عجمیوں سے (قریشی ہونا محال ہے، عجیب ہے) تیری اپنی لاعلمی ہے اور حق بات ہر بلند چیز سے بلند ہوتی ہے۔''(۱)

بأن الساکنین القطر حینا　　　له ینمون قصد الاحتلال

''(تو نہیں جانتا) کہ زمین کے رہنے والے کسی وقت برکت حاصل کرنے کے لیے اُن سے نسبت قائم کرتے ہیں۔''

و قد ملأوا الصحائف فاستضاء ت　　　من الشرف المحصَّن بالکمال

''اور انہوں نے صحائف کو بھر دیا اور وہ صحائف کمال کی مضبوط حفاظت والے شرف (سیادت) کی روشنی سے چمک اٹھے۔''

بأن القادری الغوث فرع　　　لسبط محمد أصل المعالی

''(تو یہ بھی نہیں جانتا کہ) حضرت غوثِ اعظم تمام بلندیوں کی اصل سرورِ عالم ﷺ کے نواسے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی نسل سے ہیں۔''

بنظم أصوله فی سلك عقد　　　یقصر دونه عقد اللآلی

''(سلسلۂ نسب) ہار کی لڑی میں اجداد کی ایسی ترتیب کے ساتھ (ثابت ہے) جس کے سامنے قیمتی ہیروں کے ہار ہیچ ہیں۔''

(۱) اس شعر میں معترض کے پیش کردہ اس شعر کی طرف اشارہ ہے جو پچھلے صفحات میں ذکر ہوا، معترض نے یہ شعر ابن مظفر کی طرف منسوب کیا تھا، شعر کے الفاظ کچھ یوں ہیں:

اذا کان الأعاجم من قریش　　　فما فرق العبید عن الموالی

أمثلك يا قصير الباع يُرجى   لتحقيق المسائل بالنضال

''اے کوتاہ دست کیا تجھ جیسے آدمی سے محنت اور کوشش کے ساتھ
مسائل کی تحقیق کی امید کی جا سکتی ہے؟''

منصات العلوم لها فحول   عن القصراء بعيدات المنال

''علوم کے بلند مقامات کوتاہ دستوں کی پہنچ سے دور ہیں، اُن بلند
مقامات کے لیے بڑی بڑی علمی شخصیات ہیں۔''

أتحسب أن غور العلم دان   لم استغررت أن الجو خال

''(اے معترض!) کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ علم کی گہرائیوں میں اترنا آسان
ہے؟ تمہیں خوش فہمی کیوں ہوئی ہے کہ میدان خالی ہے؟''

أمثلك يا ضعيف العقل أهل   لفهم كلام أقطاب أعال

''اے کند ذہن! کیا تجھ جیسے لوگ بلند مرتبہ اقطاب کا کلام سمجھنے کی
اہلیت رکھتے ہیں؟''

و تعترض الأكابر في علاهم   بدعوى العلم في ذاك المجال

''تو علم کا دعویٰ کرتے ہوئے علمی میدان میں بڑے بڑے اہلِ علم
کے برابر کھڑا ہونا چاہتا ہے؟''

كنابح بدر تم في دجاه   ووزغ نافخ قنن الجبال

''اُس کتے کی طرح جو انتہائی سیاہ رات میں چمکتے چودھویں کے چاند
کو بھونکتا ہے، یا اُس نا تواں شخص کی طرح جو پہاڑوں کی چوٹیوں کو
پھونک مارتا ہے۔''

و فرق بين تاج في الثريا   و ترب تحت أطباق النعال

''ثریا کی بلندیوں میں تاج اور جوتوں کے تلووں کے نیچے کی مٹی کے
درمیان (زمین آسمان کا) فرق ہے۔''

أتطمع يا أعيرج أن تجاري   كماة في مقدمة الرعال

''اے لنگڑے! کیا تو اُس سیاہی مائل سرخ رنگت والے گھوڑے کا مقابلہ
کرنے کی خواہش رکھتا ہے جو گھوڑوں کے اگلے دستے میں دوڑتا ہے''

أتدخل يا معنى في مضيق   حسبت ظلامه مأوى الظلال

''اے اپنے آپ پر طاقت سے زیادہ بوجھ لادنے والے! کیا تو اس
وجہ سے تنگ جگہ میں داخل ہوتا ہے کہ تو نے اس کی تاریکیوں کو محفوظ
پناہ گاہ سمجھا ہے؟''

فكنت كباحث حتفا بظلف   يكل لحتفه كل احتيال

''(تو اپنے اس رویے کی بنا پر) اُس نادان چوپائے کی طرح تھا جو
(نادانی میں) اپنے سُم کے ذریعے موت کا متلاشی تھا (اور) اپنی
موت کے لیے ہر حربہ استعمال کر رہا تھا۔''

تبارز سيد الأبطال لكن   مجانين الحماقة لاتبالي

''تجھے پاگل پن کی انتہا تک پہنچے ہوئے لوگوں کی تو پروا نہیں مگر تو
شہسواروں کے سردار کو للکارتا ہے۔''

أمعنى القطب تعرفه فتنفي   نفوذ الحكم منه على الأعالي

''تو قطب کی بڑے بڑے لوگوں پر تاثیر کی نفی کرتا ہے، کیا تو قطب کا

معنی بھی جانتا ہے؟''

أمعنی القرب تدرکه مذاقا　　فتبطل عنهم الفخر الدّلالی

''کیا تو قرب کا معنی واقعی جانتا ہے کہ تو مقربین کے ناز والے فخر کی نفی کرتا ہے؟''

متی قرعت یداك بباب سر　　متی سہرت جفونك فی اللیالی

''تیرے ہاتھوں نے راز کا دروازہ کب کھٹکھٹایا ہے؟ اور تیری آنکھیں کب راتوں میں جاگی ہیں؟''

متی انکشفت لقلبك من زوایا　　علا الملکوت أقمار الحجال

''تیرے دل کے بند گوشے کب کھلے؟ عالم ملکوت کے پیچھے کتنے ہی چاند پوشیدہ ہیں؟''

متی أکرمت یوما بالتجلی　　لدی الحضرات فی أهل الوصال

''تجھے وصال کی نعمت سے سرشار لوگوں کی صحبت میں ایک دن (کے لیے ہی سہی) تجلی سے کب نوازا گیا؟''

متی اکتحلت عیون منك یقظی　　برؤیة أحمد عین الجمال

''تیری آنکھوں نے بیداری کی حالت میں سراپا جمال سیدنا و مولانا احمد مجتبیٰ ﷺ کی زیارت کا شرف کب حاصل کیا؟''

متی فاضت علیك علوم غیب　　فتفهم ما سمعت من المقال

''تجھ پر غیبی علوم کا فیضان کب ہوا کہ تو جو بات سنے اُس کو سمجھنے لگا ہے۔''

وحیث ظواهر التصنیف غابت　　علیك فأین باطنها الجلالی

''جب کتابوں کے ظاہری مفہوم تیری سمجھ سے بالاتر ہیں تو اُن کے روشن باطن تک تیری رسائی کہاں ہوگی؟''

تزاحم بالمناکب أهل علم　　وهل کالشمس مومی الذبال

''تو اہل علم کے ساتھ اپنے کندھے ٹکراتا ہے، اور کیا (تیری نظر میں) آفتاب جیسے درخشندہ لوگ، ذرہ خاک ہیں؟''

لئن لم یشفع الجیلی فضلا　　لدی الرحمن فیك أخا الوبال

''اے ہلاکت کے حقدار! اگر حضرت غوث اعظم نے ازراہ عنایت بہت ہی مہربان رب کی بارگاہ میں تیری سفارش نہ فرمائی تو!''

لتبصر من عقاب الله قسطا　　تفوق به فریق الاعتزال

''تو اللہ تعالیٰ کی سزا کا ایک ایسا حصہ دیکھے گا کہ تو اُس کے سبب (گمراہی میں) معتزلہ کے گروہ سے بڑھ جائے گا۔''

وذا إن لم تکن منهم و إلا　　فأبشر بالنکال علی النکال

''اور یہ بات تو تب ہے کہ اگر تو معتزلہ میں سے نہ ہو، اور اگر تو انہیں میں سے ہے تو پھر تیرے لیے دوگنے عذاب کی خوشخبری ہے۔''

حضرت غوث اعظم کے پوتے سید عبدالسلام پر اعتراض کا جواب:

معترض نے مزید ہرزہ سرائی کی اور اُس کے تقریباً چار صفحات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت غوث اعظم کے پوتوں میں سے جس نے ہاشمیت کا دعویٰ کیا وہ معترض کے خیال میں رکن الدین (حضرت) عبدالسلام بن (حضرت) عبدالوہاب بن (حضرت) شیخ

عبدالقادر جیلانی ہیں، اور معترض نے (حضرت) عبدالسلام موصوف پر زندیقیت کا الزام اور دیگر تہمتیں لگا کر کہا: ''ایسے شخص کی طرف سے (ہاشمی) نسب کا دعویٰ کیسے قبول کیا جا سکتا ہے، جس کی کتابیں اُس کی زندگی میں ضبط کی گئی ہوں اور اُن کتابوں میں مصنف کے ہاتھ کی ایسی تحریریں ہوں جن میں ستاروں کو خدا کہہ کر مخاطب کیا گیا تھا اور دیگر ایسی کفریات پائی گئیں اور اُن کتابوں کی ضبطی کا سبب ابتلاء کا وہ دور تھا جو (معترض کے بقول) شیخ عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ پر وزیرِ مملکت ابنِ یونس کے دور میں آیا، اور یہ ابتلاء اس لیے آیا تھا کہ ابنِ یونس اپنی تنگدستی کے دور میں (حضرت) غوثِ اعظم کے پوتوں کا پڑوسی تھا اور شیخ عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ اُسے ستایا کرتے تھے، اور پھر جب وہ وزیر بنا تو اُس نے (حضرت) غوثِ اعظم کے پوتوں کی عزت خاک میں ملا دی اور جوشِ انتقام میں (شیخ) عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ کے گھر پر قبضہ کر لیا، اور اُن کے گھر سے فلسفیوں کی تمام کتابیں نکلوا لیں، پھر علماء اور شہر کے معززین کو جمع کیا اور ابنِ یونس نے (سب کے سامنے شیخ) عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ سے اُن کتابوں کی لکھائی کے بارے میں پوچھا تو آپ نے جواب دیا: ''لکھائی تو میری ہی ہے، لیکن مجھے خبر نہیں کہ ان عقائد کا اظہار کرنے والا اور ان پر ایمان رکھنے والا کون ہے۔ قاضی نے (شیخ) عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ کو فاسق قرار دیا، آپ کا مال غصب کر کے آپ کو جیل میں ڈال دیا گیا، اور آپ کی کچھ کتابیں جلا ڈالیں، پھر آپ سے تحریری طور پر اسلام کا اقرار کروایا گیا، اور ابنِ یونس نے شیخ عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ کو آپ کے والدِ ماجد کی سفارش پر رہا کیا، اور آپ کو آپ کی وہ کتابیں واپس کر دیں جو جلنے سے محفوظ رہ گئی تھیں، پھر آپ کو بعض حکومتی مناصب پر فائز بھی کیا گیا۔''

میں کہتا ہوں: ''ابنِ شاکر نے (شیخ) عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ کا ابتلاء معترض کے

بیان کردہ واقعات سے کہیں کم حجم میں بیان کیا ہے۔ اُس نے یہ بات تحریر نہیں کی تھی کہ آپ کے ہاتھ کی تحریر میں ستاروں کو خدا کہا گیا تھا، ہاں یہ ضرور ذکر کیا کہ آپ نے اپنے دادا کے مدرسے کے علاوہ مدرسہ شاطبیہ میں بھی تعلیم حاصل کی تھی، اور ملّا علی قاری کا یہ قول نقل کیا: ''شیخ عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ محدثین میں سے تھے۔'' اور ملّا علی قاری نے آپ کے نام کے ساتھ احتراماً سیدی بھی تحریر کیا، اور اسی طرح شیخ فساوی نے آپ کو فقیہ اور امام کہہ کر یاد فرمایا۔''

اب ہم معترض کے کلام کا جائزہ لیتے ہیں: اگر یہ بات تسلیم کر بھی لی جائے کہ شیخ عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ پر ابنِ یونس کا غیض وغضب نازل ہوا تھا تب بھی ہم یہ بات کہیں گے کہ معترض کے اپنے کلام میں بعض ایسی باتیں ہیں جو اُسی کا رد کر رہی ہیں، اور وہ باتیں معترض کو اس لیے نظر نہیں آئیں کہ اُس کی آنکھیں آئی ہوئی تھیں، شیخ عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ پر زندیقیت کا حکم (معترض کے بقول) وزیرِ مملکت ابنِ یونس کے دل میں حضرت غوثِ اعظم کی اولاد کے لیے انتقام کے جذبے کی وجہ سے تھا، اور ایسا رویہ متعصبانہ غیض وغضب کے باعث تھا، اور ابنِ یونس کا یہ رویہ اُس کے متعصبانہ غیض وغضب کے باعث تھا اور ایسا اکثر والیانِ مملکت اپنے سے برتر شخص کے ساتھ کرتے ہیں، اور اس بات پر معترض کے یہ الفاظ دلالت کرتے ہیں: ''اُس (ابنِ یونس) نے آپ کا مال غصب کر لیا۔'' اور معترض کا یہ کہنا: ''جوشِ انتقام میں'' اور قاضی کا شیخ عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف اُن کی تحریر کی بنا پر یہ معلوم کیے بغیر حکم صادر کر دینا کہ آپ نے جو کچھ لکھا ہے آپ اُس پر ایمان بھی رکھتے ہیں یا نہیں، حالانکہ فقط کفریہ عبارت کو نقل کرنے کی وجہ سے کسی کو کافر، زندیق یا فاسق نہیں کہا جا سکتا، اس لیے کہ

ممکن ہے کہ شیخ عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ نے یہ باتیں اُن کا رد کرنے کے لیے یا کسی اور مقصد کے لیے تحریر کی ہوں جیسے کہ کسی شاعر نے کہا ہے:

و لیس اعتقاد المرء ما خط کفه

کما ان حاکی الکفر لیس بکافر

''کسی انسان کے ہاتھ کی تحریر (ضروری نہیں کہ) اُس کا عقیدہ بھی ہو، جیسے کہ (زبانی حد تک) کفر کی نقل کفر نہیں ہوتی۔''

شیخ رکن الدین عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ نے جب اپنے ہاتھ کی تحریر کا اقرار کر لیا اور (یہ بھی) کہا: مجھے معلوم نہیں کہ اس عبارت میں موجود عقیدے کا قائل کون ہے اور کون اس پر ایمان رکھتا ہے، بلکہ انہوں نے اس عبارت پر ایمان رکھنے سے انکار کیا، اور یہ انکار ابن شاکر نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے، یہی نہیں بلکہ اُس نے شیخ عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ کو ابو منصور کی کنیت اور حنبلی فقیہ کے لقب سے یاد کیا ہے، ابن شاکر کا کہنا ہے: جب شیخ عبدالسلام کو اُن کی تحریر پر مطلع کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

''میں نے یہ عبارت حیرت اور تعجب کی بنا پر لکھی ہے اس پر یقین اور ایمان رکھتے ہوئے نہیں لکھی۔''

بڑے بڑے علماء نے فرمایا ہے:

''کسی کا لفظ اور عمل اگر کئی وجوہ سے کفر کا احتمال رکھتا ہو اور ایک وجہ سے اسلام کا احتمال رکھتا ہو تو ایسے شخص کو مسلمان ہی قرار دیا جائے گا۔''

یہ بات بہت سے محققین نے فرمائی ہے۔ انہی محققین میں سے ایک مالکی مذہب کے علم بردار شیخ اسماعیل تمیمی تیونسی رحمۃ اللہ علیہ ہیں انہوں نے اپنی کتاب ''المنح الالٰہیه

فی طمس "الضلالة الوهابية"(1) میں اس حوالے سے اظہار خیال کیا ہے، اور انہی محققین میں سے علامہ شیخ علیش بھی ہیں۔

ابن فورک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''ایک شبہ کی بنا پر ہزار کافروں کو اسلام میں داخل کرنا شبہ کی بنا پر ایک مومن کو دائرہ اسلام سے نکالنے سے زیادہ مناسب ہے۔''

ایسی ہی بات قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے ''الشفاء'' میں تحریر فرمائی ہے، امام قرافی نے طرطوشی سے نقل کرتے ہوئے ''الفروق'' میں لکھا ہے:

''اصول کا ایک ماہر کفر کی تمام اقسام پر مطلع ہوتا ہے تا کہ اُن سے بچ سکے، اور اُس کی گواہی پر کوئی عیب نہیں لگایا جائے۔''

اور قرافی نے بعض مالکیوں کے اس قول میں پائے جانے والے اطلاق کا رد کیا ہے: ''جادو کفر ہے'' اور قرافی کے اس رد کو اس عبارت پر حاشیہ لکھنے والے ابن الشاط نے بھی برقرار رکھا۔

اور ہمارے شیوخ کے استاد عماد الدین سیدی ابراہیم ریاحی قدس سرہ العزیز نے اپنے رسالے میں قرافی کا یہ قول نقل کیا ہے:

''العبرة فی الردة بالمقاصد۔''

''ارتداد کا اعتبار مقاصد کی بنیاد پر ہے۔''

علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ''جامع الفصولین'' اور ''بزازیہ'' اور دیگر کتب سے ایسا ہی قول نقل کر کے فرمایا: بزازیہ میں اتنی بات کا اضافہ ہے:

(1) اس عربی کا ترجمہ کچھ یوں ہے: ''وہابی گمراہی کو مٹانے پر اللہ تعالیٰ کے انعامات۔''

''ہاں اگر (کفریہ کلمہ بولنے والے نے) کفر تک پہنچانے والے
امر کے ارادے کی صراحت کر دی (تو کفر لازم آئے گا)۔''

ان سارے اقوال و آراء سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ اگر کوئی شخص صراحت سے کفریہ کلمہ نہ کہے تو اُس کی تکفیر نہیں کی جائے گی، اس تناظر میں شیخ عبد السلام ؒ کا مسئلہ زیادہ توجہ طلب اور تکفیر نہ کیے جانے کا حق دار تھا، کیونکہ آپ نے صراحت کر دی تھی کہ آپ اس کفریہ عبارت سے متفق نہیں ہیں۔

علامہ ابن عابدین شامی ؒ نے ''بحر'' سے نقل کیا ہے: ''جب تک کسی مسلمان کے کلام سے اچھا مفہوم لیا جا سکتا ہو، یا اس کے کفر میں اختلاف ہو اگرچہ ضعیف روایت کی بنیاد پر ہو تب تک اس کی تکفیر کا حکم نہیں دیا جائے گا، چنانچہ تکفیر سے متعلق کتابوں میں اکثر و بیشتر جو کفریہ الفاظ مذکور ہیں ان کی بنا پر (بلا تحقیق فوراً) تکفیر نہیں کی جائے گی، اور میں نے (۱) اپنے آپ پر لازم کیا ہے کہ اُن الفاظ میں سے کسی لفظ کی بنا پر (عجلت میں) کوئی فتویٰ نہ دوں' علامہ ابن عابدین کے واسطے سے ''بحر'' سے مختصر اقتباس:

شیخ تقی الدین ابن النجار حنبلی ؒ نے ''منتهى الإرادات'' کی شرح میں فرمایا:

''جب تک کسی عقل والے کے کلام سے کوئی مفید پہلو نکل سکتا ہو اور
اُس میں پائے جانے والے فساد کی تصحیح ممکن ہو تو ایسا کرنا واجب ہے۔''

ایسی ہی بات شیخ ابراہیم کورانی شافعی ؒ نے بھی ارشاد فرمائی ہے، اور اس بات کی تائید کرتے ہوئے اپنے رسالے ''المسلك الجلي'' میں کئی صفحات تحریر کیے ہیں اور ابن حجر عسقلانی ؒ نے اپنی تصنیف ''الاعلام بقواطع الإسلام'' میں فرمایا ہے:

(۱) یہ لفظ علامہ ابن عابدین شامی کے ہیں۔

''امام الائمہ امام اعظم ابو حنیفہ ؒ نے فرمایا ہے: ایمان ایک طے
شدہ اصل اور معنی ہے، لہٰذا ہم اُس کی نفی اُسی جیسے مخالف یقین کے
بغیر نہیں کریں گے۔''

علماء نے اِس بات کی تصریح کی ہے کہ حدود، طلاق، نکاح اور غلام یا باندی کی آزادی کے معاملے میں فقط تحریر کی بنا پر فیصلہ نہیں کیا جائے گا اگرچہ لکھنے والا زبانی اقرار بھی کر لے کہ یہ تحریر اُسی کی ہے، ہاں اگر وہ اپنے حوالے سے خود گواہی دے تو ان امور میں سے اُس امر کا اعتبار کیا جائے گا جس کی لکھنے والے نے خود گواہی دی، اور اگر وہ اپنے ہاتھ کی تحریر میں عملِ مذکور کی نفی کرتا ہے تو پھر اُس کی نفی کا اعتبار ہو گا جیسے کہ ''مدونہ'' وغیرہ میں مذکور ہے۔

قارئین کرام! وانشریسی کی ''المعيار'' دیکھیے، وہاں بھی وہی کچھ بیان ہوا ہے جو ہم نے چاروں مذاہب کے ائمہ سے نقل کرتے ہوئے ذکر کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

''رکن الدین شیخ عبد السلام ؒ مظلوم ہیں، اور اُن پر تہمت لگانے
والا ملامت کے قابل ہے، اور اُن کی عزت اچھالنے والا خدائی
چابیوں سے تھپڑ کھانے کے لائق ہے۔''

مجھے یہ محسوس ہوتا ہے اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ معترض کا رکن الدین شیخ عبد السلام ؒ پر الزامات لگانے کا مقصد یہ ہے کہ معترض اُن کے عادل ہونے کی نفی کر سکے، اور اُس کا خیال ہے کہ شیخ عبد السلام حضرت غوثِ اعظم کی اولاد میں سے پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے سید ہونے کا دعویٰ کیا ہے، اور معترض اس بات سے ڈرتا ہے کہ اُسے یہ کہا جائے: ''خبرِ واحد اگر عادل کے ذریعے پہنچے تو پھر بھی وہ علم کا فائدہ

دیتی ہے اگر چہ اس کے ساتھ کوئی قرینہ نہ بھی ہو۔"

جب خبر واحد علم کا فائدہ دیتی ہے تو قابلِ غور بات یہ ہے کہ غوثِ اعظم کے گھرانے کی سیادت تو باقاعدہ تواتر کے ساتھ مستند قرار پائی ہے، کیونکہ اس گھرانے میں سیادت کی مطلوبہ شرائط پائی جاتی ہیں، قرافی نے "تنقیح" میں تواتر کی اصطلاحی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے:

"کسی محسوس امر کے بارے میں ایسے گروہوں کی خبر (متواتر کہلاتی ہے) جن کا جھوٹ پر جمع ہونا عادۃً محال ہو، اور اکثر عقلاء کا موقف یہ ہے کہ ماضی اور حال کے متعلق ایسی خبر علم کا فائدہ دیتی ہے، تواتر سے حاصل ہونے والی خبر جمہور علماء کے خیال میں بھی قابلِ اعتبار ہے۔"

معترض ایک ہی رسالے میں حضرت غوثِ اعظم کی اولاد میں سے سیادت کا دعویٰ کرنے والے کی شخصیت کے حوالے سے تضاد کا شکار ہوا ہے، ابھی اس نے شیخ عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ کا نام لکھا ہے، اور پچھلے صفحات میں اس نے لکھا تھا: "حضرت غوثِ اعظم کے پوتے ابو صالح نصر نے سید ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔" معترض کی گفتگو میں یہ تضاد اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ دونوں قول خود اسی کے گھڑے ہوئے ہیں، اور اس کی طبیعت جھوٹی باتیں وضع کرنے سے سیر نہیں ہوتی۔

نقیب بغداد کے حوالے سے غوثِ اعظم کے سخت کلمات پر اعتراض کا رد:

معترض نے کہا: "میں نے محمد بن شرقیق بن محمد بن عبدالعزیز بن شیخ عبدالقادر جیلانی کے تحریر کردہ چند اوراق میں دیکھا، وہ کہتے ہیں: "ان کے جدِ امجد (حضرت غوثِ اعظم) نے اپنی ایک مجلسِ وعظ میں نقیب بغداد ابن الأعرج الحسینی کے دادا کو

انتہائی سختی سے تنبیہ فرمائی تھی اور اس تنبیہ سے ابن الأعرج کی اولاد کے دل میں حضرت غوثِ اعظم کے لیے کدورت پیدا ہوگئی جس کے نتیجے میں اس کی اولاد نے حضرت غوثِ اعظم کے سید ہونے کا انکار کر دیا، معترض کے بقول شیخ عفیف الدین مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے "الفتح الربانی" میں پورا قصہ ذکر کیا ہے لیکن میں (شیخ محمد بن مصطفیٰ بن عزوز مکی رحمۃ اللہ علیہ) نے اس کتاب کو کھنگالا تو اس میں درج ذیل واقعہ پایا:

نقیبوں کا نقیب (حضرت غوثِ اعظم کی مجلس میں) پہلی مرتبہ حاضر ہوا تو آپ نے اسے مخاطب کر کے فرمایا: "کاش تو پیدا نہ ہوتا، اور اگر پیدا ہو ہی گیا تھا تو یہ ہی جان لیتا کہ تو کس لیے پیدا کیا گیا ہے، اے سوئے ہوئے انسان ہوش کر، قیامت کے دن تیرے سامنے کوئی راستہ نہیں ہوگا، تم سے کہا جائے گا: تمہارے استاذ کا پڑھایا ہوا سبق کیا ہوا؟ تجھے کون تیرے نبی کی اولاد جانتا ہے؟ تیرا نسب صحیح نہیں، اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی ﷺ کی بارگاہ میں (مقبول) نسب تو اہلِ تقویٰ کا ہے، سیدنا رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا گیا: "آپ کی آل کون ہیں؟" تو آپ ﷺ نے فرمایا:

و کل تقی آل محمد۔ (۱) "ہر متقی محمد (ﷺ) کی آل ہے۔"

تم چپ رہو تم کچھ عقل نہیں رکھتے، تمہارا گھر دجلہ پر ہے لیکن تم پیاسے مرو گے، دو قدم اٹھاؤ رحمٰن کی بارگاہ تک پہنچ جاؤ گے، اپنے نفس کو قابو میں کر لو اور اچھے اخلاق اپنا لو (۲) اگر کامیابی کے خواہش مند ہو تو میری بات کی چوٹوں کو برداشت کرو، جب مجھے

(۱) اس حدیث کو طبرانی نے اوسط (۳/۳۳۸) اور صغیر (۱/۱۹۹) میں روایت کیا، جبکہ بزار نے اپنی مسند (۹/۵۰۶) میں روایت کیا، اور حافظ کی الفذیہ دیکھئے۔

(۲) میرے ناقص خیال میں انہی دو چیزوں (نفس کو قابو کرنا اور اچھے اخلاق اپنانا) کو رحمٰن کی بارگاہ تک پہنچانے والے دو قدموں سے تعبیر کیا گیا۔ (مترجم)

اصلاح کے ساتھ والہانہ حد تک لگاؤ اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے تو میں تمہیں نہیں دیکھتا(1)
جب میری طبیعت میں جوش انگڑائی لیتا ہے تو اُس میں میرا اخلاص حلول کر جاتا ہے، تب
میں تمہارا چہرہ نہیں دیکھتا بلکہ میری نظر تمہاری اصلاح اور تمہارے دل سے میل کچیل دور
کرنے پر ہوتی ہے، میں (تمہاری اچھی اصلاح کے ذریعے) تمہارے گھر سے
(تمہارے گناہوں کے نتیجے میں جلتی ہوئی) آگ بجھاتا ہوں، اور (تمہاری اچھی تربیت
کے ذریعے) تمہارے اہل خانہ کی (اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے) حفاظت کرتا ہوں،
میں تمہاری آنکھیں کھول رہا ہوں۔ اپنے آگے (موت کے بعد کی زندگی کو) دیکھو۔''
(آپ اس انداز میں نصیحتیں فرماتے رہے) یہاں تک کہ آپ نے فرمایا: ''میں تمہارے
بوجھ اٹھائے ہوئے ہوں اور تو یہ سمجھتا ہے کہ میں تجھے اپنے بوجھ اٹھواؤں گا؟ میرے بوجھ
کے لئے اللہ عزوجل کا فضل و کرم کافی ہے۔

ہزار سال سفر کرو تاکہ تم مجھ سے کوئی بات سن سکو (لیکن ایسا نہیں ہے بلکہ اس
کے برعکس) میرے اور تیرے درمیان چند قدم کا فاصلہ ہے (پھر بھی تو کوئی نصیحت
نہیں سنتا) تو سست مزاج ہے، پرلے درجے کا جاہل ہے، تجھے یہ گمان ہے کہ تجھے کچھ
دیا گیا ہے، تجھ جیسے کتنے ہی لوگوں کو دنیا نے کھلایا پلایا اور موٹا کیا، اگر ہم دنیا میں بھلائی
دیکھتے تو ہم اُس کی طرف تجھ سے پہلے پہنچتے، مگر تمام امور اللہ تعالیٰ کی طرف ہی لوٹتے
ہیں، اور ہم جس حال میں ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہیں۔''

یہ فرما کر جب آپ کرسی سے اترے تو آپ کے بعض شاگردوں نے کہا:

---

(1) میری ناقص رائے کے مطابق ''اذا اُعتقلنی جنونی'' سے غالباً آپ کا منشا ''اصلاح کے ساتھ آپ کا والہانہ لگاؤ'' اور ''میں تمہیں نہیں دیکھتا'' سے یہ مراد ہے کہ تمہارے جھوٹے وقار کو نہیں بلکہ تمہاری فلاح کو دیکھتا ہوں۔

''آج آپ نے وعظ میں بہت مبالغہ کیا ہے۔''

آپ نے فرمایا:

''اگر میرے کلام نے اُس پر کچھ اثر کیا تو وہ (ابن الاعرج) عنقریب
دوبارہ ضرور آئے گا۔''

معترض نے مذکورہ بالا کلمات پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا: ''عفیف الدین مبارک
نے جو کچھ نقل کیا ہے عقل اُسے جوں کا توں قبول کر کے صحیح نہیں مان سکتی، اور حضرت
غوث اعظم کے لئے بھی یہ مناسب نہیں تھا کہ وہ نقیب النقباء سے یہ کہتے ''تیرا نسب صحیح
نہیں۔'' اور یہ کہ وہ نقیب النقباء کو یہ کہہ کر عقل سے ہی فارغ قرار دے دیں: ''تم کچھ
عقل نہیں رکھتے۔'' اور اُن کے لئے درست نہیں تھا کہ وہ اپنے لئے یہ کہتے ہوئے جنون
کا اقرار کریں: ''جب میرا جنون مجھے اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے تو میں تمہیں نہیں
دیکھتا۔'' اور اُن کے لئے یہ بھی مناسب نہیں تھا کہ وہ اللہ کے کام کو اپنی طرف منسوب
کرتے ہوئے یہ کہتے: ''میں تمہارے گھر سے آگ بجھاتا ہوں اور تمہارے اہل خانہ کو
بچاتا ہوں۔'' اور یہ بات بھی مناسب نہیں تھی کہ آپ رسول اللہ ﷺ کی آل کے ساتھ
اپنے مخاطب کے تعلق کو استہزاء کا نشانہ بنائیں اور اُسے جاہل قرار دیں، اور اُس کے
بوجھ یعنی دکھ درد اٹھانے کا دعویٰ کریں، حالانکہ دکھ درد دور کرنے والا عظیم قدرت کا مالک
اللہ تعالیٰ ہی ہے، اور حضرت غوث پاک جیسے شخص کے لئے مناسب نہیں تھا کہ وہ مذکورہ
بالا شخص کو ایسے کلمات کہیں، یہ تو بے خبر لوگوں کا کلام ہے، اولیائے کرام کا کلام تو اس کے
برعکس ہوتا ہے، تمام سادات بالخصوص اور اہل علم حضرات بالعموم اہل بیت کے نسب کا
احترام کرتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ ''اہل بیت کا نسب آخرت میں نفع دے گا۔'' اور اُن

کے پاس کتاب وسُنت سے کثیر دلائل بھی موجود ہیں۔(۱)

''السیف الربانی'' کے مصنف کہتے ہیں: ''ہم نے معترض کی عبارت سے یہ جان لیا ہے کہ وہ اولیائے کرام کے ذوق اور اُن کی زندگیوں میں موجود حقائق سے بہت ہی دور ہے، بلکہ وہ تو وعظ و نصیحت کرنے والوں کے منہج و اسلوب اور اُن کے لطیف اشاروں سے بھی قطعاً آگاہ نہیں، سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حکمت و دانش سے لبریز ارشادات میں سے آپ کا یہ ارشاد ہے:

'' رحم الله امرءا عرف نفسه و لم يتعد طوره۔''

''اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جس نے اپنے آپ کو جانا اور اپنی حد سے تجاوز نہیں کیا۔''

اللہ تعالیٰ حکمت و دانش کی بات کہنے والے شاعر کو جزائے خیر دے جس نے کہا تھا:

(۱) میرے لئے اس پیراگراف کا ترجمہ بہت گراں اور مشکل ذمہ داری تھا جسے کسی نہ کسی طرح نبھایا ہے، کئی مرتبہ جی چاہا کہ اس کا ترجمہ نہ کروں اور حاشیہ میں لکھ دوں کہ اس جگہ ایک پیراگراف کا ترجمہ اس میں موجود بے ادبیوں اور گستاخیوں کے باعث چھوڑ دیا لیکن پھر یہ خیال آیا کہ سورج پر تھوکنے والے اپنا تھوک اپنے ہی چہرے سے صاف کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں، لیکن پھر اس خیال سے جیسے تیسے ممکن ہوا ترجمہ کر دیا کہ معترض کی بدباطنی، اُس کی جہالت اور انتہا کی بدنصیبی اور محرومی سامنے آ جائے، باقی اس نے جتنی باتیں لکھی ہیں سب اُس کی جہالت اور بدبختی پر دلالت کرتی ہیں، یا تو اُسے عربی زبان اور وعظ و نصیحت کے اسالیب کی خبر ہی نہیں تھی، یا حضور غوث اعظم کے لیے اس کے دل میں چھپے ہوئے بغض نے اُسے اندھا کر دیا تھا، میں نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے حضور غوث پاک کے کلمات طیبات کا ترجمہ کرتے ہوئے اردو جاننے والوں کے لئے توسین میں ان کلمات کا صحیح مفہوم واضح کرنے کی کوشش کی ہے جو معترض کی عقل میں نہیں آ سکے تھے، اسی لئے عربی زبان کی گہرائیوں سے واقف حضرات میں سے کوئی بھی جاہل معترض کی طرح زبان درازی اور بے ادبی کے راستے پر نہیں چلا۔ (مترجم)

عليك بطورك لاتعده	ودع من سواك لأطواره
فمن شذ عن طوره يفتضح	و تبدو حقائق أسراره
و ياتيه غير جهول به	يبين له كنه مقداره

❀ اپنی حد اور قدر و منزلت کو پہچانو اور اُس سے تجاوز نہ کرو، اور اپنے غیر کو اُس کی حدود میں ہی چھوڑ دو۔

❀ جو بھی اپنی حد سے بڑھا وہ رسوا ہو گیا اور اُس کے پوشیدہ رازوں کے حقائق کھل گئے۔

❀ اور اُس کے پاس اُس کی حدود اور قدر و منزلت سے آگاہ شخص آتا ہے تو اُسے اُس کی حقیقی قدر و منزلت سے آگاہ کرتا ہے۔

آیئے معترض کی مزید خرافات کا جائزہ لیں، اُس نے کہا تھا:

''حضرت غوث اعظم کے لئے مناسب نہیں تھا کہ وہ نقیب النقباء کے نسب کی نفی کرتے۔''

میں کہتا ہوں: ''حضرت غوث اعظم نے اہلِ بیت کے ساتھ نقیب النقباء کے جسمانی اور خونی تعلق کی نفی نہیں کی ہے بلکہ آپ کا یہ ارشاد تو رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے اُس فرمان کے تناظر میں ہے، جس میں آپ نے فرمایا:

''من أبطأ به عمله أبطأ به نسبه۔'' (۱) رواه مسلم بهذا للفظ وابوداود في سننه۔

(۱) اس حدیث کو روایت کیا ہے امام مسلم (۴/۲۰۷۴) اور امام ابوداود (۳/۳۱۷) اور امام ترمذی (۵/۱۹۵) اور دارمی (۱/۱۱۱) نے اور امام حاکم نے مستدرک (۱/۱۶۵) میں اور ابن حبان (۱/۲۸۴) نے۔

''جسے اُس کے عمل نے سُست کر دیا اُسے اُس کا نسب بھی سست کر دے گا۔''

تفتازانی نے اربعین (چالیس احادیث) کی شرح میں کہا:

''سعادت کی طرف جلدی تقویٰ اور صالح عمل کے ذریعے ہوتی ہے (صرف) نسب سے نہیں۔''

اور اس بات کی تائید حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُس فرمان سے ہوتی ہے جو آپ نے اپنی پھوپھی حضرت صفیہ اور اپنی انتہائی عزیز صاحبزادی خاتون جنت حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو فرمایا تھا (جبکہ امت کو عمل کی ترغیب دینا مقصود تھا) آپ نے فرمایا:

''یاصفیة! یافاطمه بنت محمد ائتونی یوم القیامة بأعمالکم لا بأنسابکم فإنی لا أغنی عنکم من الله شیئا۔''

''اے پھوپھی صفیہ! اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹی فاطمہ! قیامت کے دن میرے پاس اپنے اعمال لانا فقط اپنے نسب نہ لانا، کیونکہ میں تمہیں (فقط نسب کی بنا پر) اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچا نہیں سکتا۔''

میں نے کہا: اس حدیث کا مطلب آخرت میں اہلِ بیت کے نسب کی نفی نہیں جیسے کہ ذوقِ سلیم نے پہلی حدیث سے سمجھا ہے جس میں آپ نے (نیکی کو) جلدی سے تعبیر فرمایا ہے، بلکہ نسب پر بھروسہ کرتے ہوئے عمل میں حد درجہ کوتاہی نہ کرنا مقصود ہے اور اس حدیث کی شرح کرنے والے حضرات کے مواعظ بھی اسی معنی و مفہوم کو بیان کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کی نگاہوں سے حضور سرورِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان اوجھل نہیں:

کل سبب و نسب منقطع الا سببی و نسبی۔(۱) رواه الحاکم والبیهقی۔

''قیامت کے دن میرے سبب اور نسب کے علاوہ ہر سبب اور نسب منقطع ہو جائے گا۔'' اسے حاکم نیشاپوری اور بیہقی نے روایت کیا۔

یہاں سبب سے مراد رابطہ اور محبت ہے جیسے کہ زرقانی نے دیلمی سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا۔ اس تناظر میں ہم کہیں گے کہ امام جیلانی نے ابن الاعرج سے جو یہ فرمایا: ''تمہارا نسب صحیح نہیں ہے۔'' تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تیرا نسب تجھے سلف صالحین میں سے اہلِ تقویٰ تک پہنچانے والا نہیں ہے۔ اور حضرت غوثِ اعظم کے قول سے ملتا جلتا قول بہت سے سلف صالحین سے بھی منقول ہے، انہی شخصیتوں میں سے سیدنا امام علی زین العابدین بن سیدنا حسین رضی اللہ عنہما ہیں، آپ کے بعض محبین نے آپ کو غلافِ کعبہ سے لپٹے اور مناجات کرتے ہوئے پایا، آپ اس قدر روئے کہ آپ پر بے ہوشی طاری ہو گئی، اور جب آپ کو ہوش آیا تو آپ کے اُس محبت کرنے والے نے آپ کو اہلِ بیت کی فضیلت یاد دلائی، تو آپ نے اُسے فرمایا: ''کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا؟

فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ۔(۲)

---

(۱) اس حدیث کو امام مسلم (۱/۱۱۰۱) اور ابن حبان (۱/۴۹۵) نے روایت کیا۔ اسے ضیاء المقدسی نے مختار (۱/۱۹۷، ۱۹۸، ۳۹۸) میں اور بیہقی نے الکبریٰ (۷/۶۳) میں اور دارقطنی نے علل میں روایت کیا۔ امت محمدیہ کو قیامت کے دن سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سب سے بڑھ کر نفع دے گی اور مذکورہ بالا حدیث میں عمل کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے مطلق شفاعت اور اس کی قبولیت کی نفی مقصود نہیں۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے براہِ راست تربیت پانے والے آپ کے اقارب سے عمل میں کوتاہی متصور نہیں۔ (مترجم)

(۲) سورۂ مومنون: ۱۰۱

''تو جب صور پھونکا جائے گا تو نہ اُن میں رشتے رہیں گے اور نہ
ایک دوسرے کی بات پوچھیں۔''

اس کے علاوہ بھی سلف صالحین کے ایسے ہی بہت سے مزید ارشادات موجود ہیں۔

اور معترض کا یہ کہنا: حضرت غوث اعظم نے نقیب النقباء کو یہ کہہ کر عقل سے فارغ قرار دیا: ''تم کچھ عقل نہیں رکھتے۔'' معترض کے اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ حضرت غوث اعظم کا یہ فرمان جو معترض کو سمجھ نہیں آیا ایسے ہی ہے جیسے:

"لا صلاة لجار المسجد إلا في المسجد۔"

''مسجد کے پڑوسی کی نماز نہیں ہے مگر مسجد میں۔''

تو یہاں نماز کی مطلق نفی نہیں بلکہ نماز کے کمال کی نفی ہے، فرمانِ غوث اعظم میں عقل کی مطلق نفی نہیں بلکہ عقل کے کمال کی نفی ہے، یعنی مخاطب کی عقل ایسی کامل نہیں ہے کہ اس کی کوشش اس کو مقربین کے مقام تک پہنچا دے۔

اور معترض کا یہ کہنا کہ حضرت غوث اعظم نے اپنے جنون کا اعتراف کیا ہے اس کی اپنی کج فہمی ہے۔

میں کہتا ہوں: جنون معترض کی ٹیڑھی عقل اور بیمار سوچ میں ہے، اس کی ناعاقبت اندیش جارحیت نے اُسے مجاز کے صیغوں کی خوبصورتی دیکھنے سے محروم کر دیا ہے، وہ مجاز جو حقیقت سے بڑھ کر خوبصورت ہے، یا عقل کے اس اندھے کی آنکھیں چندھیا گئیں اور حقیقت کے مطالع سے ابھرتے ہوئے قرآن کے آفتابوں کو دیکھ ہی نہ سکیں، حضرت غوث اعظم کے اس قول میں جنون کا اطلاق کسی چیز کے ساتھ والہانہ

تعلق اور اس میں گہرے انہماک پر ہے۔ اسی لئے تو عرب کہتے ہیں:

"الجنون فنون۔"

(کسی مقصد یا چیز سے) والہانہ لگاؤ لطیف احساسات کو بیدار کرنے والا ہے اور حضرت غوث اعظم کا والہانہ تعلق اصلاح، وعظ اور تربیت سے تھا، اس لئے آپ نے فرمایا تھا: ''میں تجھے نہیں دیکھتا'' یعنی میری آنکھ میں تیری کوئی حیثیت نہیں، اور اگر سامعین وعظ کرنے والے کی آنکھ میں بڑے ہوں تو اُس کے وعظ کی تاثیر کم پڑ جاتی ہے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ جنون سے مراد وہ غیبت (1) ہے جو اہل فن کی کتب میں مذکور ہے، میر سید شریف جرجانی نے غیبت کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

''جب قلبی واردات پڑ جائیں اور دل کے تخت پر حقیقت کا بادشاہ فائز ہو جائے تو ایسے میں مخلوق کے احوال بلکہ خود اپنے احوال سے توجہ ہٹ جانے کو غیبت کہتے ہیں ایسے شخص کی توجہ اپنے اور مخلوق کے احوال سے ہٹ کر صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف مبذول ہو جاتی ہے، اس بات کی کیفیت کو سمجھنے کے لئے ہم اُن عورتوں کا ذکر کریں گے جنہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے جمال کا مشاہدہ کیا تو اس مشاہدے میں یوں محو ہو گئیں کہ اپنے ہاتھ زخمی کر بیٹھیں، اگر جمالِ یوسفی کا یہ حال ہے تو ربِّ ذوالجلال کے انوار کے مشاہدے کا کیا حال ہوگا؟! مشہور قطب سیدی احمد بدوی رضی اللہ عنہ کی طرف یہ شعر منسوب ہے۔

مجانين إلا أن سر جنونهم　　　عزيز على أبوابه يسجد العقل

(1) یہاں غین پر زیر پڑھی جائے گی اور اس کلیہ کا معنیٰ متن میں ہی مذکور ہے۔ (مترجم)

''وہ مجنون ہیں مگر اُن کے جنون کا راز اتنا معزز ہے کہ اُس کے دروازوں پر عقل سجدہ ریز ہے۔''

رسالہ قشیریہ میں مذکور ہے کہ حضرت جنید بغدادی اپنی اہلیہ کے ہمراہ تشریف فرما تھے اچانک شبلی آ گئے آپ کی اہلیہ نے درونِ خانہ جانا چاہا تو آپ نے انہیں فرمایا: ''اپنی جگہ بیٹھی رہو شبلی کو قلبی واردات کے سبب تمہاری کچھ خبر نہیں۔'' آپ شبلی سے علم اور اُن کی کیفیت کے حوالے سے گفتگو کرتے رہے یہاں تک کہ شبلی پر گریہ طاری ہو گیا تب آپ نے اپنی اہلیہ سے فرمایا ''پردہ کر لو شبلی اپنی محویت سے نکل آئے ہیں۔''

یہ بھی درست ہوگا کہ فرمانِ غوثِ اعظم میں مذکور لفظِ جنون سے وہ کیفیت مراد لی جائے جو حضرت غوثِ اعظم اور دیگر اولیائے کرام کے مقام اور حال کے شایانِ شان ہے۔

اولیاء سے مدد مانگنے کا جواز:

معترض کا یہ کہنا بھی غلط اور بدنیتی پر مشتمل ہے کہ حضرت غوثِ اعظم نے اللہ کا کام اپنی طرف منسوب کرتے ہوئے کہا ہے: ''میں تمہارے گھر سے آگ بجھاتا ہوں اور تمہارے اہلِ خانہ کی حفاظت کرتا ہوں۔''

اس اعتراض کے حوالے سے گزارش ہے کہ تعجب کی بات ہے کہ معترض یہ بھی دعویٰ کرتا ہے کہ وہ امام شعرانی، حاتمی، سہروردی اور ان جیسے دیگر مشائخ کی کتابوں کا مطالعہ کئے ہوئے ہے لیکن وہ صوفیہ کرام کی اہم اصطلاحات اور اُن کے اسالیب میں پنہاں اشارات اور اُن کی کرامات میں پائے جانے والے لطیف امور سے بالکل نابلد ہے، اُس کے اقوال میں دور دور تک ہم آہنگی نظر نہیں آتی۔ اور معترض نے اپنے

اس اعتراض میں جو منہج اختیار کیا ہے وہ عصرِ حاضر کے خوارج یعنی وہابیوں کا اسلوب ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کو فقط اس وجہ سے گمراہ قرار دیا ہے کہ وہ انبیاء اور اولیاء کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ تک وسیلہ بناتے ہیں اور اُن سے مدد طلب کرتے ہیں (جو کہ توسل ہی کی ایک صورت ہے) اس بنا پر وہابیوں نے مسلمانوں کو مشرک قرار دے دیا، اور اگر ہم معترض کا زمانہ جاننے کی کوشش کریں تو ہمیں اس کے اور وہابی گروہ کے سردار محمد بن عبدالوہاب کے تعلق کا پتہ ملے گا، اس گروہ کی ابتداء ۱۱۴۳ھ میں ہوئی۔

اے محمد بن عبدالوہاب کے مقتدی! ذرا یہ تو بتاؤ کہ ولی سے مدد مانگنے والے میں ولی کی حقیقی مددی تاثیر کا اہلِ سنت میں سے کون قائل ہے؟ اور ولی کی طرف سے اپنے مرید کی حقیقی طور پر غائبانہ حفاظت کا کون قائل ہے؟ کیا ولی کا اپنے مرید کی مدد کرنا اور اُس کی حفاظت کرنا ایسا ہی نہیں ہے جیسے ایک آقا اپنے غلام، باپ اپنی اولاد اور بادشاہ اپنی رعیت کے ساتھ اپنی حیثیت کے مطابق معاملہ کرتا ہے؟ ان میں اور ولی میں فرق یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے سامنے کسی کے موجود ہونے یا اُس کی طرف سے کسی نمائندے کے حاضر ہونے پر معاملہ کرتے ہیں، جبکہ اولیائے کرام کے لئے خلافِ عادت کسی کا سامنے موجود ہونا یا نہ ہونا برابر ہے، اور کرامت کے اسی معنی و مفہوم کو اہلِ سنت نے ثابت کیا ہے، بندے کا فعل ظاہر ہو یا پوشیدہ، حقیقی فاعل اللہ تعالیٰ ہی ہوتا ہے، ارشادِ ربانی ہے:

''وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى۔'' (1)

---

(1) سورۃ انفال، ۸: ۱۷

''اے محبوب وہ خاک جو تم نے پھینکی تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی۔''

اور ولی کی خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی توفیق سے اُس کے ہاتھوں سے کوئی خارقِ عادت کام صادر کرواتا ہے، اولیائے کرام کی مدد کے قائل حضرات کا یہی موقف ہے، خواہ ولی نے اپنے بارے میں ازراہِ نصیحت یا اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اظہار کرتے ہوئے خود کچھ کہا ہو یا کسی دوسرے نے یہ رائے ظاہر کی ہو، عامۃ الناس کے دلوں میں یہی معنی و مفہوم رچا بسا ہے اگرچہ وہ اپنے مافی الضمیر کا مناسب الفاظ میں اظہار نہ کرسکیں، جب اولیاء کی روحانی مدد کا معاملہ واضح ہے تو ''الفتح الربانی'' کے مرتب شیخ عفیف الدین مبارک رحمۃ اللہ علیہ حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کی روحانی مدد کے حوالے سے کچھ کہیں یا آپ خود اپنے آپ پر اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اظہار کریں تو یہ امر تعجب کی بات نہیں؟ چہ جائیکہ ہم اُن پر اللہ تعالیٰ کی اُس نعمت کا انکار کریں۔ معترض کی طرف سے حضرت غوثِ اعظم کی روحانی مدد کا انکار اُس کے عقیدے میں خلل یا اُس کی کمزور عقل کی وجہ سے ہے، دونوں صورتیں کمال نہیں کہلاتیں، کیونکہ وہ کلام سے باز نہیں آیا اس لیے ہم اُسے شاعر کا یہ شعر سنائیں گے۔

فان کنت لاتدری فتلك مصيبة   و ان کنت تدری فالمصيبة اعظم

''اگر تو نہیں جانتا تھا تو تیری یہ جہالت تیرے لئے ایک مصیبت ہے، اور اگر تو جانتا ہے (اور پھر بھی جاہلوں والی بات کرتا ہے) تو پھر مصیبت بہت بڑی ہے۔''

امام شعرانی نے حضرت غوثِ اعظم کے فضائل میں روایت نقل کی ہے، آپ

فرماتے ہیں:

''احفظك و أنت غافل۔''

''میں اس حال میں تمہاری حفاظت کرتا ہوں کہ تم غفلت میں مبتلا ہوتے ہو۔''

میں نے کہا: ''پتہ نہیں کہ معترض اُن کثیر احادیث کے بارے میں کیا کہتا ہے جو اولیاء کے عمومی نفع کے بارے میں وارد ہوئی ہیں، جیسے کہ ابدال کی احادیث ہیں، انہیں میں سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشادِ گرامی ہے:

لا يزال اربعون رجلا من امتی علی قلب إبراهيم يدفع الله بهم عن أهل الارض۔ (۱)

''میری امت میں ہمیشہ چالیس افراد حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے نقشِ قدم اور خصائل پر رہیں گے، اُن کی برکت سے زمین والوں کے مصائب دور کیے جائیں گے۔

اور ایک دوسری روایت کے الفاظ کچھ یوں ہیں:

بهم تقوم الأرض وبهم يمطرون، وبهم ينصرون (۲)

''انہیں کی برکت سے زمین قائم رہے گی۔ اور انہی کی برکت سے اہلِ زمین کو بارش عطا ہوگی، اور انہی کی برکت سے اہلِ زمین کو فتح و نصرت عطا کی جائے گی۔''

اور بڑے بڑے علماء نے مدد مانگنے والوں کے لئے اولیاء کے نفع پہنچانے کے دوران

(۱) اس حدیث کو طبرانی نے (۱۰/۱۸۱) میں اور ہیثمی نے مجمع الزوائد (۱۰/۲۳) میں اور عجلونی نے کشف الخفاء (۱/۲۰) میں روایت کیا۔

(۲) اس روایت کو طبرانی اور ابونعیم وغیرہ نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا۔

انہیں بطور وسیلہ پکارنے کے جواز پر روشنی ڈالی ہے، ان میں سے حاتمی، ثعالبی، شعرانی، مناوی، شمس الدین رملی اور شہاب الدین رملی قابلِ ذکر ہیں۔ بیرلسی نے یہ امور اپنی کتاب "الآیات البینات فی اثبات کرامات الاولیاء فی الحیات و بعد الممات (۱) اور شیخ عبدالباقی مقدسی نے اپنی تصنیف: ''السیوف الصقال فی رقبة من ینکر کرامات الأولیاء بعد الانتقال'' (۲)

شیخ الاسلام سیدی اسماعیل تمیمی، شیخ عمر محجوب تیونسی، فاس شہر کے بزرگ شیخ طیب بن کیران، مکہ مکرمہ (اللہ تعالیٰ اُسے ہمیشہ آباد رکھے) کے رہنے والے شیخ الاسلام سیدی احمد زینی دحلان رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ حسن عدوی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم نے اولیائے کرام کی کرامات کے اثبات میں گفتگو فرمائی ہے، اور کرامات کا مشاہدہ بذاتِ خود ایک مضبوط ترین دلیل ہے، امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:

''یستحب للولی ان یحمی نفسه و أصحابه بالحال والکرامة۔''

''ولی کے لیے مستحب ہے کہ وہ اپنے آپ کو اور اپنے ساتھیوں کو اپنے ''حال'' اور کرامت کے ساتھ بچائے۔'' (۳)

اور معترض کا حضرت غوثِ اعظم کے بعض اقوال کے بارے میں یہ کہنا: ''یہ باطن کی آنکھ نہ رکھنے والوں کا کلام ہے، اور معرفت رکھنے والوں کا کلام اس کے برعکس ہوتا ہے۔'' بھی اُس کی جہالت پر مبنی ہے، میں کہتا ہوں: باطن کی آنکھ نہ رکھنے والوں کو

---

(۱) ''دنیاوی زندگی اور وصال کے بعد اولیاء کی کرامات کے اثبات میں واضح دلائل۔''

(۲) ''اولیاء کے وصال کے بعد ان کی کرامات کے منکر کی گردن میں تیز دھار تلواریں۔''

(۱) معترض کا اشارہ نقیب الاشراف کو کہے گئے حضرت غوثِ اعظم کے اس ارشاد کی طرف تھا: ''اطفی تحریق عن بیتك و أصون حریمك۔''

کیا دکھائی دیتا ہے کہ وہ اُسے بیان کرسکیں؟ حضرت غوثِ اعظم کا کلام، ایسا کلام تو روشن باطن اور فرشتوں جیسا کشف رکھنے والوں کا ہی ہوسکتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی خصوصی نعمتوں کا اظہار معرفت والوں اور فقط ایسے لوگوں کی زبان سے ہوتا ہے جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے پردے اٹھا دیے ہوتے ہیں اور انہیں کائنات میں تصرف کا اختیار بخشا ہوتا ہے۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔ (۱)

''یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے، اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔''

اور معترض کا یہ کہنا: ''حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ نے آلِ رسول میں سے ایک شخص کے حسب ونسب کی یہ کہہ کر تحقیر کی ہے: ''تم نرے جاہل ہو۔'' اُس کے بے بصیرت ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

میں کہتا ہوں: حضرت غوثِ اعظم نے مندرجہ بالا الفاظ کے ذریعے اُس سید زادے کی تحقیر نہیں کی بلکہ آپ کے یہ کلمات تربیت، تادیب، نصیحت اور سنوارنے کے لئے تھے، لگتا ہے کہ نہ تو معترض کے کان میں کوئی ایسی بات پڑی، نہ اُس نے کبھی کسی کتاب میں ایسا کلام پڑھا اور نہ ہی اُس کے مشاہدے میں ایسی بات آئی کہ تربیت کرنے والے مشائخ اپنے محبوب ترین مریدین کو کیسے کیسے زجر وتوبیخ کرتے ہیں، حالانکہ وہ مرید اُن مشائخ کو انتہائی عزیز ہوتے ہیں، دوسری طرف اُن کے یہ مرید بھی سر جھکائے رہتے ہیں اور مشائخ کی طرف سے نفس کی تذلیل کا رویہ خوش دلی سے قبول کرتے ہیں، اور اساتذہ اپنے شاگردوں کے ساتھ صبح کے وقت ایسا سخت رویہ

---

(۱) سورۂ جمعہ: ۴

اختیار کرتے ہیں تو یہ سعادت مند شاگرد اس پر اللہ کی حمد کرتے ہیں، معترض زبان حال سے پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ اُسے اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرنے کی توفیق نہیں ہوئی اور نہ ہی وہ علم کے شہروں کی زیارت سے شادکام ہوا، اور نہ ہی اس کی آنکھ اہل علم کی کتابوں کا مطالعہ کر سکی، اور میں معترض کے رویے کو جہالت تک محدود نہیں سمجھتا بلکہ مجھے لگتا ہے کہ اُسے حسد اور بغض نے حضور غوث اعظم کے بارے میں ایسے کلمات کہنے پر مجبور کیا ہے، عربی کا مقولہ ہے:

''قد يقدم العير من ذعر على الأسد۔''

''بعض اوقات گدھا بھی گھبراہٹ میں شیر پر چڑھ دوڑتا ہے۔''

اور ارشاد ربانی ہے:

''مَنْ يُضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ۔''(1)

''جسے اللہ گمراہ کرے اُسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں۔''

جس نقیب کو حضرت غوث اعظم نے یہ سخت کلمات ارشاد فرمائے وہ معترض کے برعکس انصاف پسند اور اصلاح کو قبول کرنے والے تھے، اس لئے وہ آپ کی نصیحت میں پائی جانے والی شدت پر بلبلائے نہیں، جیسے کہ یہ بات اس کتاب کے آخر میں مذکور ہے جہاں سے معترض نے واقعہ نقل کیا تھا، اللہ معترض کا منہ بند کردے جس نے آدھی بات ذکر کی اور بات کا باقی حصہ چھپا دیا، اور پوری بات یوں ہے: حضرت غوث اعظم نے مذکورہ بالا واقعہ میں مذکور نقیب النقباء کو نصیحت کرنے کے بعد فرمایا تھا: ''اگر میری گفتگو کا اس پر کچھ بھی اثر ہوا تو وہ ضرور واپس آئے گا۔'' مصنف نے فرمایا:

(1) سورۃ اعراف: 186

''یہ صاحب حضرت غوثِ اعظم کی اس نصیحت کے بعد بھی آپ کی مجلسِ وعظ میں اور مجلس کے علاوہ بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے، وہ آپ کے سامنے انتہائی تواضع اور انکساری سے بیٹھتا، اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔

ایک روایت میں ہے کہ جب لوگوں نے حضرت غوث اعظم سے گزارش کی کہ آپ نے نقیب الاشراف کو سمجھانے میں کافی مبالغہ کیا ہے تو آپ نے فرمایا:

''میرا سخت کلام نور ہے، جس نے نقیب الاشراف کے دل کی تاریکیاں ختم کردی ہیں اور ہر شخص کو وہی کچھ حاصل ہوتا ہے جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا۔''

الفتح الربانی پر اعتراضات کے جوابات:

معترض نے کہا: حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کے مواعظ کا مجموعہ ''الفتح الربانی'' شیخ عفیف الدین مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے لہجے میں ترتیب دیا، اور انہوں نے پہلے لوگوں کے بے شمار قصے اور گمان کرنے والوں کے خیالات آپ کی طرف منسوب کردیے۔

آپ کی طرف منسوب کئے گئے اقوال میں سے ایک یہ قول بھی ہے:

يا غلام، إذا متّ تراني وتعرفني عن يمينك وعن شمالك، مالك أحمل و أدافع عنك؟ وأسأل: الى متى أنت مشرك بالخلق متكل عليه؟ يجب أن تعلم أن أحدا منهم لاينفع، ولا يضرن فقيرهم وغنيهم، عزيزهم وذليلهم، عليك بالله عزوجل لاتتكل على الخلق۔

''اے نوجوان! جب تو مر جائے گا تو اُس وقت تو مجھے پہچانے گا اور مجھے اپنے دائیں بائیں یوں دیکھے گا کہ میں تیرا دفاع کر رہا ہوں اور میں تجھے پوچھتا ہوں کہ تو کب تک مخلوق پر بھروسہ کر کے اُسے خالق کا شریک ٹھہراتا رہے گا، تجھے اچھی طرح جان لینا چاہیے کہ تجھے مخلوق میں سے کوئی بھی فقیر ہو یا مالدار، عام آدمی ہو یا کوئی معزز انسان کچھ نفع نہیں دے گا۔ تجھے اللہ عزوجل کی مخلوق پر نہیں بلکہ اُس قدرت والی ذات پر بھروسہ کرنا چاہیے۔''

حضرت غوثِ اعظم کے اس قول پر تبصرہ کرتے ہوئے معترض کہتا ہے:

''کیا اس عبارت میں کوئی سلاست ہے؟ اور کیا مقررین اور اولیائے کرام کے متبعین کے خطابات میں پائے جانے والے لفظی اور معنوی ربط جیسی کوئی چیز اس عبارت میں موجود ہے؟ جب عام مقررین سے ایسی بے ربط عبارت کی توقع نہیں تو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی جن کا علم وفضل مشہور ہے، اور اُن جیسے ذی علم حضرات سے تو کفر تک پہنچانے والے ایسے کلمات اور خرافات کی توقع ہی نہیں کی جاسکتی جو یونان کے قدیم فلسفیوں کی لغویات سے تقریباً ملتے جلتے ہیں۔''

میں کہتا ہوں: ''حضرت غوثِ اعظم کے فرمان کا سیدھا سادھا معنی واضح ہے اور آپ کے نور میں لپٹا ہوا ہے، آپ کے فرمان: ''اذا مت'' میں تاء پر فتح بھی درست ہے۔ یعنی آپ اپنے مخاطب سے فرمارہے ہیں: ''جب تو مر جائے گا'' (تو پھر تجھے مجھ پر اللہ کے انعامات کی خبر ہوگی) یہاں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دنیا میں آپ کا

مرتبہ ومقام غفلت کی نیند سونے والوں اور لہو ولعب میں مشغول ہونے والوں (اور معترض انہی میں سے ایک ہے) کی نگاہ سے اوجھل ہے، اور اکثر لوگ غفلت میں ہیں، جب وہ برزخی زندگی میں داخل ہوں گے تو پھر سمجھیں گے، اور دنیا میں لوگوں کا آپ کو دیکھنا ضروری نہیں کہ آپ کی خصوصیات اور مرتبہ ومقام کو دیکھنے پر بھی مشتمل ہو، جیسا کہ رحمت عالم ﷺ کے بارے میں ارشادِ ربانی سے سمجھ آرہا ہے۔

وَتَرٰهُمْ يَنظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ۔(۱)

''اور انہیں دیکھے کہ وہ تیری طرف دیکھ رہے ہیں اور انہیں کچھ بھی نہیں سوجھتا۔''

اور حضرت غوث پاک کے فرمان ''اذا مت'' کی تاء پر ضمہ بھی جائز ہے، معنی یہ ہوگا کہ ''میں جب موت کا ذائقہ چکھ لوں گا'' تو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ایسے لوگوں میں سے ہوں گا جو اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور اللہ کے بندوں کو نفع پہنچاتے ہیں (تب تجھے مجھ پر اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کا اندازہ ہوگا) اور اس بات میں ذی علم اور باشعور انسان کے لئے تعجب اور حیرت کی کوئی گنجائش نہیں، یہ امر اکابر اولیائے کرام سے منقول ہے، اور اسے محققین کی ایک بڑی تعداد نے ذکر بھی کیا ہے، انہی محققین میں سے قشیری، ابن عربی اور امام شعرانی بھی ہیں، جبکہ شیخ الاسلام احمد حموی نے اپنی کتاب: ''نفحات القرب والاتصال في إثبات التصرف لأولياء الله بعد الانتقال'' میں اور شیخ اسماعیل تیمی نے ''المنح الالهية'' میں اور ایسے کثیر واقعات دیگر کئی حضرات نے تحریر کئے ہیں۔

---

(۱) سورۃ اعراف:۱۹۸

موت کا ذائقہ چکھنے کے بعد بھی زندگی کی واضح دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

''وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ۔''(۱)

''اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز انہیں مردہ خیال نہ کرنا، بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں روزی پاتے ہیں۔''

یہ چھوٹے جہاد والوں کا مرتبہ و مقام ہے بڑے جہاد یعنی نفس کے ساتھ عمر بھر جہاد کرنے والوں کا مرتبہ و مقام کیا ہوگا؟ اس سلسلے میں مشہور حدیث کے الفاظ کچھ یوں ہیں:

رجعنا من الجهاد الأصغر الى الجهاد الأكبر۔(۲)

''ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹے ہیں۔''

اس حدیث کو بیہقی نے روایت کیا، اور ایک دوسری روایت میں صحابہ کو مخاطب کرکے ''رجعتم'' فرمایا گیا ہے، اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی پیشِ نظر رہے:

''وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ''۔(۳)

''اور مرتے دم تک اپنے رب کی عبادت میں رہو۔''

یہاں یقین سے مراد موت ہے، اس تناظر میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ جہاد (یعنی عبادت) سے غیر عبادت کی طرف رجوع نہ ہو اور یہ بھی نہ کہا جائے کہ شہداء کی زندگی سے مراد ان کی ارواح کی زندگی ہے، اس لیے کہ روح کی زندگی تو سب کے لئے ہے،

(۱) سورۂ آلِ عمران: ۱۶۹

(۲) اس روایت کو عجلونی نے کشف الخفاء (۱/۵۱۱-۵۱۲) میں ذکر کیا ہے۔

(۳) سورۂ حجر: ۹۹

تو پھر ثابت یہ ہوا کہ شہداء کے جسم بھی دنیاوی زندگی کی طرح زندہ ہوتے ہیں، اور بہت سلف صالحین اور بعد والوں کا یہی عقیدہ ہے، اور اس موضوع پر علامہ حافظ محمد شحمی تیونسی نے اپنی تصنیف: ''رسالة الاصفياء في تحقيق حياة الانبياء'' میں انبیاء کے اجسام اور ارواح کی زندگی پر سیر حاصل گفتگو کی ہے۔ اور انتقال کے بعد ظاہری شکل میں اولیائے کرام کے قبروں سے باہر آنے کے واقعات بہت ہیں۔ امام شعرانی سے منقول ہے کہ کبھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ فرشتے اور کبھی خود ولی اولیاء کی قبروں سے نکلنے والی شبیہ کی صورت میں ظاہر ہو کر لوگوں کی مدد کرتے ہیں اور انہیں مسلمانوں کی ضروریات پوری کرنے پر اجر بھی عطا کیا جاتا ہے۔

بہت سی مفید کتابوں کے مصنف علامہ احمد بن قاسم (۱) اپنی اربعین کی شرح میں فرماتے ہیں:

''میرے والد گرامی شیخ مصطفیٰ بن عزوز مکی رحمۃ اللہ علیہ کو راس الحمراء نامی علاقے کے شہر بونہ میں جیتے جاگتے قطب ربانی سیدی عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت ہوئی، آپ اور ایک دوسرے ولی سیدی بدر الدین شابی دریا کے پانی پر چلتے ہوئے تشریف لائے، شیخ قاسم بونی فرماتے ہیں: اُن دونوں حضرات نے مجھے لٹا کر میرا سینہ چاک کرکے دل کو باہر نکالا، اور پھر دل کو چیر کر اس میں سے ایک سیاہ لوتھڑا نکال باہر کیا

(۱) جیسے کہ خلیلی کی ''مختصر'' اور تفتازانی کی ''مقاصد'' کو شعروں میں ڈھالنا ہے۔ علامہ احمد بن قاسم نے حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ، شمائل اور خصائص پر مشتمل ہزاروں اشعار لکھے ہیں، نیز توحید کے بیان پر مشتمل ''الياقوتة الكبرى'' ''الياقوتة الصغرى'' اور کئی دیگر کتب کے مصنف ہیں، حضرت مصنف (علامہ محمد بن مصطفیٰ بن عزوز مکی رحمۃ اللہ علیہ) نے یہ معلومات متن میں ہی ذکر کی تھیں مگر میں نے انہیں حاشیہ میں ذکر کردیا ہے تاکہ متن میں روانی برقرار رہے۔ (ممتاز احمد سدیدی)

اور دل کو اچھی طرح صاف کیا اور اُسے تمام رذائل سے پاک کر کے اُس کی جگہ پر لوٹا دیا اور جہاں سے سینہ چاک کیا تھا اُس جگہ پر ہاتھ پھیرا تو وہ جگہ پہلے جیسی ہوگئی، اور حضرت غوثِ اعظم نے فرمایا: ''اے قاسم! ہم نے تمہیں ولایت کا لباس پہنایا۔'' اُس دن سے قاسم تیمی رحمۃ اللہ علیہ اللہ رب العالمین کے فضل سے عظیم مرتبہ پر فائز ہوگئے، اور جب اُنہیں ''رسالہ قشیریہ'' میں مذکور مردانِ حق کے معیار پر پرکھا گیا تو آپ اُن میں سے اکثر کے ہم پلہ اور اُن میں سے بعض سے برتر دکھائی دیئے، یہ اُن پر حضرت غوثِ اعظم کی برکت سے اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے، اور اولیاء کی کرامات میں اس کرامت پر کچھ حیرت نہیں اور کرامات کو نہ ماننے والے کے لئے کوئی چھوٹی یا بڑی دلیل کارگر نہیں۔ جناب قاسم تیمی گیارہویں صدی ہجری میں ہوئے ہیں! اس طرح اُن کے اور حضرت غوثِ اعظم کے درمیان تقریباً پانچ سو سال کا فاصلہ ہے اور حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا:

'' الی متی انت مشرك بالخلق ؟ ''

''تو کب تک مخلوق کو شریک بناتا رہے گا؟''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درج ذیل فرمان کا مفہوم ہے:

إن أخوف ما أخاف عليكم الشرك الأصغر. قالوا: وما الشرك الأصغر يا رسول الله؟ قال : الرياء يقول الله عزوجل يوم القيامة إذا جازى العبيدَ بأعمالهم اذهبوا إلى الذين كنتم تراؤون في الدنيا فانظروا هل تجدون عندهم الجزاء. (۱)

(۱) اس حدیث کو امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند (۵/۴۲۸، ۴۲۹) میں اور طبرانی نے المعجم الکبیر (۴/۲۵۳) میں بیہقی نے شعب الایمان (۵/۳۳۳) میں اور منذری نے الترغیب والترہیب (۱/۳۴) میں روایت کیا۔

''مجھے تمہارے بارے میں اگر کوئی شدید ترین خوف ہے تو وہ چھوٹے شرک میں تمہارے مبتلا ہونے کا خوف ہے۔''

صحابہ نے پوچھا:

''یا رسول اللہ! وہ چھوٹا شرک کیا ہوگا؟''

تو آپ نے فرمایا:

''ریاکاری۔ قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اُن کے اعمال کا بدلہ دے چکے گا تو وہ (ریاکاروں کو) فرمائے گا: ''تم اُن لوگوں کے پاس جاؤ جن کے سامنے تم ریاکاری کیا کرتے تھے اور دیکھو کہ اُن کے پاس تمہارے لئے کوئی بدلہ ہے؟''

اس حدیث کو بیہقی نے ''شعب الایمان'' میں نقل فرمایا ہے، اور حجۃ الاسلام امام غزالی نے ''إحياء العلوم'' میں اس حدیث کی تفصیلی شرح بیان کی ہے۔ اب اس حدیث کا ذکر کرنے کے بعد حضرت غوثِ اعظم کے فرمان کی شرح میں کچھ کمی نہیں رہ جاتی۔

حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کا فرمان:

'' انت كدر بلا صفاء۔ ''

''تم سخت گدلا پانی ہو۔''

واضح ہے اور اس کے معنی کی صحیح وضاحت اسی کتاب کی بارہویں مجلس میں آپ کا یہ ارشادِ گرامی کرتا ہے:

''اے نوجوان شیرینی اور تلخی، اصلاح اور بگاڑ، گدلا پن اور شفافیت

زندگی کا حصہ ہیں، اگر تو مکمل شفافیت چاہتا ہے تو مخلوق سے اپنے
دل کا تعلق توڑ کر اللہ تعالیٰ سے جوڑ لے۔''

آپ کے اس فرمان میں ایسے شخص کو ڈانٹا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ سے رخ
پھیرے ہوئے مخلوق کی طرف ہمہ تن متوجہ ہے۔

اور حضرت غوثِ اعظم کا فرمان: ''خالق نہیں مخلوق ہے'' اُن ریاکار لوگوں کی طرف اشارہ ہے جو ایسے اعمال کی طرف توجہ نہیں کرتے جو انہیں ان کے رب سے قریب کریں اور وہ اپنے خالق کے لیے نہیں بلکہ اس کی مخلوق کے لیے عمل کرتے ہیں، آپ کے قول کے مذکورہ مفہوم پر ایک دوسری مجلس میں مذکور آپ ہی کا ایک اور ارشاد گرامی دلالت کرتا ہے، آپ نے فرمایا:

''یہ نفاق، ریاکاری اور اموال کو ناحق چھین لینے کا دور ہے، بہت سے
لوگ نماز پڑھتے ہیں، روزہ رکھتے ہیں، حج کرتے ہیں، اور اپنی صفائی
دیتے ہیں، اور نیکی کا کام خالق کے لئے نہیں بلکہ مخلوق کے لئے
کرتے ہیں۔''

یعنی وہ ایسے چل رہے ہیں جیسے کہ ان کا کوئی خالق نہیں ہے، آپ کے فرمان میں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی طرف اشارہ ہے۔

''اَفَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوَاهُ۔'' (۱)
''بھلا دیکھو تو جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا ٹھہرالیا۔''

تفتازانی نے ایسے ہی لوگوں کے لئے شاعر کا یہ شعر نقل کیا ہے:

(۱) سورۃ جاثیہ ۲۳

لك ألف معبود مطاع امره   دون الإله وتدعى التوحيدا

''تیرے لئے اللہ کے سوا ہزار ایسے معبود ہیں جن کے حکم کی اطاعت
کی جاتی ہے اور تو اس بات کے باوجود توحید کا دعویدار بھی ہے۔''

اور حدیثِ مشہور میں ہے:

تعس عبدالدینار و تعس عبدالدرھم ۔ (۱)

بہترین نیکی وہ ہے جو جلدی ہو اور کم از کم نیکی وہ ہے جو بے شک تاخیر سے ہی ہو۔

اس حدیثِ مبارک سے حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کا درج ذیل فرمان واضح ہو گیا:

''دنیا بلا آخرۃ، باطل بلا حقیقۃ۔''
''آخرت سے بے نیاز دنیا ایسی باطل چیز ہے جس کی حقیقت کچھ
نہیں۔''

اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کی برکتوں سے مالا مال فرمائے، آپ نے بیسویں مجلس کے ضمن میں فرمایا:

''یا دنیا بلا آخرة ، یا خلق بلا خالق، ماتخاف سوی فقر، ماترجو
سوی الغنی، ویحك ! الرزق مقسوم لایزیدولاینقص ، ولایتقدم
ولا یتاخر۔''

(۲) اس حدیث کو امام بخاری (۲۳۶۹/۳) (۲۳۹۳/۵) ابن ماجہ (۱۳۸۵/۲) اور بیہقی نے (۱۵۹/۹) (۲۴۵/۱۰) روایت کیا۔

''اے آخرت سے بے نیاز دنیا! اور اے خالق سے روگرداں مخلوق! تجھے فقر کے علاوہ کسی چیز کا خوف اور مالداری کے علاوہ کسی چیز کی طلب نہیں، تیرے لیے خرابی ہو، رزق تو تقسیم ہو چکا، وہ نہ تو کم ہوگا نہ بڑھے گا، نہ وقت سے پہلے ملے گا نہ اُس کے ملنے میں تاخیر ہوگی۔''

معترض کی طرف سے ''الفتح الربانی'' میں حضرت غوثِ اعظم کے مواعظ حسنہ جمع کرنے اور انہیں ترتیب دینے والے شیخ عفیف الدین مبارک اور اُن کے ترتیب دیئے ہوئے مواعظ غوثیہ کے مجموعے پر تنقید امام بوصیری کے اس قول کا مصداق ہے:

''قد تنکر العین ضوء الشمس من رمد۔''

''بعض اوقات بیماری کے سبب آنکھ سورج کی روشنی کا بھی انکار کر دیتی ہے۔''

الحکم الجلستانیہ میں ہے:

عند هبوب الناشرات الی الحمی

تمیل غصون البان لا الحجر الصلد

''چراگاہ کی سمت ہواؤں کے چلتے وقت بان نامی درخت کی شاخیں جھولتی ہیں بھاری پتھر نہیں۔''

اور اسی کتاب میں کسی شاعر کا یہ قول مذکور ہے:

لاینطقون بحرف فی المزاح سوی ... مافیه نفع اخی عقل به والتنصحا

ومن تلا ألف باب کلها حِکم ... لجاهل قال هذا طالما مزحا

''وہ مزاح میں بھی ایسی ہی بات کرتے ہیں جس میں میرے بھائی کے

لئے فائدہ ہے۔ نیز میرے بھائی نے اس بات سے شعور اور نصیحت حاصل کی۔

جس نے کسی جاہل کے لیے کتاب کے حکمت بھرے ہزار باب پڑھے تو جاہل نفع حاصل کرنے کی بجائے یہی کہے گا: ''شاید اس نے مزاح کیا ہے۔''

اور یہ بات درست ہے کیونکہ جس کتاب ''الفتح الربانی'' کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے، اُس میں سنت نبویہ ﷺ سے ماخوذ اوامر اور نواہی کے سوا کچھ نہیں، نیز گناہوں اور گناہوں کی طرف جانے والے راستوں کی مذمت ہے، اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی تعظیم ہے، علاوہ ازیں اُن آداب کا بیان ہے جو نفیس ترین ذخائر ہیں، نیز دل (گناہوں) کے مریض پر کچھ سختی ہے تا کہ اُس کا مرض (گناہوں کی عادت) ختم ہو جائے، حضرت غوثِ اعظم کا درج ذیل ارشاد گرامی حکمت بھرا کلام اور بہترین دوا ہے۔ آپ نے فرمایا:

''اے جوان! اگر تو چاہتا ہے کہ تیرے اور رب کے درمیان کوئی دروازہ بند نہ رہے، تو پھر تم ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، کیونکہ تقویٰ ہر دروازے کی چابی ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۙ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ۔''(1)

''اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اُس کے لئے نجات کی راہ نکال دے گا،

(1) سورۂ طلاق: ۲-۳

اور اُسے وہاں سے روزی دے گا جہاں سے اُس کا گمان بھی نہ ہوگا۔''

اپنی جان، مال، اہل وعیال اور اپنے احباب کی محبت میں ڈوب کر اللہ تعالیٰ سے جھگڑا نہ کرو، کیا تجھے اس بات پر شرم نہیں آتی کہ تو اللہ تعالیٰ سے کہتا ہے کہ وہ (تمہاری خواہش کے مطابق) تبدیلی کرے، کیا تو اس سے زیادہ حکم دینے والا ہے؟ اللہ تعالیٰ تمہارے عزیزوں اور تمہارے معاملات کی تدبیر فرمانے والا ہے۔''

آپ نے چودھویں مجلس میں فرمایا:

''اے منافق! اللہ تعالیٰ نے زمین کو تجھ سے پاک رکھا، کیا تمہاری ہلاکت کے لئے تمہارا نفاق کافی نہیں ہے کہ تم علماء اور اولیاء کے گوشت کھاتے ہوئے اُن کی غیبتیں کرتا ہے؟! عنقریب کیڑے تمہاری اور تمہارے جیسے تمہارے منافق بھائیوں کی زبانیں اور گوشت یوں کھائیں گے کہ تم سب کو چیر پھاڑ کر رکھ دیں گے، اور زمین تمہیں یوں دبائے گی کہ تمہیں پیس کر رکھ دے گی، ایسے لوگوں کے لئے کامیابی کی نعمت نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے نیک اور صالح بندوں کے بارے میں اچھا گمان نہیں رکھتے اور اُن کے ساتھ عجز وانکسار سے نہیں ملتے، تم انہیں جھک کے کیوں نہیں ملتے جبکہ وہ (روحانی دنیا کے) روساء اور امراء ہیں؟ اُن کے سامنے تمہاری کیا حیثیت ہے؟ اللہ نے انہیں ارباب بسط وکشاد بنایا، اُن کی برکت

سے آسمان بارش برساتا ہے، اور زمین غلہ اگاتی ہے، ساری مخلوق اُن کی رعیت ہے، اُن میں سے ہر ایک ایسا پہاڑ ہے کہ آفات اور مصائب کی آندھیاں اُن میں سے کسی کو متزلزل یا خوفزدہ نہیں کرسکتیں، وہ اللہ تعالیٰ کی توحید کی جگہوں اور اپنے رب سے راضی رہنے والی عادت سے دستبردار نہیں ہوتے، حکماء اور علماء کے کلام کو حقیر نہ جانو، اس لئے کہ ان کا کلام دوا کا درجہ رکھتا ہے اور ان کے کلمات وحی الٰہی کا ثمرہ ہیں۔''

میں کہتا ہوں: ''الفتح الربانی'' کے مرتب شیخ عفیف الدین مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا سوائے اس کے کوئی گناہ نہیں کہ وہ اپنی والدہ کی طرف سے حضرت غوث اعظم کی اولاد میں سے ہیں نیز آپ کے شاگردوں میں سے ہیں، اور ان کی مرتب کی ہوئی کتاب ''الفتح الربانی'' اُن کے نانا کے افادات پر مشتمل ہے، اس لئے ادب ناشناس معترض نے اُن پر تنقید میں شدت اختیار کی ہے، جبکہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ کتاب کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے:

''شیخ عفیف الدین نے اپنے نانا سے اُن کی مجالس میں دیئے گئے خطابات براہِ راست سنے اور اُن کا نام ''الفتح الربانی والفیض الرحمانی'' رکھا، یہ کتاب لطیف اور مبارک ہے، انہوں نے اس میں ہر خوبی کو جمع کردیا ہے۔ انصاف کی بات یہ ہے کہ ''الفتح الربانی'' ایک عمدہ اور نفیس کتاب ہے جو مریدین کی آنکھیں کھولنے والی، عارفین کو یاد دہانی کرانے والی اور غافلوں کو تنبیہ کرنے والی اور

شیاطین کے ساتھیوں کو برباد کرنے والی ہے۔ ہاں جہالت اور علم و فضل سے محرومیت کا شکار، اپنے عیوب کو بھول کر لوگوں کے عیوب تلاش کرنے والا اور حسد کی آگ میں جل کر کمال کو عیب قرار دینے والا شخص اس کتاب کو پڑھنے سے مزید گمراہ ہوتا ہے اور گمراہی میں جھونکا جاتا ہے کیونکہ وہ انصاف کی راہ پر چلانے والی خوبیاں نہیں رکھتا، شاعر کے درج ذیل اشعار حکمت اور دانائی پر مشتمل ہیں:

اخا العلم لا تعجل بعیب مصنف	ولم تتحق زلۃ منه وتعرف
فکم أفسد الراوی کلاما بعقله	وکم حرّف المنقول قوم وصحّفوا
وکم ناسخ أضحی لمعنی مغیرا	وجاء بشیء لم یُردہ المصنف

”اے علم والے کسی مصنف کی لغزش کو اچھی طرح جانچنے اور پرکھنے سے پہلے اس پر کسی عیب کا حکم نہ لگا۔

کتنے ہی راوی ایسے ہیں جنہوں نے اپنی کج فہمی کی وجہ سے کلام کا حلیہ بگاڑ دیا۔ اور کتنے ہی لوگ ہیں جنہوں نے نقل کئے ہوئے کلام میں تبدیلی اور تحریف کر دی۔

کتنے ہی کاتبوں نے عبارتوں کا معنی بدل دیا اور ایسی بات لکھ دی جو مصنف کے وہم و گمان میں بھی نہ تھی۔“

پھر معترض نے کہا: عفیف نے غوثِ اعظم کی طرف یہ بات بھی منسوب کی ہے کہ انہوں نے حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

”جب آپ کا دل حضرت حواء کی طرف مائل ہوا تو اُن دونوں کے

درمیان تین سو سال کی مسافت کے ذریعے جدائی ڈال دی گئی، ایک سراندیپ میں تھے اور دوسری شخصیت جدہ میں تھی۔“

یعنی سراندیپ اور جدہ کے درمیان تین سو سال کی مسافت تو نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں: سراندیپ اور جدہ کے درمیانی مسافت آپ کی آنکھوں سے اوجھل نہیں ہوگی اور جو شخص اس قلیل مسافت کو تین سو سال کی مسافت قرار دے رہا ہے اُس کے علم پر کیسے اعتماد کیا جا سکتا ہے؟ اور اللہ کی راہ پر چلنے کے لئے اُس شخص کی اتباع کیسے کی جا سکتی ہے؟ یہ جھوٹ کے پلندے (الفتح الربانی) حضرت غوثِ اعظم کی ذات پر صریح بہتان سے زیادہ کچھ نہیں ہیں، اور یہ کتاب بھی اُن جھوٹے دعوؤں کی طرح ہے جن میں حضرت غوثِ اعظم کو سادات میں سے ظاہر کیا گیا ہے۔“

میں اس اعتراض کے جواب میں کہتا ہوں: ”شیخ عفیف الدین مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت غوثِ اعظم کی طرف جو کچھ منسوب کیا وہ درست ہے، آپ نے یہ مسافت غیر اللہ سے دل کو خالی کرنے پر ابھارنے کے لئے ذکر فرمائی ہے، اہل علم جانتے ہیں کہ بلاغت کے اسالیب میں سے ہے کہ کسی مخصوص عدد کا ارادہ کئے بغیر راستے کی طوالت اور شدید مشقت بیان کرنے کے لئے بطور کنایہ بڑا عدد ذکر کر دیا جاتا ہے، جیسے کہ اللہ رب العزت کا یہ فرمان ہے:

فی یوم کان مقدارہ خمسین ألف سنة۔(۱)

”وہ عذاب اُس دن ہوگا جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہے۔“

یہاں پچاس ہزار سال حقیقی طور پر مراد نہیں بلکہ اُن سالوں کی مشقت اور سختیاں

---

(۱) سورۃ معارج:۴

مراد ہیں اور یہ بات بطور تمثیل کہی گئی ہے جیسے کہ کبار مفسرین نے دو آیتوں کے درمیان تطبیق کے لئے کہا ہے، انہی مفسرین میں سے امام فخر الدین رازی اور خطیب بھی ہیں، ''تفسیر جلالین'' میں بھی یہی بات ہے جبکہ قاضی بیضاوی نے بھی اس بات کی تائید کی ہے، بیضاوی کے محشی شیخ قونوی کے مطابق قاضی بیضاوی نے بھی اسی بات کو ترجیح دی ہے۔

حضرت غوثِ اعظم اور اُن جیسے واعظین، اساتذہ اور اصحاب دعوت وارشاد کا ترغیب دینے، ڈرسنانے، یاددلانے اور مہذب کرنے کے لئے یہ کہنا کہ فلاں اور فلاں جگہ کے درمیان اتنی مسافت ہے حقیقی معنی میں نہیں ہوتا بلکہ اسے بلاغی اسلوب ہی شمار کیا جائے گا۔ کیونکہ اِن ہستیوں کا ایسے اعداد سے بالاتر مقام اُن اعداد اور مسافتوں سے اعلیٰ وارفع چیز کا تقاضا کرتا ہے۔

اسی معقول بات کے ذریعے عصر حاضر کے بعض لوگوں کا رد کیا جائے گا جن کے دماغ میں نئی باتیں سمائیں تو یہ لوگ علم کی اُن راہوں سے دور چلے گئے جن پر انہیں چلنا چاہیے تھا، اور وہ جہالت کے ایسے گڑھے میں جاگرے جس نے انہیں قرآن کریم، شریعتِ مطہرہ اور سلف صالحین کے آثار کا مذاق اڑانے پر برانگیختہ کردیا، یہ نادان (تربیتی نکتۂ نظر سے مسافتوں کے حوالے سے کوئی بڑا عدد ذکر کرنے پر) سلف صالحین کے بارے میں کہتے ہیں:

''انہیں زمین کی مسافتوں کا کچھ علم نہیں۔''

اگر ہم اس بات کو حقائق مسخ کرنا نہ بھی کہیں تو اس کا واضح مطلب امت کی عادل اور ذمہ دار شخصیات کے اقوال کو جھٹلانا ہوگا اور ان کم فہم لوگوں کا یہ طرزِ عمل عربی

زبان وبیان کے ایک خاص اسلوب کو نہ جاننے کے سبب ہے، کوئی ذی علم عربی زبان و بیان کے اس اسلوب (یعنی بڑا عدد ذکر کرنے) کو جھٹلا نہیں سکتا، کیونکہ یہ اسلوب لوگوں کی زبان پر جاری ہے، ایک شخص اپنے دوست کو کہتا ہے: ''تم میرے پاس کیوں نہیں آئے؟'' تو وہ جواب دیتا ہے: ''میں تمہارے پاس کیسے آتا جبکہ میرے اور تمہارے درمیان ایک مہینے کی مسافت حائل تھی۔''

یہ سن کر گلہ شکوہ کرنے والا شخص اپنے دوست کا جواب اُس کی بات جھٹلائے بغیر قبول کرلیتا ہے کیونکہ قرینہ اس بات پر دلالت کررہا ہے کہ مہینے بھر کی مسافت حقیقی طور پر مراد نہیں ہے بلکہ اس بات میں کنایہ ہے جو دوری اور راستے کی مشقت پر دلالت کرتا ہے۔

سیدی ابراہیم ریاحی نے اپنی تصنیف "مبرد الصوارم والأسنه في الرد علی من أخرج الشيخ التيجاني عن دائرة الدين والسنه" کی ابتداء میں لکھا ہے:

''اس بات پر اصحاب نقل وعقل میں کچھ اختلاف نہیں کہ کلام میں وارد ہونے والے کسی لفظ سے مراد کیا ہے؟ اس بات کا تعین اُن دس امور میں غور وفکر کے بغیر ممکن نہیں جنہیں اہلِ علم ابہام پیدا کرنے والے امور کے تحت ذکر کرتے ہیں، اس تناظر میں کسی انسان کے کسی لفظ کے معانی میں سے بعض کا تعین تین اسباب میں سے کسی ایک کے ذریعے ہی ہوگا، یا تو بولنے والا اُس معنی کی نشاندہی کرے، یا اُس کا لفظ کسی خاص معنی پر ایسی صراحت سے دلالت کررہا ہو کہ اُس میں تاویل کی گنجائش نہ ہو، یا قرائن میں سے کوئی قطعی قرینہ اُس

معنی پر دلالت کر رہا ہو۔"

معترض نے یہ بھی کہا: "حضرت غوث اعظم کے بارے میں مؤرخین اور ماہرین انساب کے اقوال میں غور کرنے سے فقط اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ آپ ایک مردِ صالح، عارف اور صوفی تھے، اور طریقت میں انہیں شہرت نصیب ہوئی، اُن کے پوتوں نے اُن کا نسب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا جبکہ وہ خود اس جھوٹ کے بوجھ سے بری ہیں کیونکہ انہوں نے ایسا کوئی دعویٰ نہیں کیا، اُن کے نسب اور گھرانے کے بارے میں اتنا ہی کہا جا سکتا ہے اور جو کچھ اس سے زیادہ ہے وہ باتیں گھڑ کر منسوب کرنے والوں کا کارنامہ ہے۔"

صوفیہ کرام کی تین اقسام اور اُن میں حضرت غوث اعظم کا مقام:

میں کہتا ہوں: "حضرت غوث اعظم کے بارے میں معترض کے مذکورہ بالا کلمات سے اُس کی مراد (جسے اللہ تعالیٰ ہی زیادہ بہتر جانتا ہے) یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ اس بات پر علمائے امت کے اجماع کو ٹھکرا رہا ہے کہ حضرت غوث اعظم قطب اعظم ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسی خصوصیات عطا فرمائی ہیں جن کا ادراک کرنے سے عقل عاجز ہے، معترض کی یہ روش جہالت یا حق کو ٹھکرانے پر دلالت کرتی ہے، اُس کا حضرت غوث اعظم کو فقط ایک صوفی کہنا درست نہیں کیونکہ اربابِ تصوف کی اقسام بیان کرنے والوں نے ایسی ہستیوں کی کئی اقسام تحریر کی ہیں، امام ابن عربی حاتمی نے فتوحات مکیہ میں یہ اقسام بیان کی ہیں جس کا خلاصہ کچھ یوں ہے:

"مردانِ حق تین قسم کے ہیں جن کی چوتھی قسم نہیں ہے، کچھ ایسے لوگ ہیں جن پر زہد غالب ہے اور تمام اچھے ظاہری اعمال اُن میں پائے جاتے ہیں، انہوں نے اپنے

باطنوں کو ہر مذموم صفت سے پاک کر لیا مگر اس درجے سے اوپر ان کی کچھ رسائی نہیں۔ انہیں احوال، مقامات، وہبی ولدنی علوم، اسرار و کشوف اور دیگر لوگوں کے احوال کی کچھ پہچان اور خبر نہیں، یہ ایسے عبادت گزار ہیں کہ اگر کوئی ان کے پاس دعا کروانے آئے تو شاید یہ لوگ اُسے جھڑک دیں اور یہ کہیں: "میں کیا ہوں کہ آپ کے لئے دعا کروں؟" ایسے لوگوں کے لئے تنبیہ ہے کہ وہ خود پسندی اور ریاکاری سے بچیں۔

ان سے اوپر دوسری قسم اُن لوگوں پر مشتمل ہے جو یہ خیال کرتے ہیں کہ سب نیک اعمال اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہیں اس وجہ سے وہ ریا سے محفوظ ہو گئے۔ یہ لوگ تقویٰ، کوشش، زہد، توکل اور بعض دیگر امور میں عبادت گزاروں کی طرح ہی ہیں۔ لیکن یہ لوگ اس بات کے قائل بھی ہیں کہ اُن کے احوال، مقامات، علوم، اسرار، کشوف اور کرامات سے اوپر بھی کچھ ہے تب وہ اس تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں، اگر یہ لوگ اس میں سے کچھ حاصل کر لیں تو یہ اس نعمت کی بدولت لوگوں میں ظاہر ہو جاتے ہیں کیونکہ یہ لوگ غیر اللہ کو تکتے بھی نہیں، یہی لوگ فتوت اور اخلاق والے ہوتے ہیں، اس نوعیت کے لوگوں کو صوفی کہا جاتا ہے۔

تیسری قسم اُن لوگوں کی ہے جو پانچ نمازوں پر سوائے چند اوراد و وظائف کے کچھ اضافہ نہیں کرتے، مگر جب وہ بازار میں چلتے ہیں تو اُن کے دل اللہ تعالیٰ سے ایسی یکسوئی اور رسوخ کے ساتھ وابستہ ہوتے ہیں کہ وہ ایک لمحہ بھی اللہ تعالیٰ کی بندگی سے غافل نہیں ہوتے، اُن کے دلوں میں جاہ و منصب کی خواہش بھی نہیں ہوتی کیونکہ عجز و انکسار سے بھرے اُن کے دلوں پر ربوبیت کا پہرہ ہوتا ہے، نیز اللہ تعالیٰ انہیں مختلف مقامات اور اُن کے شایانِ شان اعمال اور احوال پر مطلع فرما دیتا ہے، تب یہ حضرات

ہر مقام کے ساتھ حسب حال معاملہ کرتے ہیں، یہ لوگ انوار و تجلیات کی اوٹ میں مخلوق کی نظروں سے چھپ جاتے ہیں کیونکہ یہ حضرات اپنے مولا کے مخلص بندے ہوتے ہیں اور کھاتے پیتے، سوتے جاگتے ہمیشہ اُس کے مشاہدے سے سرفراز ہوتے ہیں۔

''یہ حضرات اہلِ ملامت ہیں اور مردان حق میں سے یہ لوگ بلند ترین مرتبہ والے ہیں، دائمی مشاہدہ سرورِ عالم ﷺ اور آپ کے صدقے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے (آقا کریم ﷺ کے طفیل) مزید جن شیوخ کو یہ سعادت نصیب ہوئی اُن میں حمدون قصار، ابوسعید خراز، بایزید بسطامی شامل ہیں اور ہمیں (یعنی حضرت ابنِ عربی کو) بھی یہ شرف حاصل ہے۔ ہمارے زمانے میں اِس نعمت سے مالا مال ہونے والوں میں ابوسعود بن شبل، شیخ عبدالقادر جیلانی اور محمد اوانی شامل ہیں۔''

ابنِ عربی نے اِن حضرات کے علاوہ بھی کچھ نام گنوائے ہیں۔ اُن میں سے مدفونِ ''مرسی تیونس'' سیدی عبدالعزیز مہدوی بھی ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان تمام حضرات سے راضی ہو، حضرت غوثِ اعظم کے متعلق شیخ ابنِ عربی نے جو کچھ فرمایا اُس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ پہلے درجے کے اولیاء میں سے ہیں، بلکہ یہ بات تو اہلِ طریقت میں تسلیم شدہ ہے، بے عقل آدمی ہی اس کا انکار کرسکتا ہے، اللہ تعالیٰ نے حضرت غوثِ اعظم کو جو مقامات عطا فرمائے اُن کا بیان ان شاء اللہ اپنی جگہ پر آئے گا، معترض کی طرف سے حضرت غوثِ اعظم کی سیادت کے انکار کا رد ہم نے کردیا، اللہ تعالیٰ ہی سیدھے راستے کی طرف ہدایت عطا فرمانے والا ہے۔

دوسرا باب

حضرت غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے احوال اور اُن کے سلسلہ طریقت کے بیان میں

معترض کہتا ہے: ''اس بات پر تمام خرقہ پوش مردانِ حق اور اہلِ صدق وصفا کا اجماع ہے کہ حضرت غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے کے کامل ترین صوفیہ اور اہلِ مجاہدات میں سے تھے، مگر آپ کو اپنے کچھ پوتوں کی وجہ سے آزمائش کا سامان کرنا پڑا جنہوں نے آپ کے سلسلہ طریقت کو مکدر کر دیا، اور آپ کی طرف بہت سی غلط باتیں منسوب کر دیں، بلکہ آپ کی طرف ایسے کفریہ کلمات منسوب کر دیے جو آپ کے حوالے سے سوچے بھی نہیں جاسکتے، آپ کے صالح الحال اور راست گو ہونے کی وجہ سے آپ کے بارے میں غالب گمان یہ ہے کہ آپ ایسے کلمات اور ایسی باتوں سے بری ہیں، بہر حال ایسی جھوٹی باتوں کا دروازہ آپ کے پوتوں نے کھولا اور اُن میں سے خاص طور پر وہ عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ ہیں جن کا ذکر گزر چکا۔ اُس نے آپ کی طرف ایسے کلمات منسوب کیے جنہیں اُس نے ''رسالہ غوثیہ معراجیہ'' کا نام دیا، اس نے حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کے حوالے سے لکھا:

آپ فرماتے ہیں، مجھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اے غوثِ اعظم!''

میں نے عرض کیا:

''اے غوث کے رب! میں حاضر ہوں۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''ناسوت اور ملکوت کے درمیان والا درجہ شریعت ہے، جبکہ ملکوت اور لاہوت کے درمیان والا درجہ طریقت ہے، جبروت اور لاہوت کا درمیانی درجہ حقیقت ہے۔''

پھر اُس نے فرمایا:

''اے غوثِ اعظم! میں کسی چیز میں اس طرح ظاہر نہیں ہوا جیسے میں انسان میں ظاہر ہوا ہوں۔''

میں نے پوچھا:

''اے رب! کیا تیرا مکان ہے؟''

تو اُس نے جواب دیا:

''میں ہی مکان کو وجود دینے والا ہوں اس لئے میں خود مکان کا پابند نہیں۔''

پھر میں نے سوال کیا:

''اے رب! کیا تو کھاتا پیتا بھی ہے؟''

تو اُس نے جواب دیا:

''فقیر کا کھانا پینا میرا ہی کھانا پینا ہے۔''

پھر میں نے پوچھا:

''اے رب! تو نے فرشتوں کو کس چیز سے پیدا کیا؟''

تو اُس نے فرمایا:

''اے غوثِ اعظم! میں نے انسان کو اپنے نور سے پیدا کیا اور فرشتوں کو انسان کے نور سے۔''

پھر اُس نے فرمایا:

''اے غوثِ اعظم! میں نے انسان کو اپنے لئے مسخر کیا اور ساری کائنات کو اُس کے تابع بنادیا۔''

پھر اُس نے مجھے فرمایا:

''اے غوثِ اعظم! میں بہترین طالب اور انسان بہترین مطلوب ہے، انسان بہترین سوار اور کائنات اُس کی بہترین سواری ہے۔''

پھر اُس نے مجھے فرمایا:

''اے غوثِ اعظم! انسان میرا اور میں اُس کا راز ہوں، اگر انسان میری بارگاہ میں اپنی قدر و منزلت پہچان لیتا تو وہ اپنی ہر سانس کے ساتھ کہتا:

''آج کس کی بادشاہی ہے؟''

پھر اُس نے مجھے فرمایا:

''اے غوثِ اعظم! انسان نے جو کچھ کھایا اور پیا، وہ جب بھی اٹھا بیٹھا، بولا اور خاموش ہوا، اُس نے جو عمل بھی کیا، نیز جب بھی وہ کسی چیز کی طرف متوجہ ہوا، یا کسی چیز سے غافل ہوا، میں اُس کی حرکت اور سکون میں تھا۔''

پھر اُس نے مجھے فرمایا:

''اے غوثِ اعظم! جو میری طرف باطنی سفر سے محروم ہوا وہ ظاہری سفر میں مبتلا ہوا، نیز وہ اس ظاہری سفر کے باعث مجھ سے مزید دور ہوا۔''

پھر اُس نے مجھ سے فرمایا:

''اے غوثِ اعظم! اتحاد (فنائیت) ایسی حالت اور کیفیت ہے جسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا، جو شخص اس حالت اور کیفیت کے طاری ہونے سے پہلے اس پر ایمان لایا اُس نے کفر کا ارتکاب کیا اور جس نے میری بارگاہ میں (مشاہدہ کے مقام تک) پہنچنے کے بعد میری عبادت کا ارادہ کیا اس نے عظمت والے اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرایا۔''

پھر اُس نے فرمایا:

''اے غوثِ اعظم! وہ فقیر جسے ہر چیز میں امر عطا کیا جاتا ہے جب کسی چیز کو کہتا ہے: ''ہوجا'' تو وہ چیز موجود ہو جاتی ہے۔''

اس عبارت میں ایسے کفریہ اور غلط کلمات پائے جاتے ہیں جن سے حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کی براءت واضح طور پر نظر آتی ہے، کیونکہ آپ امت کے علماء اور اولیاء میں سے ہیں اور ایسے کلمات تو کوئی ایسا نادان، جاہل اور گمراہ انسان ہی کہہ سکتا ہے جسے بات کرنے اور شرعی احکام کی کچھ خبر نہ ہو۔

تمہید: کلامِ صوفیہ کرام کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے کے بارے میں:

میں کہتا ہوں: ''میں معترض کی پیش کردہ عبارت کا جائزہ لینے اور اُس کا حسبِ استطاعت تجزیہ کرنے سے پہلے چند راسخ فی العلوم لوگوں کے کلام پر مشتمل

ایک جامع اور نافع تمہید لانا چاہتا ہوں، صاحب ''یواقیت'' فرماتے ہیں:

''شیخ الاسلام ابو سعید مخزومی فرمایا کرتے تھے: کسی عالم کے لئے جائز نہیں کہ وہ ستر (۷۰) امور کو جانے بغیر صوفیہ کرام کا رد کرے۔

اُن میں سے ایک یہ ہے کہ وہ عالم مختلف طبقات کے رسولوں کے معجزات کو تفصیلی طور پر جانتا اور یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ اولیائے کرام انبیاء کے چند مستثنیٰ کیے گئے معجزات کے علاوہ باقی سارے معجزات کے وارث ہوتے ہیں۔

اُنہی امور میں سے یہ بھی ہے کہ وہ عالم سلف صالحین اور خلف (بعد والوں) کے اقوال کی روشنی میں آیاتِ صفات کے معنی اور اخبار پر مطلع ہو۔

اُنہی امور میں سے یہ بھی ہے کہ وہ عالم اصولیوں کے علم میں گہرائی رکھتا ہو، نیز علم الکلام کے ائمہ کے درمیان اختلافات سے باخبر ہو۔

اُنہی امور میں سے بلکہ اہم امور میں سے یہ بھی ہے کہ وہ صوفیہ کرام کی اصطلاحات سے اچھی طرح واقف ہو، اُسے صوری اور ذاتی تجلی کا علم ہو، ذات اور ذات الذات کی خبر ہو، اسماء اور صفات کی پہچان ہو۔''

یہاں تک کہ انہوں نے فرمایا:

''جو صوفیہ کرام کی مراد کو نہیں سمجھتا وہ اُن کے کلام سے مراد اور غیر مراد میں فرق اور اُس کا رد کیسے کرے گا؟!''

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ سے شیخ اکبر سیدی ابن عربی کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ

نے فرمایا:

''وہ تو اپنی ذات میں ایک ایسی انجمن تھے جو گزر چکی، ہمارے خیال میں تو کسی عقلمند کے لئے کسی ولی اللہ کے بارے میں بدگمانی حرام ہے، اور اس پر لازم ہے کہ وہ اُن کے بارے میں حسن ظن رکھتے ہوئے اُس وقت تک اُن کے اقوال اور افعال کی تاویل کرے جب تک وہ خود اُن کے درجے کو نہیں پہنچتا، بے توفیق لوگ ہی اولیاء کے ادب سے محروم رہتے ہیں۔''

ابن عربی حاتمی فرماتے ہیں:

''طریقت کی راہ میں عجیب ترین بات یہ ہے کہ کسی بھی علم و فن سے تعلق رکھنے والے منطقیوں، نحویوں، انجینئرز اور اہل علم کی اپنی اصطلاحات ہوتی ہیں جنہیں یا تو اہل فن جانتے ہیں یا وہ جانتے ہیں جنہیں اہل فن ان اصطلاحات سے متعارف کروائیں، مگر سلسلۂ طریقت کا معاملہ مختلف ہے کیونکہ جب کوئی مرید صادق سلسلے میں داخل ہوتا ہے تو اُسے پہلے سے صوفیہ کرام کی اصطلاحات کا علم نہیں ہوتا لیکن جب وہ اہل طریقت کے ساتھ بیٹھتا ہے اور وہ اُس کے ساتھ اپنی مخصوص اصطلاحات کے ساتھ گفتگو کرتے ہیں تو وہ مبتدی اُن اصطلاحات کو یوں سمجھنے لگتا ہے جیسے وہی اُن کا واضع ہے، نیز وہ اُن اہل طریقت کے ساتھ انہیں کی اصطلاحات میں گفتگو بھی کرنا بھی شروع کر دیتا ہے اور کسی قسم کی اجنبیت محسوس نہیں کرتا، بلکہ وہ یوں محسوس کرتا ہے کہ اُسے

ان اصطلاحات کا علم اس طرح عطا کیا گیا ہے کہ وہ ان سے روگردانی کرنے پر قادر ہی نہیں ہے، اور اُسے یہ بھی اندازہ نہیں ہوتا کہ اُسے یہ نعمت کیسے حاصل ہوئی، اور اسی پیمانے کے ذریعے مرید کا اخلاص جانا جاتا ہے، اہل طریقت میں کسی دوسرے (غیر صوفی) گروہ سے صوفیہ کے گروہ میں داخل ہونے والا اپنے اخلاص کی بدولت ہی ایسی کیفیت سے دوچار ہوتا ہے۔''

سیدی علامہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ فرماتے ہیں:

کلامُنا لعرفہ نحن ومن یعرفنا
و انما یفهمه فی الناس من یفهمنا
ولم یکن یجهله الا الذی یجهلنا
ومن یرده فلیکن ملازما مجلسنا
او مجلسا لکل من تلمذہ الصدق لنا
و قلبه معتقد و یحسن الظن بنا

❀ ہم اپنا (صوفیہ کرام کا) کلام سمجھتے ہیں اور وہ بھی سمجھتا ہے جو ہمیں جانتا ہے۔
❀ اور لوگوں میں سے (تصوف کے حقائق کو) وہ سمجھتا ہے جو ہمیں جانتا ہے۔
❀ اور ہم سے بے تعلق ہی (صوفیہ کرام کے کلام اور تصوف کے حقائق سے) ناواقف ہے۔
❀ اور جو شخص یہ سب کچھ جاننا چاہتا ہے وہ ہماری مجلس میں بیٹھ کرے۔
❀ ایسے لوگوں کی مجلس میں بیٹھا کرے جو سچے دل سے ہمارے شاگرد بنے۔

وہ اعتقاد اور حسن ظن کے ساتھ ہماری مجلس اختیار کرے (تب گوہر مقصود حاصل ہوگا)

اولیائے کرام کے احوال اور اقوال کے حوالے سے زیادہ محفوظ راستہ سر تسلیم خم کرنا ہے، صوفیہ کرام نے فرمایا ہے:

''ظاہری علم بحث اور تدقیق پر مشتمل ہے جبکہ باطنی علم تسلیم اور تصدیق پر مشتمل ہے، خاص طور پر اُن حضرات کی تصدیق جن کی قرآن وسنت پر عمیق نظر کا ہمیں علم ہے۔''

''قواعد زروقیہ'' میں مرقوم ہے:

''جو شخص علمی مرتبہ ومقام رکھنے والی روحانی شخصیت کا کلام صحیح طور پر نہ سمجھ سکے تو وہ اُس کلام کے سامنے سر تسلیم خم کردے، اگرچہ وہ خود بھی علمی اور دینی نکتہ نظر سے مرتبہ ومقام رکھتا ہو (اور اُس کے حوالے سے عجلت میں غلط رائے قائم نہ کرے) نیز اپنے آپ کو حق کی مخالفت سے بچائے۔''

"منہاج العابدین" میں ہے:

''اگر کسی شخصیت کا علمی مرتبہ ومقام اور اخلاص معلوم ہو جائے تو اُس کے متعلق حسن ظن سے کام لیا جائے۔''

ہم صوفیہ کرام کے مقاصد کو پوری طرح سمجھنے سے قاصر ہیں پھر اُن کا رد کیسے کر سکتے ہیں؟ یہ تو غیر معقول بات ہوگی۔ "قواعدِ زروقیہ" میں ہے:

''کسی چیز کے بارے میں کلام فرع ہے، اُس کی ماہیت، انفرادیت

اور مادے کا تصور ذہنی شعور سے حاصل کیا جاتا ہے، خواہ وہ شعور وہبی ہو یا کسبی، پھر اُس شعور کی روشنی میں کسی چیز کو قبول یا رد کیا جا سکتا ہے، نیز اُس کی اصلیت اور تفصیل جانی جا سکتی ہے۔''

صوفیہ کرام نے لوگوں کو ایسے تصوف اور ایسے امور میں اپنی اقتداء کا پابند نہیں کیا جن کا ظاہر شریعت سے متصادم ہو، اور اس معاملے میں قرآن کریم میں تلاوت کیا جانے والا حضرت خضر علیہ السلام کا واقعہ ہمارے لئے کافی ہے۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے:

''اگر تم اہل طریقت کو دیکھو تو ان سے دعاء کی درخواست کرو، کیونکہ وہ مستجاب الدعوات ہوتے ہیں۔''

کلمات غوثیہ کی تشریح:

ہم غوث اعظم کے اس بے ادب کی طرف لوٹتے ہوئے کہتے ہیں: ''جب معترض نے حضرت غوث اعظم کی عظمت پر امت کا اجماع دیکھا اور سمجھ لیا تو وہ براہ راست آپ کے بارے میں تو بدزبانی نہ کر سکا، اس لئے اُس نے آپ کے پوتوں کو اپنی یاوہ گوئی کا نشانہ بنایا اور اُن کو بنیاد بنا کر سلسلۂ عالیہ قادریہ کو گمراہ ظاہر کرنے کی کوشش کی، اللہ تعالیٰ حضرت غوث اعظم کا فیضان جاری وساری رکھے، اس بدنصیب نے تنقید کا آغاز ''کلمات غوثیہ'' کے متعلق یہ کہتے ہوئے کیا کہ حضرت غوث اعظم کے پوتے رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کلمات آپ کی طرف منسوب کئے ہیں جب کہ صاحب "کشف الظنون" نے حضرت غوث اعظم کی طرف ان کلمات کی نسبت کو درست ثابت کیا ہے، اور انہوں نے اس نسبت کا ذکر دو جگہ لفظ ''معراج'' اور ''رسالہ غوثیہ'' کے

تحت کیا ہے، علاوہ ازیں "جامع الاصول" اور شیخ اسماعیل بغدادی کی کتاب "الفیوضات" میں "رسالہ غوثیہ" کو آپ کی طرف براہِ راست منسوب کیا گیا ہے، ان سب نے "رسالہ غوثیہ" کو آپ کی طرف پورے وثوق اور یقین سے منسوب کیا ہے، اور ان حضرات کے کلام میں ایسا کوئی ایک حرف بھی نہیں ہے جو اس گستاخی کی طرف اشارہ کرتا ہو جس کا معترض نے ارتکاب کیا ہے، پھر "رسالہ غوثیہ" کے کلمات کا مفہوم ایسے لوگوں کے لئے واضح ہے جنہیں تصوف کے حوالے سے جزوی علم بھی حاصل ہے، کیونکہ کلام گفتگو کرنے والے کے عرف پر محمول ہوتا ہے جیسے کہ "المحلی" اور دیگر کتب میں مرقوم ہے، نیز کسی بھی کلام کو گفتگو کرنے والے کے (علمی و روحانی) مقام کے مطابق سمجھا جاتا ہے، اور متکلم کی (علمی روحانی اور وجدانی) حالت اُس کے کلام کو سمجھنے کا ذریعہ ہوتی ہے جیسے کہ اصولیوں نے متکلم کی حالت پر مبسوط فقہی احکام کی بنیاد رکھی ہے، لہٰذا میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے توہمات دور کرنے، پیاس بجھانے اور معترض کی جہالت کو بے نقاب کرنے کے لئے "رسالہ غوثیہ" میں مکتوب کلمات کی حضرت غوث اعظم کی ولایت کبریٰ کے شایانِ شان توضیح کروں، اور اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کے نفیس کلمات میں مضمر حقائق کو زیادہ بہتر جانتا ہے۔

اولیاء پر الہام کا مسئلہ:

میں اپنے ناقص فہم کا اعتراف کرتے ہوئے صوفیہ کرام کے عزت والے مشارب کی اہلیت اور سوجھ بوجھ کے دعوے کے بغیر معترض کے اعتراضات کا جائزہ لیتا ہوں، دل اُن جواہر کے جن معانی کا القاء کرتا ہے شاید الفاظ اُن کو ادا نہ کر سکیں، اللہ تعالیٰ سے مدد کا طلب گار ہوں۔"

معترض کا "رسالہ غوثیہ" نقل کر کے یہ کہنا:

حضرت غوث اعظم نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا۔"

میں کہتا ہوں: "اولیاء کے الہام کا مسئلہ علم باطن کے اہم مسائل میں سے ایک ہے، جو نیک نیت شخص ان کے کلام میں غور و فکر کرتا ہے وہ اسے تسلیم کرتا ہے، کیونکہ وہ خود فرماتے ہیں:

"ہم نئی شریعت کے دعویدار نہیں کیونکہ شریعت محمدیہ کے بعد کوئی نئی شریعت نہیں۔"

اس حوالے میں اُن کا کلام اُن کی تالیفات میں مختلف جگہوں پر بکھرا پڑا ہے، اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ: "اولیاء کی وحی بعض اوقات الہام والے فرشتے کے ذریعے ہوتی ہے اور بعض اوقات بغیر واسطے کے ہوتی ہے، اور جن لوگوں پر بالواسطہ ہوتی ہے اُن کی اور انبیاء کی وحی میں فرق یہ ہے کہ الہام والا فرشتہ اُس ولی پر اُس کے نبی کی اتباع میں نازل ہوتا ہے اور اُس ولی کو اُس کے نبی کی شریعت کا وہ فہم اور علم عطا کیا جاتا ہے جو اُسے پہلے حاصل نہیں تھا، نیز اُسے وہ احوال، اعمال اور مقامات نصیب ہوتے ہیں جن سے وہ پہلے ناآشنا تھا، اسی طرح ایک اور فرق یہ ہے کہ اولیاء اپنے دلوں پر نزول کا مشاہدہ کرتے ہیں مگر فرشتے کو نہیں دیکھ پاتے، اور اگر فرشتے کو دیکھتے ہیں تو اُس کی طرف سے دل پر القاء کا مشاہدہ نہیں ہوتا، بیک وقت دل پر القاء اور فرشتے کا مشاہدہ فقط انبیاء کو حاصل ہوتا ہے۔"

امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے شرعی احکام کے نزول کا دروازہ تو بند کر دیا مگر اپنے اولیاء کے دلوں پر علم کے نزول کا دروازہ بند نہیں کیا تا کہ اس کے اولیاء دعوت و تبلیغ کے وقت اس بصیرت سے مالا مال ہوں جو ان کے آقا و مولیٰ سرورِ عالم ﷺ کو حاصل تھی، اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

" قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ "۔(۱)

''تم فرماؤ یہ میری راہ ہے، میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں اور جو میرے قدموں پر چلیں گے دل کی آنکھیں رکھتے ہیں۔''

صوفیاءِ کرام کا الہام نعمت کا ایسا حصول ہے جس پر انگلی نہیں اٹھائی جا سکتی۔

شیخ اکبر شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

بعض اوقات فرشتہ ولی پر خوشخبری لے کر نازل ہوتا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

" تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا "۔(۲)

''ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور خوش ہو۔''

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اگر فرشتے کا نزول موت کے وقت ہو تو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہے موت کو آسان فرما دیتا ہے۔''

اور ولی پر فرشتے کے بغیر الہام کی صورت یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ جب اپنے

(۱) سورۂ یوسف ۱۰۸

(۲) سورۂ حم السجدہ ۳۰

اولیاء میں سے کسی ولی کے دل پر کچھ القاء کرنا چاہتا ہے تو اس ولی کے دل پر تجلی نازل فرماتا ہے جس کا مشاہدہ کرتے ہی وہ سمجھ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُسے کسی چیز کا علم دینا چاہتا ہے، تب ولی اپنے سینے میں وہ علم پاتا ہے جو پہلے موجود نہیں ہوتا، اور پھر اولیاء میں سے کوئی تو اس تجلی کو محسوس بھی کرتا اور کوئی اس امر کو محسوس کیے بغیر یہ بتاتا ہے کہ میرے دل میں یہ بات آئی، اور جس ذات نے اس ولی کو یہ نعمت عطا فرمائی ہے وہی اس ولی کو شیطان کے شر سے محفوظ بھی فرماتا ہے۔

حضرت ابن عربی حاتمی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایسے لوگوں کے سردار ہیں جن کی زبان پر حق بولتا تھا۔ اس معاملے میں امت کے اولیاء آپ کے وارث ہیں۔''

مُحدَّث (دال پر زبر کے ساتھ) وہ حضرات ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام کیا جاتا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ حدیث اہلِ علم کے درمیان مشہور ہے کہ آپ مُحدَّثین میں سے ہیں۔ "عارضۃ الاحوذی" میں حدیث مذکور کی شرح کرتے ہوئے امام ابن العربی نے فرمایا:

''اللہ تبارک و تعالیٰ آلائشوں سے پاک دل میں براہِ راست یا اس دل میں فرشتے کے القاء کے ذریعے علم پیدا فرماتا ہے۔''

انہوں نے مزید فرمایا:

''بعض اوقات یہ خوش نصیب شخص آواز بھی سنتا ہے جبکہ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ فرشتے کو بھی دیکھتا ہے لیکن مجھے ابھی تک اس حوالے سے علم حاصل نہیں ہوا۔''

میں کہتا ہوں: ''جیسے کہ میں نے امام شعرانی کے حوالے سے ذکر کیا تھا کہ ولی فرشتے کو دیکھتا ہے لیکن اس کے بولتے وقت اُسے نہیں دیکھتا (یہ فقط انبیاء کا خاصہ ہے) اور اللہ تعالیٰ زیادہ جانتا ہے۔ ہم نے اس مسئلہ پر جو کچھ عرض کیا اس کے بعد کسی ولی کے اس قول میں: ''مجھے یہ کہا گیا۔'' یا ''میرے دل میں یہ بات ڈالی گئی۔'' توقف اور شک کی گنجائش نہیں رہتی، اور شیخ شطنوفی نے حضرت غوث اعظم کے ایسے کئی قول نقل کئے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

''مجھے کہا جاتا تھا: اے عبدالقادر! ہم نے تمہیں منتخب فرمالیا ہے۔''

''میں مجاہدات کے (ابتدائی) ایام میں کسی کہنے والے کی یہ آواز سنا کرتا تھا:

''اے عبدالقادر! ہم نے تمہیں سونے کے لئے پیدا نہیں کیا، ہم نے تمہیں اس وقت اپنا محبوب بندہ بنایا جب تم کوئی شئی نہیں تھے، اور اب جب تم کچھ ہو تو ہم سے غافل مت رہو۔''

اس طرح کے دیگر کلمات بھی آپ سے منقول ہیں۔ ''رسالہ غوثیہ'' میں مذکور اللہ تعالیٰ کا فرمان کچھ یوں ہے:

''ناسوت اور ملکوت کے درمیان والا درجہ شریعت ہے، جبکہ ملکوت اور لاہوت کے درمیان والا درجہ طریقت ہے، جبروت اور لاہوت کا درمیانی درجہ حقیقت ہے۔''

عربی عبارت میں ذکر کے گئے لفظ ''طور'' کا معنی دو چیزوں کے درمیان حد اور مقدار کے معنی میں ہے(1) جیسا کہ ''القاموس المحیط'' میں مذکور ہے، ناسوت

(1) ترجمہ میں اسے درجہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ (مترجم)

''جسم'' ملکوت ''عالم الغیب''، جبروت ''برزخ'' اور لاہوت ''روح'' کے معنی میں ہے، جیسے کہ حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''دل بھی عالم ملکوت میں سے ہے۔'' اور میری (مصنف علیہ الرحمۃ) رائے میں یہاں ملکوت سے مراد دل ہی ہے یعنی دل کے وہ معنوی امور جو حسی وجود نہیں رکھتے، وہ ایسے امور ہیں جو آنکھ سے اوجھل بھی ہیں اور موجود بھی۔

ان کلمات کی تشریح میں ہم کہتے ہیں: ''مکلف انسان سے تقویٰ مطلوب ہوتا ہے، تقویٰ ظاہری اور باطنی طور پر ممنوعہ امور سے بچنے اور احکام کی بجا آوری کا نام ہے۔ تو گویا یہ چار امور ہوئے، ظاہری طور پر ممنوعہ امور سے بچنا اور احکام کی تعمیل کرنا شریعت ہے اور باطنی طور پر ممنوعہ امور سے بچنا اور احکام کی تعمیل کرنا دل کے متعلقات میں سے ہے، سالک ان دونوں سیڑھیوں کے ساتھ حقیقت کی منزل تک پہنچتا ہے، اور یہ بلند رتبہ بلند ہمت لوگوں کو ہی عطا ہوتا ہے۔

سالک پہلے علماء سے عبادات اور حلال وحرام کے مسائل سیکھتا ہے، نیز ممنوعہ امور سے اجتناب اور احکام کی تعمیل کرتے ہوئے ان مسائل پر عمل کرتا ہے جو کہ پہلا درجہ ہے، پھر اپنے دل کو آلائشوں سے پاک کرنے اور فضائل کے ساتھ آراستہ کرنے کی کوشش کرتا ہے، اس طرح وہ باطنی طور پر ممنوعہ امور سے اجتناب اور احکام کی اتباع کرتا ہے، طریقت وہ خدمت سرانجام دیتی ہے جس کے ذریعے دل رحمت کے جھونکوں اور قلبی واردات کے علاوہ حجابات اٹھائے جانے اور برزخ کے عجائبات پر مطلع ہونے کے قابل ہو جاتا ہے، یہ دوسرا درجہ ہے۔

اس کے ساتھ ہی سالک کے لئے ایک دروازہ کھل جاتا ہے، پھر اس کی روح

اس دروازے سے برزخ کے باغات میں داخل ہوتی ہے اور وہاں کی سیر کرتی ہے اور اپنی کوشش (مجاہدات) کے مطابق ان باغات میں سے پھل بھی حاصل کرتی ہے اور یہ سب کچھ سالک کو اُس کی کوشش (مجاہدات) اور طریقت کی عطا کی گئی تربیت اور روحانی غذا کی مقدار میں حاصل ہوتا ہے، اس لئے کہ اس درجہ میں سالک اور اُس کے مربی کی ساری توجہ اوراد و وظائف، دعاؤں، اذکار اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے ذرائع پر مرکوز ہوتی ہے، اس طرح سالک کی روح درجہ کمال کو پہنچتی ہے اور وہ ایسے عجیب وغریب انعامات حاصل کرتا ہے جن کے بیان سے زبان قاصر ہے، اور یہ تیسرا درجہ ہے۔ جس کی ابتداء (نفسانی خواہشات) جلادی گئی اس (کوشش یعنی مجاہدات) کی انتہاء روشن ہوگی۔

شیخ مصطفیٰ باش تازری اپنی کتاب: ''الرحمانیة'' میں فرماتے ہیں:

''جسم کا عبودیت کے اعمال بجالانا شریعت ہے، اور دل کا الوہیت کے حقوق ادا کرنا طریقت ہے، جبکہ ربوبیت کا مشاہدہ کرنا حقیقت ہے۔ شریعت اور طریقت مجاہدہ کا نام ہے، جبکہ حقیقت مراقبہ اور مشاہدہ کا نام ہے، ان دونوں میں کوئی تضاد نہیں ہے کیونکہ اللہ کی طرف جانے والے راستے کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن، شریعت اُس کا ظاہر اور حقیقت اُس کا باطن ہے، حقیقت کا شریعت کے ساتھ ایسا ہی تعلق ہے جیسا تعلق مکھن کا دودھ سے اور خزانے کا اپنی کان سے، دودھ کو دہی بنا کر بلوئے بغیر مکھن اور کان کو کھودے بغیر خزانہ حاصل نہیں کیا جاسکتا۔''

عارف باللہ ابو سلیمان دارانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''دل اُس نصب شدہ خیمے کی طرح ہے جس کے چاروں طرف بند دروازے ہیں پس عمل اُن میں سے جو دروازہ بھی کھولے گا وہ ملاء اعلیٰ اور ملکوت کی جانب ہی کھلے گا اور یہ دروازہ مجاہدہ اور تقویٰ کے ذریعے ہی کھلے گا۔''

میں کہتا ہوں: ''علم کے بغیر عمل ناممکن ہے جو کہ شریعت ہے، اور دارانی کے کلام میں مجاہدہ اور تقویٰ طریقت ہے۔ جبکہ عالم ملکوت کی جانب دروازے کا کھلنا حقیقت ہے۔''

حجۃ الاسلام امام غزالی نے دل کے متعلق سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے:

''لولا ان الشياطين يحومون على قلوب بنى آدم لنظروا الى ملكوت السماء۔''

''اگر شیاطین کا انسانی دلوں کے اردگرد گھومنا نہ ہوتا تو انسان آسمان کی ملکوتی دنیا کو دیکھتے۔''

اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ انسانی دل روشنی سے اس لیے محروم اور ملکوتی مراتب سے منقطع ہوتے ہیں کہ شیطان کے پیروکار انہیں شریعت کی اتباع سے دور رکھتے ہیں۔

روایت ہے کہ ایک دن امام احمد بن حنبل نے ابو سلیمان دارانی کے شاگرد ابن ابوالحواری سے فرمایا: ''ہمیں کوئی ایسی بات سناؤ جو تم نے اپنے استاذ ابو سلیمان دارانی سے سنی ہو۔'' تب ابن ابوالحواری نے کہا: ''میں نے انہیں یہ کہتے ہوئے سنا:

''جو دل گناہ چھوڑنے کا پختہ ارادہ کر لیں وہ ملکوتی دنیا میں سیر شروع کر دیتے ہیں اور اُس بندے پر کسی استاد کے بغیر علم و حکمت کے نکات منکشف ہوتے ہیں۔''

یہ سن کر امام احمد بن حنبل تین دفعہ اٹھے اور بیٹھے اور پھر آپ نے فرمایا: ''میں نے اس سے زیادہ عجیب بات نہیں سنی۔'' اور اس کے بعد آپ نے حدیث رسول ﷺ سنائی کہ حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

من عمل بما یعلم ورثہ علم مالم یعلم۔

''جس نے اس پر عمل کیا جو کچھ وہ جانتا ہے، اللہ تعالیٰ اُسے وہ علم عطا فرمائے گا جو اس کے پاس نہیں تھا۔''

گناہوں کو چھوڑنا شریعت ہے، اس بات کا پختہ قصد کرنا طریقت ہے، ملکوتی دنیا میں سیر کرنا اور علم و حکمت کے نکات لے کر واپس لوٹنا حقیقت ہے، اور بعض لوگ شریعت اور طریقت کو ایک ہی شمار کرتے ہیں جیسا کہ ''رسالہ قشیریہ'' میں مکتوب ہے۔ اور یہ کہتے ہیں: ''یہ دو درجے ہیں۔'' اور یہ کوئی ایسی بات نہیں بلکہ یہ لفظی اختلاف ہے کیونکہ شریعت اجمال اور حقیقت تفصیل ہے۔ اور بعض لوگوں نے کہا: ''شریعت کھول کر بیان کرنا ہے اور حقیقت کسی مقام پر فائز ہونا ہے۔ شریعت اللہ کی عبادت اور حقیقت اُس کی ربوبیت کا مشاہدہ ہے۔ شریعت ابتداء اور حقیقت انتہاء ہے، ان ساری تقسیمات کا نتیجہ ایک ہی ہے۔

میں نے اپنے استاد عارف باللہ علامہ سیدی محمد بن ابی القاسم سے اُن اولیاء کے بارے میں پوچھا جو کہتے ہیں کہ انہوں نے آسمانوں کی سیر کی جبکہ بعض فقہاء کی

طرف سے اُن کی اس بات کو ارتداد قرار دیا گیا تو سیدی محمد نے جواب دیا: ''یہ سیر خواب کے ذریعے نہیں جو کہ عام لوگوں کا حصہ ہے اور جسمانی بھی نہیں بلکہ روحانی ہے، کیونکہ دنیاوی زندگی میں روح جسم میں پوشیدہ ہوتی ہے اس لئے روح خاکستری وجود کے ساتھ بوجھل ہوتی ہے جبکہ موت کے بعد معاملہ الٹ ہو جاتا ہے اُس وقت جسم روح میں پوشیدہ ہوتا ہے (یعنی روح جیسے مجسم ہونا چاہتی ہے ہو جاتی ہے) اس لئے دارِ آخرت میں روح کو جسم پر غلبہ حاصل ہوتا ہے، دنیا میں درجۂ کمال والے اولیاء کی ارواح کو دنیا میں اُن کے اجسام پر وہی غلبہ حاصل ہو جاتا ہے جو عام لوگوں کو دارِ آخرت میں حاصل ہوتا ہے، کیونکہ انہوں نے دنیا میں روح کو یوں آراستہ کیا ہوتا ہے جیسے کہ کسی شاعر نے کہا:

علیك بالروح فاستکمل فضائلها — فانت بالروح لا بالجسم انسان

''اپنی روح کی طرف متوجہ ہو کر اس کے فضائل کی تکمیل کرو، تم فقط جسم کی بدولت نہیں روح کے باعث انسان ہو۔''

اولیائے کاملین اپنی ارواح میں فضائل کی تکمیل کر کے آسمانوں کی روحانی سیر جیسی کرامت حاصل کرتے ہیں، تب اُن کی ارواح آسمانوں کی سیر کرتی ہیں۔ چونکہ اُن کی نظر روح پر مرکوز ہوتی ہے جسم پر نہیں، اس لئے وہ کہتے ہیں: ''ہم نے آسمانوں کی یا جنت کی سیر کی۔'' جبکہ جسم اور روح کے ساتھ بیداری کی حالت میں آسمانوں کی سیر شریعت میں فقط نبی کریم ﷺ کے لئے ہی ثابت ہے۔

ہمارے شیخ سیدی محمد بن القاسم رحمۃ اللہ علیہ کے کلام نے ہمارے لئے ''رسالہ غوثیہ'' کی عبارت کا سمجھنا آسان کر دیا، انہوں نے ''رسالہ غوثیہ'' میں مذکور طرفین ناسوت یعنی

جسم اور لاہوت یعنی روح کی تشریح کی ہے، جسم سالک کا پہلا مرتبہ اور روح دوسرا مرتبہ ہے، اس بات میں غور کرو ہدایت پا جاؤ گے۔

سیدی محمد بن القاسم کے کلام نے غوثِ اعظمؒ کے حوالے سے "بهجة الاسرار" میں مذکور بعض عارفین کی یہ بات بھی سمجھا دی کہ: ''آپ نے ملکوت اکبر اپنے پیچھے اور ملکِ اعظم (یعنی قطبیت) کو اپنے قدم کے نیچے رکھا۔'' نیز یہ بات بھی واضح ہوئی کہ ایک مرتبہ جمیل بدوی عالم ملکوت میں غائب ہو گئے اور ایک ایسی مجلس میں جلوہ گر ہوئے جہاں بہت سے مشائخ موجود تھے، پھر ایک ایسا جھونکا آیا جس نے اُن سب کو سرمست کر دیا، تب سب نے کہا: ''یہ شیخ عبدالقادر جیلانی کے بلند مقام کی خوبی ہے۔'' اُس وقت جمیل بدوی کے کانوں میں یہ آواز گونجی: ''یہ ایسا علم ہے جو مجوبیت کی حالت میں حاصل نہیں ہوتا۔''

اس تناظر میں یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ ملکوتی دنیا کی سیر روحانی ہے، امام ابن عربی حاتمی فرماتے ہیں:

''جیسے انسان اپنے خواب میں اور اپنی موت کے بعد بعض اعراض کو مجسم شکل میں یوں دیکھتا ہے کہ وہ اُس سے مخاطب ہوتی ہیں۔ اور وہ ایسے اجسام کو دیکھتا ہے جن کے بارے میں اُسے کچھ شک وشبہ نہیں ہوتا، اسی طرح کشف کی دولت سے مالا مال شخص بیداری میں بھی یہ سب کچھ دیکھتا ہے۔''

''رسالہ غوثیہ'' میں مذکور اللہ تعالیٰ کے فرمان:

''میں کسی چیز میں اس طرح ظاہر نہیں ہوا جیسے انسان میں ظاہر

ہوا ہوں۔''

کا معنی درج ذیل حدیث نبوی کی مدد سے واضح ہوتا ہے، آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

''من عرف نفسه فقد عرف ربه۔''(1)

''جس شخص نے اپنے وجود میں غور و فکر کیا اُس نے رب کو پہچان لیا۔''

''رسالہ غوثیہ'' میں رب کریم کے ساتھ حضرت غوثِ اعظم کا درج ذیل مکالمہ مذکور ہے:

''پھر میں نے سوال کیا: ''اے رب! کیا تو کھاتا پیتا بھی ہے؟''

تو اُس نے جواب دیا:

''فقیر کا کھانا پینا میرا ہی کھانا پینا ہے۔''

اس مکالمے کی توضیح درج ذیل آیت مبارکہ:

من ذا الذی یقرض الله قرضا حسنا۔ (۲)

''ہے کوئی جو اللہ کو قرضِ حسن دے؟''

کے تحت امام ثعالبی کے اس قول سے ہوتی ہے:

''اس آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے لوگوں کو صدقات کی ترغیب دلانے کے لئے فقیر کو قرض دینا اپنی بلند و بالا ذات کو قرض دینے کے

(۱) المقاصد الحسنة (۱/۲۵۲) کشف الخفاء ۲۹۳

(۲) سورۂ بقرہ: ۲۴۵

مترادف قرار دیا ہے، جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے درج ذیل حدیث میں مریض کی عیادت بھوکے کو کھلانے، اور پیاسے کو پلانے جیسے عمل کو اپنی مقدس ذات کی طرف منسوب فرمایا'' (حالانکہ وہ بیماری، بھوک اور پیاس سے پاک ہے)۔

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

يقول الله عزوجل يوم القيامة: ''يا ابن آدم! مرضت فلم تعدني۔'' قال: ''يا رب! كيف أعودك و أنت رب العالمين؟'' قال: ''أما علمت أن عبدي فلانا مرض فلم تعده؟ أما علمت انك لو عدته لوجدتني عنده؟'' ''يا ابن آدم! استطعمتك فلم تطعمني۔'' قال: ''يا رب! كيف أطعمك و انت رب العالمين؟'' قال: ''أما علمت أنه استطعمك عبدي فلان فلم تطعمه؟ أما علمت أنك لو أطعمته لوجدت ذلك عندي؟'' ''يا ابن ادم! استسقيتك فلم تسقني۔'' قال: ''يا رب كيف اسقيك و انت رب العالمين؟'' قال استسقاك عبدي فلان فلم تسقه، اما علمت انك لو سقيته لوجدت ذلك عندي۔ (۱) (و اللفظ للصحيح المسلم)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ عزوجل فرمائے گا:

(۱) اس حدیث کو مسلم نے اپنی صحیح (۴/۱۹۹۰) میں اور ابن حبان نے اپنی صحیح (۱/۵۰۳) میں اور بیہقی نے شعب الایمان (۶/۵۴۴) میں روایت کیا۔

''اے ابن آدم! میں بیمار ہوا تو نے میری عیادت نہیں کی۔'' بندہ عرض کرے گا:

''میں تیری عیادت کیسے کر سکتا تھا جبکہ تو رب العالمین ہے؟''

اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

''کیا تجھے میرے فلاں بندے کی بیماری کا علم نہیں ہوا تھا؟ مگر تم نے اُس کی عیادت نہیں کی، تمہیں یہ بات سمجھ نہیں آئی کہ اگر تم اُس کی عیادت کرتے تو مجھے اُس کے پاس پاتے۔''

(اللہ تعالیٰ فرمائے گا:)

''اے ابنِ آدم میں نے تجھ سے کھانا طلب کیا تھا مگر نے تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا۔''

بندہ عرض کرے گا:

''اے رب! میں تجھے کھانا کیسے کھلا سکتا تھا جبکہ تو رب العالمین ہے''

اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

''تجھے یاد نہیں کہ تجھ سے میرے فلاں بندے نے کھانا مانگا تھا مگر تم نے اُسے کھانا نہیں کھلایا، کیا تو یہ بات سمجھ نہیں سکا تھا کہ اگر تو اُسے اُس دن کھانا کھلا دیتا تو آج میری بارگاہ میں اُس کا اجر پاتا۔''

اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

''اے ابنِ آدم! میں نے تجھ سے پانی مانگا تھا مگر تم نے پانی نہیں پلایا۔''

بندہ عرض کرے گا:

''اے رب! میں تجھے پانی کیسے پلاتا جبکہ تو رب العالمین ہے؟''

اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

''تجھ سے میرے فلاں بندے نے پانی مانگا تھا مگر تم نے اُسے پانی نہیں پلایا، کیا تمہیں یہ بات سمجھ نہیں آئی کہ اگر تم اُسے اُس دن پانی پلاتے تو (آج) میرے پاس اُس کا اجر پاتے۔''

ابن عربی فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے انسانی عظمت کو اُجاگر کرنے اور اپنے بندوں کے ساتھ حسنِ سلوک کی ترغیب دینے کے لئے بندوں کے ساتھ معاملے کو کنایہ کے طور پر اپنی طرف منسوب فرمایا ہے۔''

''رسالہ غوثیہ'' میں مذکور اللہ تعالیٰ کے فرمان:

''میں نے انسان کو اپنے نور سے اور پیدا کیا۔''

میں انسان سے مراد رحمتِ عالم ﷺ ہیں جن کے نور سے سارا جہان روشن ہے اور آپ اللہ تعالیٰ کے نور سے ہیں جیسے کہ یہ بات کئی مستند کتب میں موجود ہے۔ (۱)

---

(۱) اس سلسلے میں عموماً حدیث جابر رضی اللہ عنہ سے استدلال کیا جاتا ہے، یہ حدیث ''مصنف عبدالرزاق'' کے مطبوعہ نسخوں میں دستیاب نہیں تھی، الحمدللہ کہ دبئی کے نامور عالم اور محدث شیخ عیسیٰ مانع الحمیری کی تحقیق کے ساتھ یہ حدیث اور دیگر کئی احادیث ''الجزء المفقود من مصنف عبدالرزاق'' کے نام سے شائع ہو کر اہل محبت کے ایمان کی تازگی کا سامان بن چکی ہیں، شرف ملت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے اس کا سلیس اور شستہ ترجمہ بھی منظر عام پر آچکا ہے (طبع: مکتبہ قادریہ لاہور)۔ اس کا ایک اردو ترجمہ عالم جلیل علامہ ذاکر حسین سیالوی مدظلہ نے کیا جسے انگریزی کے سانچے میں جسٹس (ر) ڈاکٹر منیر احمد مغل صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ نے ڈھالا، یہ انگریزی ترجمہ بھی طبع ہو چکا ہے۔ (مترجم)

اور ''رسالہ غوثیہ'' میں مذکور اللہ تعالیٰ کے فرمان:

''میں نے انسان کو اپنے لئے مسخر کیا اور ساری کائنات کو اُس کا تابع بنا دیا۔''

کا مطلب یہ ہے کہ (ہدایت یافتہ) انسان اللہ تعالیٰ (کے دین) کا خادم اور ایسے علوم اور اعمال کی دولت سے مالا مال ہوتا ہے جو اُسے اللہ تعالیٰ سے قریب کرتے ہیں، وہ اُس کی زمین میں اُس کے عطا کئے ہوئے رزق سے مستفید ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ۔ (۱)

''اور میں نے جن اور آدمی اپنے ہی لئے بنائے کہ وہ میری بندگی کریں۔''

اس کے علاوہ قرآن کریم میں ہے:

نَاقَةُ اللّٰهِ۔ (۲)

''اللہ کا ناقہ۔''

اور حدیث میں ہے:

یا خیل اللّٰہ ارکبی۔

''اے اللہ کے شہسوارو! سوار ہو جاؤ۔''

انسان کے لیے کائنات کے مسخر کیے جانے پر کئی آیات واضح طور پر دلالت کرتی ہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

---

(۱) سورۃ ذاریات: ۲۰

(۲) سورۃ اعراف: ۷۳

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ۔(۱)

''کیا تم نے نہ دیکھا کہ اللہ نے تمہارے لئے کام میں لگائے جو کچھ
آسمانوں اور زمین میں ہے؟''

جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِیْ مَنَاكِبِهَا۔ (۲)

''جس نے تمہارے لئے زمین تابع کر دی، تو اس کے راستے پر چلو''

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات میں جو کچھ نازل فرمایا تھا
اُس میں یہ ارشادِ گرامی بھی تھا:

''اے ابنِ آدم! میں نے ساری چیزیں تمہارے لئے اور تمہیں اپنے
لیے پیدا کیا، میں نے جو کچھ اپنے لئے پیدا کیا اُسے اُن چیزوں کے
لیے نظر انداز کر دینا جو تمہارے لئے پیدا کی ہیں۔''

نامور عالمِ دین، امیر العلماء اور عالم الامراء سیدنا عبدالقادر بن محی الدین
جزائری ثم شامی نے اپنی کتاب ''المواقف الروحیہ'' میں ارشاد فرمایا:

''مجھے سیدی محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے
انسانِ کامل کو اپنے لیے بنایا تاکہ خالق کو اُس کی مخلوق کے ذریعے
پہچانا جائے، اور انسان کے لیے سارا جہان بنایا تاکہ اُسے اس
کائنات کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی پہچان حاصل ہو۔''

یہ جہان انسان کے سبب ہی بنایا گیا، جب یہ جہان انسان کے لئے اور انسان
اللہ تعالیٰ کے لئے ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ سارا جہان اللہ تعالیٰ کے لئے ہے؛

(۱) سورۂ لقمان:۲۰
(۲) سورۂ ملک:۱۵

یہ بات مجھے اپنے اور شیخ ابن عربی کے درمیان مکالمہ سے سمجھ آئی، ایک دفعہ میرے
سامنے سیدنا محی الدین ابن عربی کی ایک کتاب آئی، میں نے اُسے کھولا تو اُس کے
پہلے صفحے پر خطبہ کے الفاظ کچھ یوں تھے:

''الحمد للہ الذی خلق العالم لہ۔''

''تمام تعریفیں اُس ذات کے لئے ہیں جس نے اپنے لئے جہان کو
پیدا فرمایا۔''

تب میں نے اُن سے پوچھا:

''یہ جہان تو اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق انسان کے لئے ہی پیدا
ہوا ہے۔''

ارشادِ ربانی ہے:

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جَمِيْعًا۔(۱)

''اور تمہارے لئے کام میں لگائے جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ
زمین میں اپنے حکم سے۔''

اس آیت میں انسان کو مخاطب کیا گیا ہے، اور انسان کے لئے تسخیرِ کائنات
کا مقصد اللہ تعالیٰ کی قدرت اور ذات کا ظہور اور پھر اُس ظہور کا باقی رہنا بیان کیا گیا،
میرے اس استفسار پر انہوں نے وہ جواب دیا جو اوپر ذکر کیا گیا۔

''رسالہ غوثیہ'' میں ارشادِ خداوندی مذکور ہے:

''انسان میرا اور میں اُس کا راز ہوں۔''

(۱) سورۂ جاثیہ:۱۳

یہ ارشادِ گرامی بھی واضح ہے، کیونکہ انسان اور رب کے درمیان کئی راز ہوتے ہیں جن پر کوئی بھی مطلع نہیں ہوتا جیسے کہ اخلاص ہے۔

ابو حفص شیخ شہاب الدین سہروردی اور ابو القاسم شیخ عبد الکریم قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک اپنی متصل سند کے ساتھ لکھا ہے کہ آپ نے فرمایا:

"سالت رب العزة عن الاخلاص ما هو؟ قال: سر من سری استودعته قلب من احببت من عبادی۔"

"میں نے اپنے رب سے اخلاص کے بارے میں پوچھا کہ وہ کیا ہے؟"

تو اُس نے فرمایا:

"یہ میرے رازوں میں سے ایک راز ہے جس کا القاء میں اپنے بندوں میں سے فقط اُس بندے کے دل میں کرتا ہوں جسے میں اپنا محبوب بنالیتا ہوں۔"

"إحیاء العلوم" میں امام غزالی کے کلام سے بھی یہی بات سمجھ آتی ہے کہ انسان کے اعمال تحریر کرنے والے دونوں فرشتے بھی انسان کے ظاہری اعمال پر ہی مطلع ہوتے ہیں اُس کے دل میں پوشیدہ رازوں پر مطلع نہیں ہوتے۔

سلطان العاشقین شیخ عمر بن الفارض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و لقد خلوت مع الحبیب و بیننا سر أرق من النسیم إذا سری

"میں نے اپنے محبوب سے تخلیہ حاصل کیا اور ہمارے درمیان ایک ایسا راز تھا جو بادِ صبا کے جھونکے سے زیادہ لطیف تھا۔"

انہوں نے ایسے راز کا ذکر کیا جو محتاجِ بیان نہیں کیونکہ یہ بھی زیدٌ عدلٌ (زید

سراپا عدل ہے) کی طرح واضح ہے۔

اور "رسالہ غوثیہ" میں مذکور اللہ تعالیٰ کے فرمان:

"اگر انسان میری بارگاہ میں اپنی قدر و منزلت پہچان لیتا تو......"

کا معنی و مفہوم آئندہ آنے والی بحث جب وہ کسی چیز کو کہتا ہے: "ہو جا" تو وہ چیز موجود ہو جاتی ہے۔" کے تحت آئے گا۔

اور "رسالہ غوثیہ" میں مذکور اللہ تعالیٰ کے فرمان:

"انسان نے جو کچھ کھایا اور پیا، اور جب بھی وہ اٹھا، بیٹھا، بولا اور خاموش ہوا، اُس نے جو بھی عمل کیا، نیز جب بھی وہ کسی چیز کی طرف متوجہ ہوا یا کسی چیز سے غافل ہوا میں اُس کی حرکت اور سکون میں تھا۔"

میں اُس حدیثِ قدسی کی طرف اشارہ ہے جس میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

مایزال العبد یتقرب إلي بالنوافل حتی أحبه فإذا أحببته کنت سمعه الذی یسمع به وبصره الذی یبصربه ویده التی یبطش بها و رجله التی یمشی بها (۱)

"بندہ (فرائض کے بعد) نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اُسے اپنا محبوب بندہ بنالیتا ہوں۔ اور جب میں اُسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو میں اُس کی سماعت بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اور اُس کی بصارت بن جاتا ہوں جس سے وہ

(۱) اس حدیث کو امام بخاری (۲۳۸۴/۵) ابن حبان (۵۸/۲) اور بیہقی نے السنن الکبریٰ (۳۴۶/۳) (۲۱۹/۱۰) میں روایت کیا ہے۔

دیکھتا ہے، اور اُس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ چھوتا ہے، اور
اُس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔"

اِس حدیث کا معنی و مفہوم متعین کرتے ہوئے علماء نے مختلف آراء کا اظہار فرمایا ہے، مثلاً ایک معنی کچھ یوں بیان کیا گیا۔

"میں اُس کے لئے مدد کے معاملے میں اُس کی سماعت اور بصارت
جیسا ہو جاتا ہوں نیز اُس کی معاونت کے معاملے میں اُس کے ہاتھ
اور پاؤں جیسا ہو جاتا ہوں۔"

اس کے علاوہ اس حدیث کا معنی کچھ یوں بھی بیان کیا گیا ہے:

"میں اُس کے اعضاء کا یوں محافظ بن جاتا ہوں کہ وہ اپنے اعضاء کو
حرام کاری میں استعمال نہیں کرتا۔"

اور یہ بھی کہا گیا ہے:

"میں اُسے سُنائی دینے والا اور دکھائی دینے والا بن جاتا ہوں۔"
یعنی وہ بندہ میرے ذکر کے علاوہ کچھ نہیں سنتا، اور میری کتاب کی
تلاوت کے سوا اُس کی نگاہ کو کہیں قرار نہیں ملتا، اور اُس کا ہاتھ ایسی
چیز کی طرف ہی بڑھتا ہے جس میں میری رضا ہو۔"

ان کے علاوہ مزید اقوال بھی موجود ہیں۔ اور اہلِ ایمان میں ایسا کوئی بھی نہ ہوگا جو اس حدیث کے حقیقی معنی لے گا، کیونکہ یہ معنی تو واضح طور پر حلول اور اتحاد پر مشتمل ہوگا جو کہ بالاجماع گمراہی اور کفر ہے۔

اور مذکورہ بالا رسالے میں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان:

"میں اُس کی حرکت اور سکون میں تھا۔"

میں پایا جانے والا عموم انسان کے تمام افعال کو شامل ہے، کیونکہ اُس کا حرکت کرنا اور ساکن ہونا اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہی ہے۔

"رسالہ غوثیہ" میں مذکور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان:

"جو میری طرف باطنی سفر سے محروم ہوا وہ ظاہری سفر میں مبتلا ہوا۔"

میں جس باطنی سفر کا ذکر کیا گیا وہ اہلِ طریقت کے ہاں معروف ہے، اُس سے مراد اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک پہنچانے والے راستے پر چلنا ہے، ان کلمات میں مقامات کے طے ہونے کو مسافتیں طے ہونے سے اور عرفانی منازل میں ترقی کو زمینی منازل سے تشبیہ دینے میں جو خوبصورتی ہے وہ ظاہر ہے، حضرت عطاء اللہ سکندری رحمۃ اللہ علیہ کی "حِکَم" میں ہے:

"لولا ميادين النفوس ماتحقق سير السائرين، إذ لامسافة
بينك وبينه حتى تطويها رجلك۔"

"اگر نفوس کے میدان نہ ہوتے تو سالکین کے سفر طے نہ ہوتے،
کیونکہ اُس رب اور تمہارے درمیان ایسی مسافت نہیں ہے جسے
تمہارے پاؤں طے کریں۔"

اور رسالہ غوثیہ معراجیہ میں مذکور اس کا یہ فرمان:

"اتحاد ایک ایسی حالت و کیفیت ہے جسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا"

سیدی علی وفاء (اللہ تعالیٰ ہمیں اُن کی برکتوں سے مالا مال فرمائے) کے اس قول کی روشنی میں سمجھا جا سکتا ہے:

''صوفیہ کرام کے نکتۂ نظر سے اتحاد کا معنی اللہ تعالیٰ کی رضا میں بندے کی رضا کا فنا ہونا ہے، جیسے کہ کہا جاتا ہے کہ: ''فلاں اور فلاں کے درمیان اتحاد پایا جاتا ہے۔'' یہ جملہ اُس وقت کہا جاتا ہے جب دونوں میں سے ہر ایک اپنی رضا کو دوسرے کی رضا پر قربان کر دے۔

علامہ سعد الدین تفتازانی نے "شرح المقاصد" کی دوسری فصل کے تحت پانچویں مقصد میں تحریر کیا ہے:

''یہاں دو اور مذہب بھی ہیں جن میں اتحاد اور حلول کا گمان ہوتا ہے حالانکہ اُن میں ایسی کوئی بات نہیں ہے، اُن میں سے پہلا مذہب یہ ہے کہ سالک اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک پہنچ کر توحید و عرفان کے سمندر میں یوں غرق ہو جائے کہ اُس سالک کی ذات و صفات اس حد تک اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے تابع ہو جائیں کہ اُس کی آنکھوں سے اوجھل ہو جائے اور وہ کائنات میں اللہ تعالیٰ کا وجود ہی دیکھے، اس حال اور کیفیت کو صوفیہ کرام نے فنا فی التوحید کا نام دیا ہے، اور اسی طرف حدیثِ قدسی کا اشارہ ہے:

ما یزال العبد یتقرب الیّ بالنوافل حتیٰ احبه فاذا أحببته کنت سمعه الذی یسمع به وبصره الذی یبصر به۔

''بندہ (فرض نمازوں کے بعد) نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اُسے اپنا محبوب بندہ بنا لیتا ہوں، اور جب میں اُسے اپنا محبوب بندہ بنا لیتا ہوں تو میں اُس کی سماعت بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اور اُس کی بصارت بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔''

بعض اوقات اللہ تعالیٰ کے اس محبوب بندے سے بعض ایسی عبارات سرزد ہو جاتی ہیں جو اُس کیفیت کو پورا بیان نہ کر سکنے کے باعث یوں دکھائی دیتی ہیں کہ ان میں اتحاد اور حلول کا معنی پایا جاتا ہے اور ''حال'' کی اس کیفیت کو ''قال'' کی زبان سے بیان کرنا مشکل ہو جاتا ہے، ایسے میں ہم تمنا کے ساحل پر کھڑے توحید کے سمندر سے اپنی استطاعت کے مطابق اس اعتراف کے ساتھ ایک چلو پانی حاصل کرتے ہیں کہ فنا کے راستے میں دلیل نہیں عجز و انکساری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی ہر بھلائی کی توفیق دینے والا ہے۔''

اور ''رسالہ غوثیہ'' میں مکتوب یہ الفاظ: ''اتحاد ایک ایسی حالت اور کیفیت ہے جسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔'' بھی صوفیہ کرام کی کیفیت کو ادا کرنے میں الفاظ کی تنگ دامانی پر دلالت کرتے ہیں۔

اور ''رسالہ غوثیہ'' میں اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب درج ذیل الفاظ مکتوب ہیں:

''جو شخص اس حالت اور کیفیت کے طاری ہونے سے پہلے اس پر ایمان لایا اُس نے کفر کا ارتکاب کیا۔''

اس عبارت میں مذکور ایمان کا معنی و مفہوم اللہ تعالیٰ زیادہ جانتا ہے (حضرت مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:) ''میرے خیال میں اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں اپنی ذات کی فنائیت کا جھوٹا دعویٰ کرنا ہے، کیونکہ ایمان تصدیق کا نام ہے، اور جو شخص صوفیہ کرام کی ایسی عبارت سن کر اُسے کما حقہ سمجھنے کا دعویٰ کرتے ہوئے اُسے تسلیم کرتا ہے، اُس کی بات سننے والے کو اگر اس حوالے سے کچھ علم نہ ہو تو وہ بھی

گمان کرتا ہے کہ یہ شخص بھی صاحبانِ حال میں سے ہے، "امن به ایمانا" سے مراد ایسی بات ہے جس سے دعوے کی بو آتی ہو، اگر وہ جھوٹا ہے اور'' کیفیت طاری ہونے سے پہلے۔'' کا یہی معنی ہے، ''اس نے کفر کیا'' (یعنی نعمت کا انکار کیا) یعنی جھوٹے دعوے کے سبب اپنے لئے ''حال'' جیسی نعمت کا دروازہ بند کر لیا۔''

''رسالہ قشیریہ'' میں مذکور بعض مردانِ حق نے فرمایا:

''جس نے ایسے ''حال'' پر گفتگو کی جو اُسے حاصل نہیں، اُس کا کلام سننے والوں کے لئے فتنہ اور اُس کے اپنے دل میں خود پسندی کا باعث ہوگا اور اللہ تعالیٰ اُسے اس حال کی لذت سے محروم فرما دے گا۔ اور'' آمن به'' کا ایک معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ''حال'' کے حوالے سے گفتگو کرنے والے جس شخص نے اپنی گفتگو سے پہلے اپنے ظاہر پر ''حال'' کے وارد ہونے کا گمان کیا تو اس نے اپنے لیے اس نعمت کا دروازہ بند کر لیا۔

اور ''رسالہ غوثیہ'' میں مذکور اللہ تعالیٰ کے فرمان:

''اور جس نے میری بارگاہ میں (مشاہدہ کے مقام تک) پہنچنے کے بعد میری عبادت کا ارادہ کیا، اس نے عظمت والے رب کے ساتھ شریک ٹھہرایا۔''

میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر مشاہدہ کی لذت سے شادکام ہونے والا تو مشاہدے میں گم ہو کر ذکر کو بھول جاتا ہے، اس لئے کہ مشاہدے کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا، اور یہ مقام عطا فرمانے والی ذات کا فرمان ہے کہ مشاہدہ کرنے والے نے اگر مشاہدے کی حالت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر

کیا تو اُس نے (مشاہدے جیسی نعمت کی) بے ادبی کا ارتکاب کیا، اور ہر بات کا کوئی مقام ہوتا ہے، اور جسے مشاہدے کی نعمت حاصل نہیں ہوئی اسے چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کرے بلکہ مشاہدے میں محو رہے جیسے کہ بعض ربانی نداؤں میں وارد ہے:

''اگر تجھے میرا مشاہدہ حاصل نہیں ہوا تو میرے ذکر کو لازم پکڑو۔''

اور صاحب ''فتوحاتِ مکیہ'' نے ''ذکر ترک کرنے کا مقام اور اُس کے اسرار'' کے عنوان سے ایک باب باندھا ہے اور اس کا آغاز کچھ اشعار کے ساتھ کیا ہے جن کا مطلع یہ ہے:

لا یترك الذكر الا من یشاهده ولیس یشهده من لیس یذكره

''اُس کا مشاہدہ کرنے والا ہی ذکر ترک کرتا ہے، اور جو اُس کا ذکر نہیں کرتا وہ اُس کے مشاہدے سے شادکام نہیں ہوتا۔''

میں کہتا ہوں: '' مجھے والد گرامی کے استاد قطبِ وقت شیخ المشائخ سیدی علی بن عمر رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ایک ثقہ شخصیت نے روایت بیان کی کہ انہوں نے فرمایا:

''میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ ہم سیدی علی کی خانقاہ میں اُن کے حلقہ ذکر میں بیٹھیں اور وہ خود میر مجلس ہوں۔ ہم نے اُن سے اپنی یہ خواہش بیان کرنے کا ارادہ کیا تو اُن کے بڑے صاحبزادے شیخ فرج ساحلی آگے بڑھے اور اُن کے سامنے مطالبہ پیش کیا، تو انہوں نے بے نیازی کا مظاہرہ کیا، ان کے صاحبزادے نے اصرار کیا تو انہوں نے ڈانٹ دیا اور فرمایا: ''تم میرے سامنے ہو اور میں تمہارا نام لے کر تمہیں پکارتا ہوں؟'' اور ناراضگی کی کیفیت میں رہے،

گویا انہوں نے یہ اشارہ دیا کہ وہ اس وقت مشاہدہ کے مقام پر تھے۔

اور امام شعرانی کی "المیزان" میں ہے:

''شبلی سے پوچھا گیا: ''آپ کب راحت محسوس کرتے ہیں؟'' تو انہوں نے فرمایا:

''جب میں ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھتا۔'' یعنی ذکر تو اس وقت ہوتا ہے جب حجابات کی وجہ سے مذکور کا مشاہدہ نہیں ہوتا، شبلی نے فقط مشاہدہ کی آرزو کی کیونکہ مشاہدہ کے وقت ہی ذاکر اپنی زبان سے ذکر بھول کر مشاہدے کا ہو کر رہ جاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اہلِ مشاہدہ کو اُن پر وارد ہونے والے حال کی شدت اور تجلی کی ہیبت انہیں مبہوت اور گونگا کر دیتی ہے۔''

اس کلام سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے غوث اعظم کے ساتھ کلام میں جو فرمایا ہے: ''جس نے میری بارگاہ میں پہنچنے کے بعد میری عبادت کا ارادہ کیا......'' اس عبارت میں عبادت سے مراد ذکر ہے۔ اور ''وصول'' سے مراد مشاہدہ کے مقام تک پہنچنا ہے، اور شرک سے مراد مقامِ مشاہدہ کے مطابق عمل سے روگردانی اور مطلوبہ ادب کو بجالانے میں کوتاہی ہے۔ اور یہ (سخت) حکم اس قول کے مطابق ہے جس میں کہا گیا ہے:

حسنات الابرار سیئات المقربین۔

''نیکوکاروں کی نیکیاں مقربین کے لئے گناہ ہیں۔''

صحیح اور کامل علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہی ہے۔

''رسالہ غوثیہ'' میں مذکور اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب یہ قول:

''وہ فقیر جسے ہر چیز میں امر عطا کیا جاتا ہے جب کسی چیز کو کہتا ہے: ''ہو جا'' تو وہ موجود ہو جاتی ہے۔''

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے اس قول کی طرح ہے جس میں آپ نے فرمایا: عارف کی ''بسم اللہ'' اُس ''کن'' کی طرح ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہو۔ اور ''رسالہ غوثیہ'' میں عارف یا فقیر سے مراد وہ ولی ہے جس نے سلوک کی راہ میں ساری رکاوٹیں عبور کر لی ہوں۔ سیدی مصطفیٰ البکری فرماتے ہیں:

''ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ دعا سے پہلے ہی وہ کچھ عطا فرما دیتا ہے جو اُسے مطلوب ہوتا ہے، اہلِ جنت کی طرح اس کے دل میں خیال پیدا ہوتے ہی اُسے نواز دیا جاتا ہے، اہلِ جنت کے لئے وہاں ہر وہ چیز مہیا ہوتی ہے جس کی وہ خواہش کریں۔''

امام ابنِ عربی حاتمی نے "فصول الحضرات" کے عنوان سے قائم کیے گئے باب میں "حضرۃ الوجدان" کے باب میں کہا ہے:

''یہ کُن کا حضرہ (مجلسِ ذکر/بارگاہ) ہے جو شیخ عبدالواجد کی طرف منسوب کیا گیا ہے، اور وہ ایسی شخصیت ہیں جن پر کوئی چیز گراں نہیں۔''

میں کہتا ہوں: ''رسالہ غوثیہ'' میں مذکور لفظ ''فقیر'' سے مراد وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کی (رحمت اور لطف و کرم) کا محتاج ہو اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اُسے استغناء اور اُس کی مرادیں حاصل ہوں اور اللہ تعالیٰ کے کرم سے اُس کا فقیر وہی کچھ مانگتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا اور جسے کاتب تقدیر نے لکھا، اس معاملے میں

اللہ تعالیٰ کے بہت سے راز ہیں جنہیں وہ خود جانتا ہے یا پھر وہ شخص جانتا ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے اُن رازوں کا علم عطا فرما دیتا۔

حضرت غوثِ اعظم نے سالک کو مخاطب کر کے فرمایا:

''اِس وقت تکوین اور خلافِ عادت امور کی نسبت تمہاری طرف کر دی جاتی ہے، وہ فعل ظاہری طور پر تمہارا ہوتا ہے۔ لیکن حقیقت میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ہوتا ہے اور یہ نشأۃ ثانیہ ہے۔''

ہم نے جو کچھ عرض کیا اُس کی روشنی میں ''رسالہ غوثیہ'' میں مذکور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ''اگر انسان میری بارگاہ میں اپنی قدر و منزلت پہچان لیتا تو وہ اپنی ہر سانس کے ساتھ کہتا: ''آج کس کی بادشاہی ہے؟'' کا مطلب واضح ہو گیا ہے، یہ سلوک (راہِ طریقت) کے مقامات میں سے ایک مقام ہے جسے ''مقامِ خلافت'' کا نام دیا گیا جیسے کہ سیدی مصطفیٰ بکری اور دیگر لوگوں نے کہا ہے۔

ناصح الدین سید عبدالقادر بن محی الدین الجزائری جن کا پیچھے ذکر گزرا ہے، اپنی کتاب ''المواقف الروحیہ'' میں انسانِ کامل کی بحث کے تحت لکھتے ہیں:

''انسانِ کامل کو (اللہ تعالیٰ کے کرم سے) مکمل قدرت کے ذریعے ظاہر کیا جاتا ہے، اُس کے کُن کہتے ہی اشیاء معرضِ وجود میں آ جاتی ہیں اور اُس کا بسم اللہ کہنا زندہ بھی کرتا ہے اور مارتا بھی ہے، عزت بھی دیتا ہے اور رسوا بھی کرتا ہے، عطا بھی کرتا ہے، روک بھی لیتا ہے، کسی منصب پر فائز بھی کرتا ہے اور اُس منصب سے معزول بھی کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کی گئی اس قدرت کے باوجود

وہ شخص اپنی نظروں میں ایک ایسا عجز و انکسار کا پیکر ہوتا ہے کہ اُس بندے کی عبودیت میں اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا دعویٰ اور ادنیٰ شائبہ بھی نہیں ہوتا، اور اللہ تعالیٰ کا انعام یافتہ وہ شخص کسی کے سامنے اللہ تعالیٰ کی عنایات اور (بطور کرامت) دنیا کے اعلیٰ و اسفل میں تصرف کے اختیار کو ظاہر نہیں کرتا۔''

یہاں تک ''رسالہ غوثیہ'' کے اُن اقتباسات پر گفتگو مکمل ہوئی جن کی آڑ لے کر معترض نے بارگاہِ غوثیت پر اعتراضات کیے، اللہ تبارک وتعالیٰ ''رسالہ غوثیہ'' کے اسرار کو ہمارے اور تمام مسلمانوں کے لئے نفع مند بنائے اور ہمیں اس رسالے کے سمندروں میں موجود جواہرات کی پہچان نصیب فرمائے۔

بہجۃ الاسرار کے مصنف امام شطنوفی پر اعتراضات کا رد:

معترض نے غوثِ اعظم کے پوتوں اور آپ کی مناقب پر لکھی گئی کتاب "بہجۃ الأسرار" کے مصنف شیخ علی شطنوفی پر کیچڑ اچھالا ہے، خاص طور پر ''بہجۃ الاسرار'' کے مصنف پر کیچڑ اچھالنے کے لئے کچھ اقتباسات نقل کیے ہیں جو درج ذیل ہیں:

ابن الوردی نے اپنی "تاریخ کبیر" میں لکھا ہے:

"بہجۃ الاسرار" میں بہت سے ایسے امور ہیں جو درست نہیں، اور شیخ عبدالقادر جیلانی کی شان میں ایسے مبالغات ہیں جو صرف اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق ہیں۔''

ابن حجر نے بھی بہجۃ الاسرار کے متعلق اسی طرح کے کلمات فرمائے ہیں۔

اور کمال جعفر نے کہا ہے:

''شطنوفی نے "بہجۃ الاسرار" میں عجیب و غریب باتیں لکھ دی ہیں،

اور بہت سے لوگوں نے اس کتاب میں مذکور حکایات اور اسانید پر اعتراضات کئے ہیں۔''

اور ابن رجب حنبلی نے "بہجة الاسرار" کے بارے میں کہا ہے:

''مجھے اس کتاب میں مذکور امور پر اعتماد کرنا بھلا معلوم نہیں ہوتا۔''

میں کہتا ہوں: ''اس بدزبان نے "بہجة الاسرار" کے مصنف شیخ شطنوفی کی شان میں کمی کرنے کے لئے بہت مبالغہ آمیزی سے کام لیا ہے، علماء کی غیبت سریع الاثر زہر ہے اور معترض نے اپنے آپ کو ہی نقصان پہنچایا ہے، اور جسے اللہ تعالیٰ ہلاک کرنا چاہے تم اُسے ہرگز بچا نہیں سکتے، امام سیوطی جیسے اجل علماء نے شیخ شطنوفی کی تعریف کی ہے، آپ نے اپنی تصنیف: "حسن المحاضرہ فی اخبار مصر والقاهرة" میں مصری علماء کے طبقات بیان کرتے ہوئے شیخ شطنوفی کے بارے میں "الامام الأوحد" (یکتائے روزگار امام) جیسے جو دو کلمات ارشاد فرمائے ہیں، ہمارے لئے امام سیوطی جیسی شخصیت کی طرف سے شیخ شطنوفی کی تعریف میں یہ دو کلمات ہی کافی ہیں، اور جس کے لئے خزیمہ نے گواہی دی ہے اُس کے لئے وہی کافی ہوگا۔(۱)

یعرف الفضل لذی الفضلمن الناس ذووه

''لوگوں میں سے اہلِ فضل ہی فضلیت والوں کی خوبیوں کو پہچانتے ہیں۔''

معترض نے ابن الوردی کا جو قول نقل کیا ہے اُس کا جواب شیخ عمر بن عبدالوھاب حلبی نے حق تعالیٰ کی مدد سے دیتے ہوئے فرمایا:

---

(۱) حضرت خزیمہ ﷺ کی گواہی کو رحمت عالم ﷺ نے دو مردوں کی گواہی کے برابر قرار دیا تھا اور فاضل حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی مراد یہ ہے کہ جس شخص کی علمی ثقاہت کے حوالے سے امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ "الامام الاوحد" کہتے ہوئے گواہی دیں اسے کسی دوسرے کی گواہی کی ضرورت نہیں۔ (مترجم)

''شیخ شطنوفی کی طرف ایسے مبالغات منسوب کئے گئے ہیں جن کا ایسی شخصیت کی طرف منسوب کیا جانا درست نہیں، میں نے اُن سب کا جائزہ لیا ہے، میں نے اس کتاب میں منقول ہر بات کی سند دیکھی ہے، اور اُس میں ذکر کی گئی معلومات کو یافعی نے "اسنی المفاخر"، "نشر المحاسن" اور "روض الریاحین" میں نقل کیا ہے اور اسی طرح شمس الدین رکن حلبی نے بھی "کتاب الاشراف" میں نقل کی ہیں۔ اور "بہجة الاسرار" میں (معترض کے نکتۂ نظر سے) جو بڑی بات ذکر کی گئی ہے وہ غوث اعظم کا مرغی کو زندہ کرنا ہے اور یہ واقعہ تو تاج الدین سبکی نے بھی نقل کیا ہے اور ایسا واقعہ تو شیخ احمد کبیر رفاعی کے صاحبزادے اور بعض دیگر اولیاء کے حوالے سے بھی نقل کیا گیا ہے۔''

مگر حسد کے مارے اس کند ذہن اور جاہل کو جس نے اپنی ساری عمر چند سطریں کھنے میں گنوا دی اور وہ اس بناء پر یہ گمان کئے بیٹھا ہے کہ اُسے تزکیۂ نفس کی نعمت اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک رسائی حاصل ہوگئی ہے۔ یہ توفیق کب حاصل ہوتی ہے کہ دنیا اور آخرت میں (اللہ تعالیٰ کے کرم سے) اولیاء کے تصرف کو سمجھ سکے۔

اسی لئے تو حضرت جنید بغدادی نے فرمایا ہے:

''ہمارے سلسلہ طریقت کی (دل و جان سے) تصدیق بھی ولایت ہے۔''

میں کہتا ہوں: ''غوث اعظم کی برکت سے مرغی زندہ ہونے کی کرامت کو تو امام شعرانی کے ہمعصر شیخ زین الدین مرصفی نے اپنی کتاب "داعی الفلاح" میں اور ملا علی

قاری نے "نزهة الخواطر و بهجة المسامع والنواظر في مناقب سيدي الشريف عبدالقادر" میں نقل کیا ہے۔ جبکہ دیگر محققین نے بھی اللہ تعالیٰ کے اذن سے بطور کرامت ولی کے لئے مردوں کو زندہ کرنے کا جواز ثابت کیا ہے اور یہ اعلیٰ ترین کرامت ہے، اس کرامت کے جواز کی تصدیق کرنے والوں میں ابن حجر عسقلانی بھی شامل ہیں، کیونکہ جو چیز نبی کے لئے بطور معجزہ ثابت ہے اُس کا ولی کے لئے بطور کرامت واقع ہونا صحیح ہے جیسے کہ امام سبکی اور صاحب "معیار" اور دیگر اہلِ علم نے فرمایا ہے، اور اگر معترض کو اس کرامت کا ثبوت قرآن کریم سے ہی مطلوب ہے تو یہ اُس کی ہٹ دھرمی ہے۔

مردوں کو زندہ کرنے کی کرامت غوثِ اعظم اور شیخ احمد کبیر رفاعی کے بیٹے کے علاوہ بھی بہت سے اولیاء سے ظاہر ہوئی ہے، جیسے کہ رابعہ عدویہ، شیخ ابو یوسف دہمانی، شیخ مفرج دمامیلی، شیخ اہدل اور دیگر حضرات بلکہ ہمیں گذشتہ صدی (۱) میں شیخ الشیوخ قطبِ زمان سید علی بن عمر الشریف کی ایسی ہی کرامت ثقہ لوگوں نے روایت کی، ایسی کرامت کا حضرت غوثِ اعظم جیسی شخصیت سے ظاہر ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں، ہر زمانے میں روئے زمین پر آپ کی کرامات ظاہر ہوئی ہیں، آپ کی عظیم ولایت کے علاوہ دنیا کے ہر شہر میں آپ کے نفوذ اور تصرف پر اولیائے کرام کا اجماع ہے۔"

بہجۃ الاسرار پر امام ابنِ حجر کی طرف منسوب تنقید سے اُن کی برأت:

اور معترض کا یہ کہنا: "ابن حجر نے بھی ابن الوردی کے کلمات سے ملتے جلتے کلمات کہے ہیں: "تو میں اس کے بارے میں یہی کہتا ہوں کہ: "یہ بات معترض کی

(۱) غالباً مصنف علیہ الرحمہ (جن کا وصال ۱۳۳۲ھ میں ہوا) کا اشارہ تیرھویں صدی ہجری کی طرف ہے۔ (مترجم)

طرف سے ایک غلط تاثر دینے کی کوشش ہے کہ ابنِ حجر ابن الوردی کے ہم خیال ہیں، معترض کی یہ حرکت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ موصوف علمی دیانت سے خالی ہیں، کیونکہ ابنِ حجر عسقلانی نے "بهجة الاسرار" کو تین اقسام میں تقسیم کیا ہے:

پہلی قسم: ایسی روایات جو اپنے ظاہر کے اعتبار سے شریعت سے متصادم نہیں ہیں بلکہ شرعاً اور عقلاً جائز ہیں، "بهجة الاسرار" کا اکثر حصہ ایسی ہی روایات پر مشتمل ہے، جبکہ کرامات کا ظہور ایک ایسی حقیقت ہے جو کائنات میں واقع ہے، اور کوئی ضدی انسان ہی کرامات کا انکار کرسکتا ہے۔

دوسری قسم: ایسی روایات جو بظاہر حلال اور حرام کے درمیان ہیں، ایسی روایات کو صحیح علیٰ نظر سے ہی دیکھنا چاہیے اگرچہ ان کی تاویل ہی کرنا پڑے۔

تیسری قسم: ایسی روایات جو ظاہری طور پر شریعت سے متصادم ہیں، اگر ان کی صحیح تاویل ممکن ہو تو ایسا کرنا چاہیے ورنہ ان سے اجتناب کرنا چاہیے۔

یہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کی تلخیص ہے اور جب اُن سے "بهجة الاسرار" کے بارے میں ابن رجب حنبلی کے قول کی روشنی میں سوال کیا گیا تھا تو انہوں نے وہ جواب دیا جسے ہم نے ابھی نقل کیا ہے۔ اور جو شخص بھی اس عبارت میں غور کرے گا، اُسے معترض کی رائے کے لیے تائید نظر نہیں آئے گی، یہی نہیں بلکہ ابن حجر کا قول باغیانہ ذہنیت رکھنے والے معترض کی واضح تردید کر رہا ہے۔ کچھ بعید نہیں کہ امام ابنِ حجر نے جو کچھ فرمایا وہ فقہ کی حمایت اور سدِ ذریعہ کے لئے اس حال میں کہا ہو کہ آپ کا دل "بهجة الاسرار" کی قابلِ تاویل روایات کی تاویل کے ساتھ اُس کی مکمل تصدیق کر رہا ہو جیسے کہ سلطان العلماء شیخ عز الدین بن سلام رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ

ایک واقعہ پیش آیا، آپ کی اپنی محفل میں ابن عربی کو زندیق کہا گیا تو آپ خاموش رہے اور آپ نے یہ بات کہنے والے کو ایسا کہنے سے منع بھی نہیں کیا، جب اُن کا خادم اُن سے خلوت میں ملا تو اُس نے آپ سے اُس زمانے کے قطب کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: "ابن عربی" تب خادم نے تعجب سے پوچھا کہ آپ نے محفل میں ابن عربی کا دفاع نہیں فرمایا؟ تو آپ نے فرمایا: ''وہ فقہاء کی مجلس تھی۔'' یہ واقعہ "القاموس المحیط" کے مصنف مجد الدین فیروز آبادی نے تحریر کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: ''یہ بات سلطان العلماء عزالدین بن عبدالسلام اور ابن حجر عسقلانی کے منصب کے حوالے سے ایک اچھا اندازہ ہے اور ہر چیز اپنے مخصوص بازار میں ہی بکتی ہے، امام ابن حجر شروع میں صوفیہ کرام کے بارے میں سخت رویہ کے مالک تھے اور اسی سلسلے کی کڑی اُن کا اپنے ہمعصر عارف باللہ سیدی علی بن وفا شاذلی کو 'اتحاد' کا قائل شمار کرنا بھی ہے، ابن حجر نے "انباء العمر" میں اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا: ''علی بن وفا شاذلی کی شاعری ''اتحاد'' کے نظریہ پر مشتمل اور الحاد تک پہنچانے والی ہے۔''

اور امام ابن حجر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سیدی علی بن وفاء نے فرمایا تھا:

وظنوا بی حلولا و اتحادا ‏ ‏ ‏ و قلبی من سوا التوحید خالی

''لوگوں نے مجھے حلول اور اتحاد (۱) کا قائل سمجھا، حالانکہ میرا دل توحید کے علاوہ ہر چیز سے خالی ہے۔''

اسی لئے امام عبدالروف مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

---

(۱) اس سے مراد بندے اور رب کے وجود میں اتحاد ہے، اور بندے کے وجود میں رب کا حلول کرنا ہے۔

''ابن حجر صوفیہ کرام میں سے کسی کا ذکر کرتے ہیں تو کسی رورعایت کے بغیر ذکر کرتے تھے۔''

مگر امام ابن حجر نے بعد میں اپنے اس رویئے سے رجوع کر لیا تھا اور خود بھی امام شعرانی کے بقول سرکردہ صوفیہ میں سے ہو گئے تھے، اسی بنا پر انہوں نے سلطانُ العاشقین عمر بن الفارض کے مشہور و معروف "قصیدہ تائیہ" کی (جو کہ اہل تصوف کے رموز پر مشتمل ہے) شرح بھی کی تھی اور پھر اپنی یہ شرح شیخ مدین مصری کی خدمت میں پیش کی تا کہ وہ اس شرح کو ملاحظہ فرما کر اسے نشر کرنے کی اجازت تحریر فرما دیں، تو انہوں نے اس شرح کے آخر میں یہ شعر لکھا:

سارت مُشْرِقَةً و سِرْتُ مُغْرِبا ‏ ‏ ‏ شَتَّانَ بَیْنَ مشْرِقٍ وَ مغْرِبٍ

''وہ مشرق کی طرف چلی اور میں مغرب کی طرف، مشرق اور مغرب کا رخ کرنے والوں کے درمیان بلا کی دوری ہے (یعنی تصوف کا فہم مرشد کے بغیر ممکن نہیں)۔''

شیخ مدین نے یہ شعر لکھ کر "قصیدہ تائیہ" کی یہ شرح ابن حجر کو بھجوا دی، امام شعرانی فرماتے ہیں:

''ابن حجر اس بات کو سمجھ گئے جس سے وہ ایک مدت تک غافل رہے تھے، پھر انہوں نے اس تنبیہ کے سامنے سر جھکا لیا اور شیخ مدین کے مرید ہو گئے اور عمر بھر اُن سے وابستہ رہے۔''

یہ واقعہ علامہ حافظ محمد ابو راس الغریسی نے بھی اپنی کتاب ''الرحلۃ المشرقیۃ'' میں لکھا، شاید ابن حجر نے طریقت کی راہ پر چلنے سے پہلے کے دور میں "بھجۃ الاسرار"

پر تنقید کی ہو گی اور پھر شیخ مدین مصری کے ساتھ تعلق قائم ہونے کے بعد اُن کی رائے تبدیل ہو گئی ہو گی اس بات کی تائید "بهجة الاسرار" پر ابن حجر کے اعتماد سے ہوتی ہے کیونکہ انہوں نے اپنی کتاب "غبطة الناظر" میں "بهجة الاسرار" سے بہت سی روایات نقل کی ہیں، اور اسی لیے ابن حجر کہا کرتے تھے:

''صوفیہ کرام کے انکار سے بچو، یہ عمل ہلاکت میں ڈالنے والا ہے، بے شک صوفیہ کرام کا منکر خیر و برکت سے محروم، ضدی انسان اور قابل مذمت ہے اور حق اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ اُس کی اتباع کی جائے، باطل ان ائمہ سے کوسوں دور ہے۔''

اور ابن حجر نے صوفیہ کرام کی بے ادبی کے حوالے سے کہا:

''انہیں جھٹلانے والے کی کم از کم سزا یہ ہے کہ وہ ان حضرات کی برکتوں سے محروم ہو جاتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ ابن حجر پر رحم فرمائے اور اُن سے راضی ہو۔

میں نے اپنی عجز و انکسار والی نگاہ سے "بهجة الاسرار" کا اول سے آخر تک جائزہ لیا تو میں نے اُس میں کوئی بات شریعت یا عقل سے متصادم یا ناقابل تاویل نہیں پائی، تب میرے دل میں خیال آیا کہ میری پیش کردہ کتاب کا مقصد اُس وقت تک پوری طرح حاصل نہیں ہوگا جب تک میں "بهجة الاسرار" پر کیے گئے اعتراضات کے سیر حاصل جوابات نہیں دے دیتا، ان اعتراضات میں سے اکثر کے جوابات اختصار یا تفصیل کے ساتھ پچھلے صفحات میں دے دیے جا چکے ہیں اور باقی اعتراضات کے جوابات آئندہ صفحات میں پیش کر دیے جائیں گے، اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم

"بهجة الاسرار" کے متعلق مباحث کو ایک خاتمہ کی شکل میں یا یہ تکمیل کو پہنچا دیں، اگر "بهجة الاسرار" کے متعلق کسی بات کی تصریح رہ گئی تو وہ بھی علم و ہنر والوں کو ہماری سابقہ تصریحات کے ضمن میں مل جائے گی۔

معترض نے کہا: ''شیخ شطنوفی نے "بهجة الاسرار" میں عجیب و غریب باتیں لکھی ہیں۔''

میں کہتا ہوں: ''اقطاب اور اکابر کے حالات عجیب و غریب باتوں سے خالی کیسے ہو سکتے ہیں؟ ایک عام ولی کے حالات لکھتے وقت عجائبات کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا تو پھر غوث اعظم جیسے امام کے حالات تعجب خیز امور پر مشتمل کیسے نہ ہوں؟!''

امام شعرانی نے اولیائے کرام کے سوانح نگاروں کے بارے میں فرمایا ہے:

''یہ حضرات بعض امور تو مؤرخین اور اہل طبقات کی طرز پر لکھتے ہیں لیکن بعض اوقات وہ کچھ ایسے امور بھی لکھتے ہیں کہ اگر کوئی ولی خود بھی اپنے مقام پر روشنی ڈالنا چاہے تو وہ بھی اس عمل پر قدرت نہیں رکھتا جیسے کہ بعض کبار اولیاء کے کلام میں دکھائی دیتا ہے۔''

معترض نے کہا: ''بہت سے لوگوں نے "بهجة الاسرار" کی بعض حکایات کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔''

میں کہتا ہوں: ''اس بات کا جواب وہ ہے جسے امام شعرانی نے سیدی علی خواص سے نقل کرتے ہوئے ذکر کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

''مخلوق کی طبقات پر مشتمل ہے: عام لوگ، فقہاء، متصوف، صوفی، عارف، کامل، مکمل اور اقطاب کے طبقات میں منقسم ہیں، جو شخص ان

درجات میں سے جس درجے میں ہے وہ اُس سے اوپر والے کو تسلیم نہیں کرتا کیونکہ اُسے اوپر والے درجے کا ادراک ہی نہیں، فقیہ متصوف کا انکار کرتا ہے، متصوف صوفی کو جھٹلاتا ہے، اور صوفی عارف کا معترف نہیں۔ اور اسی طرح باقی لوگ، مگر قطب کسی کو نہیں جھٹلاتا کیونکہ وہ ان تمام مراتب سے گزر چکا ہے، تسلیم نہ کرنے اور جھٹلانے سے ہماری مراد شرعی احکام کے نکتۂ نظر سے جھٹلانا نہیں بلکہ فہم کا حاصل نہ ہونا ہے۔''

معترض جیسے انسان کا غوثِ اعظم جیسی شخصیت کو تسلیم نہ کرنا تعجب کا باعث نہیں جبکہ دونوں شخصیتیں دو متفاوت طبقات میں سے ہیں، ایک اعلیٰ ترین طبقہ سے اور دوسرا اپنی ذہنیت کے اعتبار سے انتہائی اسفل طبقہ سے۔

غوثِ اعظم کے سامنے شیطان کے روشنی کی صورت میں ظاہر ہونے کا واقعہ:

معترض نے کہا: ''ابن رجب حنبلی نے اُس روشنی کا واقعہ بیان کیا جس نے حضرت غوثِ اعظم کے سامنے افق کو روشن کر دیا تھا، پھر آپ کو پتہ چلا کہ وہ تو ابلیس ہے اور اُسے آپ نے اُس کے اُن کلمات سے پہچانا تھا جو اُس نے آپ سے مخاطب ہو کر یوں کہے تھے:

''میں نے آپ کے لئے حرام چیزوں کو حلال کر دیا۔''

اور پھر جب ابلیس پہچانا گیا تو یہ روشنی تاریکی میں تبدیل ہو گئی، ابن رجب نے معترض کے بقول یہ واقعہ نقل کرنے کے بعد کہا:

''شیخ عبدالقادر کی یہ حکایت مشہور ہے مگر مجھے شطنوفی کی اس روایت پر اعتماد نہیں ہے۔''

میں کہتا ہوں: ''معترض کی بات کا ظاہری مفہوم تو یہ ہے کہ وہ اس حکایت اور واقعہ کا منکر ہے یا نہیں؟ مگر وہ شیخ شطنوفی پر کسی طرح تہمت لگانا چاہتا ہے تا کہ وہ اُن کی بیان کردہ بات کو جھٹلا سکے، کیونکہ اس واقعہ کو تو بہت سے علماء نے نقل کیا ہے، اُن میں سے امام شعرانی، شیخ مصطفیٰ بکری، ''شرح الاربعین'' کے مصنف شیخ بونی اور ''نور الابصار'' کے مصنف اور دیگر حضرات شامل ہیں، اس واقعہ کے صحیح ثابت ہونے کے لئے ہمیں یہی بات کافی ہے کہ اسے امام المحققین اور دین کے اسرار واضح کرنے والی شخصیت امام ابو اسحاق شاطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''الموافقات'' میں نقل کیا ہے، جبکہ بعض دیگر مؤلفین اس حکایت کو بالمعنی روایت کرتے ہیں، اس لئے واقعہ کی روایات و الفاظ میں تو اختلاف ہو جاتا ہے مگر معنی ایک ہی رہتا ہے۔''

''یواقیت'' میں امام شعرانی کی روایت کچھ یوں ہے:

''حضرت غوثِ اعظم فرماتے ہیں: ایک مرتبہ مجھے ایک عظیم نور دکھائی دیا جس نے افق کو ڈھانپ لیا تھا، پھر مجھے اس میں ایک صورت دکھائی دی جس نے مجھے پکارتے ہوئے کہا:

''اے عبدالقادر! میں تمہارا رب ہوں اور میں نے تجھ سے فرائض کو ساقط کر دیا، اگر تم چاہو تو میری عبادت کرو اور اگر چاہو تو چھوڑ دو۔''

میں نے اُس سے کہا:

''اے ملعون دور ہو جا۔''

تب وہ روشنی تاریکی میں بدل گئی اور وہ صورت دھوئیں میں تبدیل ہو گئی، پھر اس ملعون نے مجھے دوبارہ مخاطب کیا اور کہا:

"اے عبدالقادر! آپ اپنے رب کے احکام جاننے اور اپنی منازل کو
سمجھنے کے باعث مجھ سے بچ گئے، میں نے ایسے ہی واقعہ کے ذریعے
ستر (۷۰) اہلِ طریقت کو گمراہ کیا ہے۔"

حضرت غوثِ اعظم سے پوچھا گیا:

"آپ نے کیسے پہچانا کہ وہ شیطان ہے؟"

تو آپ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کی زبان سے جن چیزوں کو حرام
فرمایا تھا انہیں حلال قرار دینے سے میں نے شیطان کو پہچانا۔"

شیخ مصطفیٰ بکری فرماتے ہیں:

"حضرت غوثِ اعظم نے شیطان کو یہ کہتے ہوئے جواب دیا: "تو نے
جھوٹ بولا، تو شیطان ہے، اللہ تعالیٰ بے حیائی کا حکم نہیں دیتا۔" اور
یہ واقعہ غوثِ اعظم کے ابتدائی ایام کا ہے۔ شیخ بونی نے یہ حکایت نقل
کرنے کے بعد کہا: "غوثِ اعظم نے علم کے ذریعے شیطان کی ناک
کو خاک آلود کیا، اور اُس کے پھیلائے ہوئے خیالات کو لپیٹ کر رکھ
دیا، اُس ملعون نے آپ کو اُن پرندوں میں سے گمان کیا جو فقط سیٹی
بجانے سے شکار ہو جاتے ہیں۔ اُس بے وقوف کو یہ بات سجھائی نہیں
دی کہ بلند و بالا پہاڑوں کو سراپا گمراہی اور جھوٹے شخص کی پھونک
جھنجھوڑ نہیں سکتی، اُس کے ہاتھ خاک آلود ہوں اور اُس کی کوشش
رائیگاں ہو، اُس نے کیا دعویٰ کر لیا، اُس ولی کا گمراہ ہونا محال ہے

جس کی نگرانی اللہ تعالیٰ فرمائے اور وہ ہر لحظہ صالحین کی نگرانی فرماتا ہے،
مراد سے ناواقف جاہل نے یہ گمان کر لیا کہ ہر نیل گائے کو شکار
کیا جا سکتا ہے، جبکہ اُسے یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ دھاڑتے ہوئے
شیروں سے بچنے اور محفوظ رہنے میں ہی عافیت ہے۔"

معترض نے اس حکایت کو اپنے اعتراضات میں شامل کیا ہے اور اُس نادان
کے خیال میں ایسے امر کا واقع ہونا بعید از قیاس ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ عقل اور شریعت ایسے واقعہ کا انکار نہیں کرتے، شاید
معترض کے سامنے یہ حدیث ہی نہ ہو کہ شیطان نبی کریم ﷺ کی صورت اختیار نہیں
کر سکتا، تب اُس نے سوچا ہو کہ اگر وہ انبیاء کی صورت اختیار نہیں کر سکتے تو باری تعالیٰ تو
صورت سے پاک ہے، سیدی محمد زرقانی نے "شرح "المواهب"" میں شارح "مشارق"
شیخ اکمل الدین حنفی سے نقل کرتے ہوئے اس اشکال کو رفع کیا ہے۔ اگرچہ یہ اشکال
اس جہت سے نہیں تھا کیونکہ ابلیس کا لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے رب کی حیثیت سے
ظاہر ہونا تسلیم شدہ امر ہے، بلکہ اشکال اس جہت سے تھا کہ ابلیس کثیر لوگوں کو گمراہ
کرنے کے لئے اُن کے سامنے مختلف اوقات میں ظاہر ہوا اور اُس نے انہیں گمراہ بھی
کر دیا حالانکہ اللہ تعالیٰ کی عظمت ہر عظیم کی عظمت سے بالاتر ہے، پھر شیخ اکمل الدین
نے خود ہی جواب دیتے ہوئے کہا:

"ہر عقلمند کو علم ہے کہ حق تعالیٰ کی کوئی معین صورت نہیں ہے جو اشتباہ کا باعث
بنے جبکہ حضور نبی اکرم ﷺ کی صورت متعین اور معلوم ہے اور اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے
کہ وہ جسے چاہتا ہے گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت عطا فرماتا ہے،

جبکہ نبی کریم ﷺ ہدایت سے متصف ہیں، اور ہدایت کے ساتھ ہی جلوہ گر ہیں اور
اُن کی رسالت بھی ہدایت کے لئے ہے گمراہی پھیلانے کے لیے نہیں، تو اُن کی طرف
سے کسی کو گمراہ نہیں کیا جا سکتا، اس لئے واجب تھا کہ شیطان اُن کی صورت میں ظاہر نہ
ہو سکے۔''

میں کہتا ہوں: ''میرے شیخ سیدی محمد بن ابی القاسم الشریف کے ساتھ بھی سلوک کی
منزلیں طے کرتے ہوئے غوثِ اعظم کے واقعہ سے ملتا جلتا واقعہ پیش آیا تھا، جس کا حال
انہوں نے میرے کئی سوالوں کا جواب دیتے ہوئے ۱۳۰۶ھ میں لکھا تھا، انہوں نے
غوثِ اعظم کا واقعہ بیان کرنے کے بعد فرمایا:

''میرے ساتھ بھی سلوک کے ابتدائی ایام میں ایسا ہی واقعہ پیش آیا، میں
خلوت میں بیٹھا ھو ھو ھو کی صورت میں ذکر کر رہا تھا کہ شیطان مردود مجھ سے یوں
مخاطب ہوا: ''یہ کیسا ذکر کر رہے ہو؟'' میں نے اُسے کہا:

''ھو الاول والآخر لا اِلٰہ اِلا ھو'' (وہی اول اور آخر ہے اُس کے سوا کوئی
سچا معبود نہیں) تب شیطان نے کہا:

''میں عبادت کے اعتبار سے اول اور موت کے اعتبار سے آخر ہوں۔''

میں نے اُسے کہا:

''اے اللہ کے دشمن وہ ابتداء کے بغیر اول اور انتہا کے بغیر آخر ہے۔''

میں نے اسی اسم کے ذریعے شیطان پر زور ڈالا تو وہ دھتکارا ہوا وہاں سے
یوں بھاگا کہ اُس کی ہوا خارج ہو رہی تھی اور اُس کی پشت پر ایک شعلہ مسلط تھا جس
سے وہ ملعون جل کر کائنات سے غائب ہو گیا۔

پھر معترض نے کہا: ''شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ واقعہ
مشہور ہے کہ آپ نے فرمایا:

''میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔''

اس واقعہ کو ''بهجة الاسرار'' کے مصنف نے متعدد طرقِ اسانید سے روایت
کیا ہے اور اس سلسلے میں (معترض کے بقول) جو بہترین بات کہی گئی ہے وہ شیخ
شہاب الدین سہروردی کا ''عوارف المعارف'' میں یہ قول ہے:

''یہ بات مشائخ کے ایسے اقوال میں سے ہے جنہیں شطحیات کہا جاتا
ہے اور ایسی باتوں کی اقتداء نہیں کی جاتی اور نہ ہی (ایسی باتوں کے
سبب) اُن کے مقامات پر جرح کی جاتی ہے۔''

میں کہتا ہوں: ''اس واقعہ کے بارے میں تفصیلی گفتگو تو ان شاء اللہ آئندہ
صفحات میں آئے گی، یہاں فقط یہ بتانا چاہتا ہوں کہ شیخ شہاب الدین سہروردی نے نہ
تو حکایتِ قدم کو شطحیات میں سے قرار دیا، اور نہ ہی یہ کہا:

''ایسی باتوں کی اقتداء نہیں کی جاتی۔''

یہ معترض کا اپنا کلام ہے، کیونکہ وہ کلام کے ایسے چھلکے چنتا ہے جن میں معانی
کی گریاں نہیں ہوتیں، ورنہ (حضرت غوثِ اعظم کے علاوہ) ایسی کسی شخصیت کے کلام
کی اقتداء کا تصور کیسے کیا جا سکتا ہے، جس نے کہا ہو:

''میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔''

جب اس کلام کی اقتداء کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تو اس سے منع کیسے کیا
جائے گا؟! ہاں علماء نے یہ فرمایا ہے: ''اگر کوئی ولی خلافِ سنت کام کرے تو اُسے اُس

کے حال پر چھوڑ دو اور اُس کی اقتداء نہ کرو جیسے کہ وہ ولی جو ذکر میں آلاتِ موسیقی استعمال کرتا ہے، یا اِس (ذکر کے) دوران چیختا چنگھاڑتا ہے، یا ایسی باتیں کرتا ہے جن سے حلول اور اتحاد کی بو آتی ہے، یا اُس ولی جیسا ہے جسے اُس کے معاصر علماء نے سُنت کے برعکس مونچھیں بڑھانے پر تنبیہ کی تو اُس نے معذرت کرتے ہوئے کہا: ''میرا مونچھیں بڑھانا کسی حکمت پر مشتمل ہے۔'' لیکن اُس کی یہ بات مانی نہیں گئی اور اُس ولی کو تنبیہ کرنے والے عالم قینچی لے آئے اور اُسے کہا: ''مونچھیں کاٹو!'' تو اُس نے اپنی مونچھیں کاٹیں تو خون کی کثیر مقدار بہہ گئی تب اُس کی مجبوری اور معذرت کا اندازہ ہوا، یہ ایک طویل واقعہ ہے جسے سیدی مصطفیٰ بکری نے ''السیوف الحداد فی اعناق أهل الزندقة والإلحاد'' میں امام عبد الغنی نابلسی سے روایت کرتے ہوئے نقل کیا ہے، ایسے واقعہ کے بارے میں کہا جائے گا: ''ہم مونچھیں بڑھانے میں اُس ولی کی اقتداء نہیں کریں گے۔ اگرچہ اُس کی کرامت بھی ظاہر ہو چکی ہو۔''

ابنِ جوزی کے قول سے استدلال کا رد:

معترض نے کہا: ''ابو الفرج ابن جوزی سلف صالحین کے احوال بہت اچھی طرح جاننے والے تھے، اُن کے معاصرین میں سے کوئی بھی اُس معیار کی پہچان نہیں رکھتا تھا، ابن جوزی متقدمین کی مخالفت کرنے والے عہد متاخرین کے مشائخ کو تنقید کا نشانہ بناتے تھے، اور کہا گیا ہے کہ: ''ابن جوزی نے ایک کتاب لکھی جس میں غوثِ اعظم کی بہت سی باتوں پر گرفت کرتے ہوئے اُس نے (حضرت غوثِ اعظم کے بارے میں) کہا:

''قرآن کریم کی آیت مبارکہ:

ادع الی سبیل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة (۱)

''اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ پکی تدبیر اور اچھی نصیحت سے۔''

کی روشنی میں آپ کے وعظ کا اسلوب درست نہیں تھا۔''

معترض نے مزید کہا: ''ابن جوزی نے اپنی مذکورہ کتاب میں حضرت غوثِ اعظم اور اُن کے پیروکاروں پر سخت تنقید کی۔'' اور خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت غوثِ اعظم تو علم وفضل والے اور لوگوں کو حق کی طرف راہ دینے والے تھے مگر اُن کی اکثر اولاد اور پوتے اُن کے راستے سے ہٹ گئے تھے، ابن جوزی نے (معترض کے بقول) اس موضوع پر دو مشہور کتابیں لکھیں جن میں اُس نے تفصیل سے وضاحت طلب امور پر گفتگو کی ہے۔

میں کہتا ہوں: ''میں نے معترض کے متکبرانہ کلام میں سے کچھ سطور فقط اس وجہ سے حذف کر دی تھیں کہ میں ان کلمات کو نقل کر کے اپنی زبان آلودہ نہیں کرنا چاہتا تھا، جیسے کہا گیا:

لهم كلام هنا إن شئت تعرفه　　فاعرفه منهم ولا تعرفه من قبلي

''یہاں اُن کا کچھ کلام ہے اگر تو اُسے جاننا چاہتا ہے تو اُن کے ذریعے جان میرے ذریعے مت جان۔''

ہاں میں نے معترض کے اکثر اعتراضات ذکر کر کے بعد میں اُن کے جواب دے دیے ہیں، ابن جوزی مشہور علماء میں سے ہیں، اُن کا ذکر اچھے الفاظ میں ہونا چاہیے تھا، اور جس طرح باغی معترض نے ابن جوزی کو پیش کیا ہے اُس صورت میں ہمارے لیے بھی۔

---

(۱) سورۂ نحل: ۱۲۵

وقت الضرورة لایبقی بہ جزع　　والکف تضبط حد الصارم الذکر

''ضرورت کے وقت اس پر گھبراہٹ باقی نہیں رہتی اور ہتھیلی تیز دھار تلوار کو درست کرتی ہے۔''

ابن جوزی کو اللہ تعالیٰ معاف فرمائے، وہ صوفیہ کرام پر بالعموم اعتراض کے حوالے سے مشہور ہیں لیکن ہم ابن جوزی کی کسی ایسی کتاب پر مطلع نہیں ہوئے جو اس نے حضرت غوث اعظم کے حوالے سے لکھی ہو، ہاں اس فضولی معترض نے ہی یہ بات کہی ہے اور کتاب کا نام بتانا بھی اسی کی ذمہ داری تھی، ورنہ غوث اعظم تو شاعر کے درج ذیل شعر کا بہترین مصداق ہیں:

جبل الأنام علی الخلاف وفضلہ　　فی الناس مسالة بغیر خلاف

''مخالفت لوگوں کی فطرت میں شامل ہے جبکہ غوث پاک کی فضیلت لوگوں میں غیر اختلافی مسئلہ ہے۔''

ہم ابن جوزی کی علمی حیثیت اور فضیلت کا اعتراف کرتے ہیں لیکن ہم یہاں بعض مسائل کی جزئیات بیان کرنے کے لئے ابن جوزی کے متعلق علمی دنیا کے ان عظیم لوگوں کی آراء لانے پر مجبور ہیں جن کے قول پر عمل ضروری ہے:

''لوگ حق سے پہچانے جاتے ہیں نہ کہ حق لوگوں سے پہچانا جاتا ہے۔''

ابن اثیر نے ۵۹۷ھ حوادث تحریر کرتے ہوئے ''الکامل'' میں کہا ہے:

''اس سال رمضان المبارک میں بغداد کے واعظ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن الجوزی حنبلی کا انتقال ہوا، ان کی تصانیف مشہور ہیں، وہ لوگوں پر سخت تنقید کے عادی تھے خاص طور پر اپنے مذہب کے مخالف

علماء پر اور اپنے ہم خیال لوگوں پر بھی۔''

اور ''تاریخ الخمیس'' میں بھی ایسا ہی کلام موجود ہے، ابن اثیر نے حافظ ابن سمعانی کے حالات سنہ ۵۶۲ھ کے تحت تحریر کئے، جن کا خلاصہ کچھ یوں ہے:

''اس سال میں شافعی فقیہہ عبدالکریم بن سمعانی کا انتقال ہوا، وہ کثرت سے حدیث کی سماعت کرنے والے تھے، انہوں نے حدیث سننے کے لئے بہت سے سفر کیے اور انہوں نے اس کثرت سے احادیث کا سماع کیا کہ کسی اور نے نہ کیا ہوگا، ان کی تصانیف مشہور ہیں،،'' پھر ابن اثیر نے ابن سمعانی کی کتب گنوانے کے بعد کہا:

''ابن سمعانی نے اپنے شیوخ کی فہرست بنائی تو ان کی تعداد چار ہزار سے تجاوز کر گئی، ابن جوزی نے ان کا ذکر یوں کیا ہے کہ ان کی علمی حیثیت کو مجروح کر کے رکھ دیا ہے، ابن سمعانی کے متعلق ابن جوزی کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ: ''وہ بغداد کے کسی عالم کو ساتھ لے کر نہر عیسیٰ کے دوسری طرف جاتے اور (ان سے وہاں حدیث کی سماعت کرنے کے بعد) کہتے ہیں: مجھے فلاں شیخ نے ماوراء النہر(1) میں فلاں حدیث بیان کی۔'' اور یہ بہت نامناسب بات ہے۔ کیونکہ ابن سمعانی نے واقعی ماوراء النہر کا سفر کیا تھا اور وہاں کے شیوخ سے حدیث کا سماع کیا، انہیں ایسی تدلیس (دھوکہ دہی) کی کیا ضرورت تھی؟ ابن جوزی کی نظر میں ان کا گناہ فقط یہ تھا کہ وہ شافعی تھے

(1)　ماوراء النہر ایک شہر کا نام ہے، جبکہ اس کا لفظی معنی ''نہر کے اس پار'' ہے، ابن جوزی کے مطابق ابن سمعانی دھوکہ دہی سے کام لیتے تھے۔ (مترجم)

اور ابن جوزی کے پیروکار نہ تھے، ابن جوزی نے حنبلیوں کی تعداد
بڑھانے والوں کے علاوہ کسی کو معاف نہیں کیا۔''

تفتازانی نے قدوۃ العارفین ابوالقاسم قشیری کے استاد "الحقائق فی التفسیر
بالباطن" کے مصنف حضرت عبدالرحمٰن سلمی کے حالات میں لکھا:

''ابن جوزی نے اُن پر تنقید کی ہے جیسے کہ ابن جوزی کو ائمہ پر تنقید
کرنے کی عادت تھی۔''

علامہ بونی تمیمی نے اپنی کتاب "مبین المسارب" میں لکھا ہے:

''امام ابن عرفہ اور بعض دیگر علماء ابن جوزی کی کتاب "تلبیس
ابلیس" کے مطالعہ سے منع کیا کرتے تھے، کیونکہ ابن جوزی نے اس
کتاب میں جنید بغدادی جیسے صوفیہ کرام کو بھی گالیاں دیتے ہوئے
کہا ہے: ''یہ لوگ پاگلوں سے بھی آگے بڑھے ہوئے ہیں۔''
''یہ ایسی کتاب ہے جس کے مصنف کو شیطان نے دھوکے میں ڈال
دیا۔''

ابن جوزی نے کثرت سے موضوع احادیث نقل کی ہیں، لہٰذا علامہ بونی نے
اجہوری کا قول بھی نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

''مساجد میں عام لوگوں کے سامنے ابن جوزی کی کتب کا پڑھنا جائز
نہیں، جبکہ "مقاماتِ حریری" کو پڑھنا ابن جوزی کی کتب پڑھنے
سے افضل ہے کیونکہ ان مقامات میں دین کے حوالے سے جھوٹ
نہیں بولا گیا!''

میں کہتا ہوں: ابن جوزی نے حجۃ الاسلام امام غزالی پر بھی تنقید کی ہے جیسے کہ شیخ
مراد الازھری نے "الفتح الکامل" میں ذکر کیا ہے، ابن جوزی نے امام غزالی پر تنقید
کرتے ہوئے ایک پورا رسالہ "عجالۃ المنتظر فی شرح احوال الخضر" تحریر کیا
ہے، اس میں ابن جوزی نے کہا ہے: ''حضرت خضر کی زندگی کا قول وہم اور وسوسے پر
مبنی ہے۔'' مزید برآں ابن جوزی نے امت میں ابدال کے وجود پر دلالت کرنے والی
اُن احادیث کو طعن کا نشانہ بنایا ہے جنہیں امام زرقانی نے "المواھب اللدنیہ" کی شرح
میں اُس حدیث کی شرح کرتے ہوئے ذکر کیا جو امت محمدیہ میں ابدال کے وجود
پر دلالت کرتی ہیں، ان احادیث کو امام احمد اور طبرانی وغیرہ نے روایت کیا۔

شیخ مراد الازھری کہتے ہیں:

''ابدال کے وجود پر دلالت کرنے والی احادیث کو ابن جوزی نے
موضوع قرار دے کر موضوعات میں ذکر کیا ہے، پھر اس نے ابدال
کے حوالے سے روایت کی گئی احادیث میں سے ایک ایک کو ذکر
کر کے اُسے طعن وتنقید کا نشانہ بنایا اور اُسے موضوع قرار دیا، امام
سیوطی نے ابن جوزی کی رائے کو جھٹلاتے ہوئے فرمایا: ''ابدال کے
حوالے سے مروی احادیث صحیح ہیں۔ اور اگر آپ چاہیں تو انہیں
متواتر بھی کہہ سکتے ہیں، یہ احادیث معنوی تواتر کی حد تک پہنچی ہوئی
ہیں، کیونکہ یہ احادیث ابدال کے وجود کی ضرورت پر صحت اور
قطعیت سے دلالت کر رہی ہیں۔''

میں کہتا ہوں: ''شاید امام سیوطی نے اپنی کتاب: ''الخبر الدال علی وجود

القطب والأوتاد والنجباء والأبدال'' ابن جوزی کے رد میں ہی لکھی تھی کیونکہ انہوں نے اپنی کتاب کے آغاز میں لکھا ہے کہ انہیں بعض لوگوں کے حوالے سے یہ خبر ملی کہ انہوں نے اولیاء میں ابدال نقیب، نجیب، اوتاد اور اقطاب کا انکار کیا ہے۔

اب ہم معترض کی اُس گفتگو کی طرف لوٹتے ہیں جو اُس کے موقف کی کمزوری پر دلالت کرتی ہے کیونکہ ہم نے اُسی سے ابن جوزی کی تعریف اور پھر اُس کا یہ تکلیف دہ قول سنا تھا کہ ابن جوزی نے حضرت غوث اعظم پر سخت تنقید کی، اور اُن کے خلاف دو کتابیں لکھیں۔ میں کہتا ہوں: ''معترض نے حضرت غوث اعظم کی پاکیزہ ذات پر کیچڑ اچھالنے کے لئے اپنے خیال میں ایک مضبوط بنیاد رکھی تھی مگر اللہ تعالیٰ کو معترض کی کامیابی نہیں حضرت غوث اعظم کی عزت منظور تھی، کیونکہ معترض کو جوش جنون میں یہ بات بجھائی ہی نہیں دی کہ ابن جوزی تو بارگاہ غوثیت کے خوشہ چینوں میں سے تھے، اور وہ آپ کی شاگردی اور آپ سے فقہ حنبلی کی تعلیم حاصل کرنے کے باعث حنبلی کہلاتے تھے، اس بات کی تصریح شیخ علی عدوی اور دیگر حضرات نے کی ہے، اس معترض کو فروع نظر آ گئی جبکہ اصل دکھائی نہیں دی، سیدی مصطفیٰ بکری کے الفیہ (ہزار شعروں پر مشتمل قصیدہ) میں ہے:

وکل من تحجبه الظلال عن شاخص قد امه الضلال

و ناظر تمنعه الفروع شهود أصل حبله مقطوع

''جس شخص کو سائے کسی نمایاں چیز کے دیکھنے سے روک دیتے ہیں وہ گمراہی میں مبتلا ہو جاتا ہے، اور فروع جس آنکھ کو اصل دیکھنے سے روک دیں (گویا کہ وہ آنکھ) بینائی سے محروم ہے۔''

حضرت غوثِ اعظم کے اسلوبِ وعظ پر اعتراض کا جواب

معترض کا یہ کہنا: ''حضرت غوث اعظم کا اسلوب وعظ غلط تھا۔'' اس سے اُس کی مراد یہ تھی کہ آپ اپنے وعظ میں سامعین کو ملحوظ خاطر نہیں رکھتے تھے اور (معترض کے خیال میں) واعظ کے لئے مناسب نہیں کہ وہ ہمیشہ نرمی اختیار کرے، یا سامعین کے ساتھ ہمیشہ سختی سے پیش آئے بلکہ حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ ہر مقام کو ملحوظ خاطر رکھے اور اُس کا رویہ ہر مقام کے مطابق ہو، جیسے کہ ہر وہ شخص جس نے رحمت عالم ﷺ، صحابہ کرام اور سلف صالحین کی سیرت کا مطالعہ کیا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ کس مقام پر کیا طرز گفتگو ہونا چاہیے، رحمت عالم ﷺ کے صحابہ بعض اوقات آپ ﷺ کے لہجے میں سختی دیکھتے تھے یہاں تک کہ بعض اوقات آپ کی گردن کی رگیں شدت غضب سے پھول جاتی تھیں، ایسے ہی ایک خطبے میں کسی صحابی نے آپ ﷺ سے پوچھا: ''میرا باپ کون ہے؟'' تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''فلاں شخص تمہارا باپ ہے۔'' حالانکہ وہ کسی اور کی طرف منسوب کیا جاتا تھا، ایک اور شخص نے آپ سے پوچھا: ''میرا باپ کہاں ہے؟'' تو آپ نے فرمایا: ''دوزخ میں'' (1) یہ ایک حدیث ہے اور ایسی ہی دیگر احادیث بھی موجود ہیں۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اکثر اپنے کوڑے کے ساتھ لوگوں کی تادیب فرماتے تھے۔

معترض کا حضرت غوث اعظم کو تہذیب اور اچھے اخلاق سے خالی قرار دینا ایک بہتان ہے اور سلف صالحین کی رائے کے برعکس ہے، اور معترض کے لئے ہلاکت ہو وہ

(1) اس حدیث کو امام بخاری (۲۲۹/۱) امام مسلم نے (۱۸۳۲/۴) امام احمد نے مسند (۲۰۹/۳) ترمذی نے (۲۲۶/۵) اور نسائی نے السنن الکبریٰ (۳۳۸/۶) میں روایت کیا۔

کتنا جاہل ہے اور اُس کی عقل کتنی گھٹیا ہے، اُس نالائق نے حضرت غوث اعظم کے لئے جس ''سلوک'' کا خود اعتراف کیا ہے کیا اُس ''سلوک'' کا تہذیب، اچھے اخلاق اپنانے اور محمدی اخلاق کی پیروی کرنے کے علاوہ کوئی معنی ہے؟ جبکہ غوث اعظم ایک عام سالک نہیں بلکہ سید السالکین، واصلین کی مدد کرنے والے، محقق اساتذہ کے استاذ ہیں، اُن کی مجلس علماء اور عارفین کے علم وعرفان کو نکھارنے والی ہے، اُن کی بارگاہ نیکو کاروں اور گنہگاروں سے بھری ہے، نیکو کار مزید ہدایت کے لئے آپ کی بارگاہ کا قصد کرتے ہیں۔ جبکہ گنہگاروں کو آپ کا حسنِ تربیت اپنی طرف کھینچتا ہے، اُن کی بارگاہ میں حاضر ہونے والا ہر شخص اپنے روحانی علاج کا طالب ہے، آپ اپنی ایمانی فراست سے ہر شخص کی باطنی کیفیت پر مطلع ہوتے اور اُسے اس کی بیماری کا حال اور اُس کا علاج بتاتے تھے، نیز اُس کی پیاس اپنے کلام یا حال کی برکات کے ساتھ بجھاتے تھے، اور ایسا نہیں تھا کہ جو علاج ایک کی اصلاح کرتا ہو وہی دوسرے کی بھی اصلاح کرتا ہو، اور نہ ہی آج کے دن ایک کا علاج سب کے لئے نفع مند ہو، بلکہ حکمت یہ تھی کہ ہر شخص کو اُس کے لئے مناسب علاج مہیا کیا جائے۔ جو کچھ محفل میں موجود شخص دیکھتا غیر حاضر نہیں دیکھتا، یوں محسوس ہوتا ہے کہ اپنے ہی سُم کے ذریعے اپنی موت تلاش کرنے والے معترض نے غفلت شعاروں کی ہاں میں ہاں ملانے اور ظالموں جابروں کے جبر میں شریک ہونے کو سنت کے مطابق اچھے اخلاق گمان کیا ہے، ہرگز نہیں معترض کو تو اچھے اور مسنون اخلاق کا مطلب ہی سجھائی نہیں دیا، اُس نے تو منافقت اور خوشامد کو مسنون اخلاق قرار دے دیا ہے، جسے اُس نے اچھے اخلاق سمجھا ہے وہ تو دھوکہ دہی اور منافقت کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ اگر معترض نے "احیاء العلوم" اور "انفاس المھتدین" کا مطالعہ کیا ہوتا تو

اُسے سلف صالحین کی سیرت اور اخلاق کی کچھ خبر ہوگئی ہوتی اور وہ ہلاکت کے گڑھوں سے بچ گیا ہوتا، اُسے ہارون الرشید کے نام حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوب میں واضح رہنمائی مل جاتی۔ اسی طرح حضرت فضیل بن عیاض کی طرف سے ہارون الرشید اور محمد بن واسع کو ڈانٹ پلانے سے بھی معترض کو کچھ سبق حاصل ہوتا، جب ہارون الرشید ڈبڈبائی آنکھوں کے ساتھ سراپا عجز و انکسار بنا ہوا تھا اُن لمحات میں ابن ابی بُردہ نے حضرت فضیل بن عیاض سے دعا کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا:

''میری دعا تجھے کیا فائدہ دے گی جبکہ تمہارے دروازے پر کھڑے تیرے ظلم کے ماروں میں سے ہر ایک یہ کہتا ہے کہ تو نے اُن پر ظلم کیا ہے، اُن کی دعا میری دعا سے پہلے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچتی ہے۔''

اور اسی طرح حضرت عبداللہ عمری کی مکہ مکرمہ میں ہارون الرشید کو ایسی ڈانٹ بھی ہے جس نے ہارون الرشید کو رلا دیا تھا اور اُسے یہ کہنے پر مجبور کر دیا تھا:

''میں ہر سال حج کرنا چاہتا ہوں مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ایک شخص مجھے اس سعادت سے محروم کر دیتا ہے، وہ مجھے ایسی باتیں سناتا ہے جو مجھے پسند نہیں ہیں۔''

امام مالک نے جس وقت حاکم وقت اور علماء کی ایک کثیر تعداد کی موجودگی میں ایک شخص کے قتل کا حکم دیا تو والی اور علماء نے اُس شخص کے لئے زندگی کی درخواست کی تب امام مالک نے فرمایا:

''اُس ذات کی قسم ہے جس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں ہے، اگر تم نے اس مجرم کی گردن نہ ماری تو میں کبھی علم کی بات نہیں کروں گا۔''

اس کے بعد امام مالک خاموش ہو گئے، آپ سے بات کی گئی مگر آپ نے جواب نہیں دیا، تب شہر میں کھلبلی مچ گئی اور لوگ چیخ اٹھے کہ اگر امام مالک خاموش ہو گئے تو سوالوں کے جواب کون دے گا؟ تب حاکم وقت نے مجرم کو سزائے موت دی اور اُس وقت امام مالک نے رحم کی درخواست کرنے والے علماء کو اُن کی غلطی کی نشاندہی کی، حکام وقت اور دیگر ظالموں کے ساتھ ائمہ کا معاملہ ایسا ہی تھا۔

طاؤس یمانی نے جب ہشام بن عبدالملک کو امیر المومنین کہے بغیر اُس کے نام سے مخاطب کیا تو اُس نے برہمی کا اظہار کیا، تب حضرت طاؤس نے فرمایا:

''میں نے تجھے امیر المومنین اس لئے نہیں کہا تھا کہ سارے اہل ایمان تیری امارت پر متفق نہیں ہیں، مجھے خوف ہوا کہ کہیں میں جھوٹا نہ بن جاؤں''

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حکایت نقل کرنے کے بعد فرمایا:

''جو شخص لوگوں سے ملتے وقت امام طاؤس کی طرح احتیاط نہیں کرتا، اُسے چاہیے کہ وہ اپنا نام منافقین کی فہرست میں شامل ہونے پر راضی ہو جائے۔''

اے دھوکہ دہی اور منافقت کے ساتھ اچھے اخلاق کی تفسیر کرنے والے! تیری معرفت کہاں گئی؟ اگر لازم مذہب کے مذہب ہونے کا قول راجح ہوتا تو ہم معترض کو (اخلاق عالیہ کی غلط تشریح پر) اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے پیش نظر جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا:

''وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۔'' (1)

(1) سورۃ القلم ۴

''اور بیشک تمہاری خو بڑی شان کی ہے۔''

معترض کو اسلام کے دائرے سے خارج قرار دے دیتے، مگر اس مسئلے میں علماء کا اختلاف معترض کے لئے رحمت ثابت ہوا، اس کم علم نے اچھے اخلاق کو جس چیز سے چاہا تعبیر کیا۔

اے بھیڑیئے کی دم! اے طفیلی! تیری کیا حیثیت ہے؟ تو طلبہ کے سامنے بچہ بن گیا تو انہوں نے تجھے مبتدی طلبہ کے ساتھ کاغذ سیاہ کرنے کے لئے چھوڑ دیا، اسی لئے تو نے امت کے اکابر اور دین کے ستونوں کے سامنے بے ادبی کی جرأت کی، عرب کہتے ہیں:

''کمینوں کے ساتھ دوستی کرنے والے انسان کو کھانا مت کھلا، وہ کل کو تیرا بازو کاٹ لینے کی خواہش کرے گا۔''

اور اے معترض تجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے الفاظ میں مخاطب کرنا کتنا بھلا معلوم ہوتا ہے؟ انہوں نے فرمایا تھا:

"أتشبهين بالحرائر يا لكاع؟"

''اے کمینی باندی کیا تو آزاد عورتوں سے مشابہت اختیار کرتی ہے؟''

یہ تو تمہارا حال ہے بلکہ کتب طبقات و مناقب کے مصنفین نے حضرت غوث اعظم کے بارے میں لکھا ہے:

''آپ اپنی تمام تر عظمت و جلالت شان کے باوجود بچوں کے لئے بھی رک جایا کرتے تھے، فقراء کے ساتھ مجلس فرماتے، اُن کے کپڑے انہیں دھو دیتے، آپ کبھی (سیاسی اعتبار سے) بڑے لوگوں یا حکومتی عہدیداروں کی تعظیم کے لئے اٹھا نہیں

کرتے تھے، اسی طرح آپ کبھی کسی وزیر یا بادشاہ کے دروازے پر تشریف نہیں لے گئے۔'' یہ امام شعرانی کے الفاظ ہیں۔

ابو مظفر واسطی نے حضرت غوث اعظم کے بارے میں کہا:

''میری آنکھ نے آپ سے بڑھ کر اچھے اخلاق والا، آپ سے زیادہ سینے کی کشادگی والا، آپ سے زیادہ عزت نفس والا، آپ سے زیادہ مہربان دل والا، آپ سے بڑھ کر عہد اور محبت کی حفاظت کرنے والا نہیں دیکھا۔''

میں کہتا ہوں: ''حضرت غوث اعظم نے ''غنیۃ الطالبین'' میں اخلاق کی خوبی کے حوالے سے باقاعدہ ایک فصل باندھی ہے جس میں آپ قارئین کو اچھے اخلاق اپنانے پر ابھارتے ہیں۔''

عربی کی ضرب المثل ہے کہ ''ہر برتن سے وہی کچھ چھلکتا ہے جو اس میں ہوتا ہے۔'' اور آپ "غنیۃ الطالبین" ہی میں ایک فصل مشائخ اور مرشدین کو مریدین کی تربیت پر آگاہ کرنے کے لئے لائے ہیں، اس فصل میں آپ نے مشائخ کو اللہ تعالیٰ کے بندوں پر شفقت، نرمی اور رحمت پر ابھارا ہے تاکہ احسان (تصوف) کے راستے پر چلتے ہوئے ان مریدین کو زیادہ سے زیادہ نفع حاصل ہو، اگر طوالت کا خوف نہ ہوتا تو میں حضرت غوث اعظم کے چند اقوال یہاں ذکر کرتا۔

بهجة الاسرار پر اعتراضات کے جوابات:

معترض نے حضرت غوث اعظم کے بارے میں بعض اچھے کلمات کہنے کے بعد واسطی کی تصنیف "تریاق" سے حضرت غوث اعظم کے متعلق یہ کلمات نقل کئے:

''میں نے ایک کتاب دیکھی جس میں ان کے مناقب، خبریں اور کرامات مذکور ہیں، یہ سب کچھ شطنوفی نے جمع کیا، اس کتاب میں مصنف نے جائز اور محال سب کچھ لکھ دیا ہے، نیز معیاری اور غیر معیاری مواد جمع کر دیا۔''

میں کہتا ہوں: ''معترض نے "بهجة الاسرار" پر تنقید کرتے ہوئے تقریباً دو صفحے لکھے اور ہم نے "بهجة الاسرار" کے بارے میں جو کچھ لکھ دیا ہے وہ سنجیدہ فکر انسان کے لئے کافی ہے، لیکن اس کے باوجود ہم اپنی اس کتاب کے آخر میں ایک خاتمہ لائیں گے جس میں "بهجة الاسرار" کے ان کلمات پر اعتراضات کا جواب دیا جائے گا جو ابہام و مشکل ہیں۔

پھر معترض نے "بهجة الاسرار" کے مصنف کے بارے میں کہا:

''انہوں نے انبیاء اور ملائکہ کے حوالے سے ایسا کلام کیا ہے جس نے شرق ادب کی حد توڑی ہے۔''

میں کہتا ہوں: ''بهجة الاسرار'' میں جن مقامات پر انبیاء اور ملائکہ کا ذکر ہوا ہے اور معترض نے ان کی طرف اشارہ کیا ہے میں وہ سب کلمات قارئین کے سامنے پیش کرتا ہوں، شیخ شطنوفی نے غوث اعظم کے ساتھ انبیاء کے احوال پانچ جگہ ذکر کئے ہیں:

(۱) شیخ شطنوفی نے حضرت غوث اعظم سے نقل کیا کہ سالک مخلوق کی رہنمائی کے لئے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کی (روحانی) سرپرستی میں مخلوق کی رہنمائی کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔

(۲) پہلے جیسا ہی کلام ہے۔

(۳) حضرت غوث اعظم کرسی پر تشریف فرما تھے اس وقت آپ نے فرمایا:

''ہر نبی اور ولی میری اس مجلس میں تشریف فرما ہے، دنیاوی زندگی والے حضرات اپنے اجسام اور برزخی زندگی والے اپنی ارواح کے ساتھ''

(۴) حضرت شیخ بقا کا فرمان ہے:

''ایک مرتبہ میں حضرت غوث اعظم کی مجلس میں حاضر ہوا، آپ منبر کے دوسرے درجے پر بیٹھے وعظ فرما رہے تھے، تب مجھے آپ کے منبر کا دوسرا درجہ یوں دکھایا گیا کہ وہ حد نگاہ تک وسیع ہو گیا اُس پر سبز سندس کے قالین بچھائے گئے، اُس قالین پر نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے چاروں خلفاء تشریف فرما تھے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت غوث اعظم کے دل پر تجلی فرمائی تو آپ ایک طرف اس طرح مائل ہوئے کہ قریب تھا کہ آپ گر پڑیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو تھام کر گرنے سے بچایا۔''

(۵) شیخ قیلوی قدس سرہٗ کا فرمان ہے:

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کو شیخ عبدالقادر جیلانی کی مجلس میں کئی مرتبہ تشریف فرما دیکھا، اور آقا اپنے غلام کو نگاہ میں رکھتا ہے۔''

اوپر جو کچھ تحریر کیا گیا اُس میں انبیاء کی شان میں بے ادبی کہاں ہے؟ (اور کہاں شرعی حدود کو توڑا گیا ہے؟) اور آخری بات: ''آقا اپنے غلام کو نگاہ میں رکھتا ہے۔'' بذات خود ایک شافی جواب ہے مگر ہر کسی کے لئے نہیں فقط صاف دل اور پوری عقل رکھنے والے کے لئے۔

صحیح حدیث میں ہے کہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم مساکین کی عیادت فرمایا کرتے، فقراء کے ساتھ تشریف فرما ہوتے، اور غلام کی دعوت بھی قبول فرما لیتے اور اپنے صحابہ میں گھل مل کر جہاں جگہ ملتی وہیں تشریف فرما ہو جاتے (نمایاں جگہ تلاش نہیں فرماتے تھے) اور یہ بات بھی معلوم ہے کہ انبیائے کرام اپنی آرامگاہوں میں زندہ ہیں جیسے کہ علماء نے نقل وعقل سے ثابت کیا ہے، اس لئے لوگوں کے ساتھ اُن کے معاملات، حسن اخلاق اور اُن کی تواضع کا سلسلہ منقطع نہیں ہوا، ہاں اگر شیخ شطنوفی انبیاء پر حضرت غوث اعظم کی برتری کا دعویٰ کرتے، یا حضرت غوث اعظم کے لئے ایسے مرتبہ ومقام کا دعویٰ کرتے جس تک انبیاء نہیں پہنچ پائے، یا حضرت غوث اعظم کی مجالس میں انبیاء کی تشریف آوری کو استفادہ کے لئے آنا قرار دیتے تو شیخ شطنوفی کی ایسی کوئی بات قبول نہ کی جاتی، بلکہ دین وملت کے ہدایت یافتہ خادم اُن (شیخ شطنوفی) کے خلاف ایک محاذ بنا لیتے، شیخ شطنوفی حضرت غوث اعظم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

''اولیاء کی روحانی ترقی کی انتہاء انبیاء کے احوال کی ابتدا ہوتی ہے، اور عارفین کی ہمتوں کے عروج کی انتہا مرسلین کے افعال کی ابتداء ہوتی ہے۔''

میں کہتا ہوں: ''حضرت غوث اعظم کے اس فرمان میں پائی جانے والی بلاغت بڑی صراحت سے یہ بتا رہی ہے کہ اولیاء جس قدر عروج اور روحانی ترقی کریں وہ انبیاء کے مقام کی خوشبو بھی نہیں سونگھ سکتے، شاید معترض کا اشارہ اُس واقعہ کی طرف ہے جو ''بهجة الاسرار'' میں یوں مذکور ہے:

ایک دن حضرت غوث اعظم وعظ فرما رہے تھے، آپ ہوا میں چند قدم چلے اور آپ نے فرمایا: "اے حضرت یعقوب علیہ السلام سے نسبت رکھنے والے (بزرگ) ایک محمدی کا وعظ تو سنیئے۔" پھر آپ اپنی جگہ واپس تشریف لے آئے۔ لوگوں نے آپ سے اس عمل کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: "ابو العباس حضرت خضر علیہ السلام میرے قریب سے جلدی میں گزر رہے تھے، تب میں ان کی طرف چند قدم بڑھا اور میں نے ان سے وہ کچھ کہا جو آپ لوگوں نے سنا۔"

حضرت غوث اعظم کے ان کلمات کا صحیح معنی ومفہوم تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے مگر میرے خیال میں یہ کلمات روحانی باپ کے ساتھ بیٹے کا اظہار محبت ہے، کیونکہ حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت غوث اعظم کے مجاہدات اور آپ کی سیاحت کے زمانے میں آپ کی تربیت فرمائی تھی، اور یہ بات شیخ شطنوفی نے "بهجة الاسرار" میں اور امام شعرانی نے "الطبقات" میں تحریر کی ہے۔

حضرت غوث اعظم اس بیٹے کی طرح ہیں جو اپنے باپ کو اپنی نجابت اور باپ کی کھلائی ہوئی خوراک کا اثر دکھاتا ہے، اور "یا اسرائیلی" کہہ کر ندا کرنا مزاح سے مشابہت رکھتا ہے، (اور اس میں کچھ قباحت نہیں) کیونکہ حضور نبی اکرم ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ مزاح فرمایا کرتے تھے، اور فقط حق بات ہی فرمایا کرتے تھے۔ اور "یا اسرائیلی" کہہ کر حضرت خضر علیہ السلام کی حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرف نسبت بیان کرنے میں کچھ حرج بھی نہیں ہے، کیونکہ یہ اُن کے دادا اور فضیلت والے انبیاء کے والد حضرت یعقوب علیہ السلام کی نبوت ہے۔ اس تناظر میں حضرت غوث اعظم کے مذکورہ بالا قول میں کچھ حرج نہیں ہے، نیز حضرت خضر علیہ السلام بعض لوگوں کی رائے کے

مطابق نبی نہیں بلکہ مقام قرب کے افراد میں سے ایک فرد ہیں۔ یہ اولیاء کی صدیقیت سے اوپر اور انبیاء کی نبوت سے نیچے ایک مقام ہے، اور اس مقام تک امت محمدیہ کے اکابر اولیاء پہنچے ہیں جیسے کہ امام حاتمی اور دیگر حضرات نے فرمایا ہے، ہم نے حضرت خضر علیہ السلام کے حوالے سے اپنے ایک رسالہ:

"برق العباسم فی ترجمة شیخنا سیدی محمد بن القاسم"

میں اپنی استطاعت کے مطابق کچھ لکھا ہے، اور اللہ تبارک وتعالیٰ زیادہ جاننے والا ہے۔

فرشتوں کے حوالے سے بھی معترض کو شیخ شطنوفی پر اعتراض تھا، دیکھنے پر ایسے تین مقامات ہی نظر آئے جہاں معترض کو شرعی حدود ٹوٹنے کا وہم ہوا تھا، وہ تین مقامات درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت غوث اعظم کا شیخ موسیٰ زولی کے بارے میں یہ قول:

"میں اس شخص کا ادب کیوں نہ کروں جس کا احترام آسمان کے فرشتے بھی کرتے ہیں۔"

(۲) حضرت غوث اعظم کا یہ فرمان:

"میں سب کا شیخ ہوں۔" یعنی جنات اور انسانوں کا۔

(۳) جب قاری نے حضرت غوث اعظم کے سامنے قرآن کریم میں مذکور فرشتوں کے اس قول کی تلاوت کی:

وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ۔ (۱)

---

(۱) سورۃ البقرۃ، ۳۰

''اور ہم تجھے سراہتے ہوئے تیری تسبیح اور پاکی بیان کرتے ہیں۔''

تو حضرت غوث اعظم نے یہ سن کر یوں فرمایا جیسے آپ فرشتوں سے مخاطب ہوں:

''(گویا کہ تم نے یہ کہا ہے:) ہم تیری کتنی حمد وثناء بیان کرتے ہیں۔''

''اے فرشتو! تم نے یہ بات کہہ کر اپنے راز افشاء کر دیے لیکن ہم اپنے راز چھپائے رہے۔'' پھر آپ نے فرمایا: ''اے میرے رب کے فرشتو! ہماری مجلس میں اترو، شاید ہماری مجلس تمہاری مجلس سے زیادہ کامل ہو۔''

میں کہتا ہوں:

''یہاں دو مسئلوں کا ذکر ضروری ہے تا کہ بات کی وضاحت ممکن ہو:

پہلا مسئلہ: فرشتوں کی انسانوں اور انسانوں کی فرشتوں پر فضیلت کا مسئلہ ہے، اس سلسلے میں راجح رائے یہ ہے کہ انبیاء فرشتوں کے رؤساء سے بھی افضل ہیں، جبکہ فرشتوں کے رؤساء عام انسانوں سے افضل ہیں۔ علاوہ ازیں عام انسان عام فرشتوں سے افضل ہیں، یہاں عام انسانوں سے مراد فاسق وفاجر انسان نہیں ہیں بلکہ صحابہ کرام اور اولیاء صالحین ہیں۔ جبکہ عام فرشتے فاسق وفاجر انسانوں سے بہر حال افضل ہیں، یہاں خاص انسانوں سے مراد انبیاء ہیں اور عام انسانوں سے مراد صحابہ اور اولیاء ہیں، ان حضرات کو انسانوں میں خاص ہونے کے باوجود انبیاء کے مقابلے میں عام ہونے کے سبب عام قرار دیا گیا ہے، اور دلائل علم کلام کی کتابوں میں موجود ہیں۔

دوسرا مسئلہ: غوث اعظم کی قطبیت کا ہے، آپ اپنے زمانے کے قطب اور اپنے عہد

کے غوث ہیں جیسا کہ امام شعرانی، حاتمی، بکری اور حافظ ابن حجر اور دیگر حضرات نے ذکر کیا ہے، تمام جہان قطب کی بیعت کرتا ہے اور اُن بیعت کرنے والوں میں عالی مرتبہ فرشتوں کے علاوہ تمام فرشتے بھی شامل ہوتے ہیں، اور عالی مرتبہ فرشتے وہ ہیں جو امر سے نہیں بلکہ بذات خود (اللہ تعالیٰ کی توفیق سے) اُس کی عبادت کرتے ہیں، اُن فرشتوں کی طرح انسانوں میں سے بھی کچھ قطب وقت اور غوث زمان کی بیعت سے مستثنیٰ ہوتے ہیں جنہیں ''افراد'' (منفرد حضرات) کہا جاتا ہے، قطب کی بیعت سب سے پہلے ملاء اعلیٰ کے لوگ حسب مراتب کرتے ہیں، سب سے پہلے ملاء اعلیٰ کا سب سے اعلیٰ فرد، پھر اُس کے بعد والا، اور اُن میں سے ہر کوئی بیعت کے بعد علم الٰہی کے بارے میں قطب سے سوال کرتا ہے۔ قطب وقت کو اللہ تعالیٰ نے جو علم عطا فرمایا ہوتا ہے وہ اُس کی مدد سے ہر سائل کو جواب دیتا ہے، جیسے کہ امام ابن عربی حاتمی نے ذکر فرمایا، امام حاتمی نے قطب وقت کی بیعت کے حوالے سے ''مبایعة القطب فی حضرة القرب'' کے عنوان سے ایک عظیم کتاب لکھی تھی، جس کی طرف فتوحات میں اشارہ ملتا ہے، اس کتاب میں بہت سے مسائل اور اُس علم میں سے بہت سے حصہ تھا جس کے بارے میں امام ابن عربی حاتمی نے قطب وقت سے سوالات کئے تھے اور انہوں نے امام حاتمی کو جوابات دیے تھے۔''

ولی کامل سیدی عبدالحفیظ بن محمد خلوقی اپنے رسالہ: ''نصرة المقتدی'' میں جسے انہوں نے انسان کامل کے عجائب کے حوالے سے تحریر کیا ہے، لکھتے ہیں:

''عجیب ترین امر یہ ہے کہ ولی یعنی انسان کامل ایسی عظمت والا ہو جائے کہ فرشتے بھی نہ اُس کے معاملے کی ابتداء پر مطلع ہوں نہ انتہاء پر، اسی

طرح اس کے اعمال تحریر کرنے والے فرشتے نہ اس کی نیکیاں دیکھ سکیں نہ گناہ، اور قیامت تک اس کی تعریف کرتے رہیں۔''

ان مذکورہ بالا باتوں سے ظاہر ہوا کہ "بهجة الاسرار" کے مصنف نے نہ تو فرشتوں کے معاملے میں جرأتِ رندانہ سے کام لیا اور نہ ہی اُن کی تنقیص کا قصد کیا، نیز ممکن ہے کہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا فرشتوں سے یہ فرمانا: ''شاید ہماری مجلس تمہاری مجلس سے زیادہ کامل ہو۔'' آپ کی مجلس میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے حوالے سے ہو، اور اس سے بڑھ کر کمال کیا ہے!؟

ہم نے جو کچھ عرض کیا اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت غوث اعظم نے فرشتوں سے یہ نہیں فرمایا: ''میں تم سے بڑھ کر کامل ہوں۔'' اور آپ کے کلام میں ربما (شاید) کا لفظ ہماری رائے کی تائید کرتا ہے کیونکہ آپ کی مجالس میں انبیاء کی تشریف آوری ہر وقت نہیں ہوتی تھی، یہ مقام طویل گفتگو کے قابل ہے مگر جو کچھ ہم نے بیان کیا ہم اسے ہی کافی سمجھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ زیادہ جاننے والا ہے۔

معترض نے کہا: "بهجة الاسرار" میں شیخ عبدالقادر جیلانی کی طرف کتنے ہی لمبے چوڑے دعوے، شطحیات اور اولیاء اللہ کی تحقیر پر مشتمل کلمات منسوب کیے گئے ہیں۔ اس کتاب کی بنیاد دو چیزوں پر رکھی گئی ہے:

(۱) شیخ عبدالقادر جیلانی کو اُمت محمدیہ کے اولیاء، اور بارگاہِ رب العزت میں حاضری کی سعادت سے شاد کام لوگوں پر برتر ثابت کرنا اور یہ ظاہر کرنا کہ جیسے وہ لوگ آپ کے قبضے میں ہیں اور آپ کے سامنے یوں عجز و انکسار کے پیکر بنے ہوئے ہیں کہ سر ہی نہیں اٹھاتے گویا کہ معاملہ کسی قوت والے بادشاہ کا ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ کا فضل حضرت غوث اعظم اور آپ کے پیروکاروں پر ہی ہے، اور آپ کے پیروکار کیسے ہی ہوں وہ لوگوں میں سب سے بہتر اور اللہ تعالیٰ کو سب سے بڑھ کر محبوب ہیں، شیخ شطنوفی نے اپنی کتاب کا اختتام خفیہ مقصد کو چھپا کر رکھنے کے لیے بعض کبار اولیاء کے حالات کے ساتھ کیا، اور یہ بھی بتایا کہ ان کے بارے میں ان کے ہم عصروں نے کیا کہا۔ اور شیخ شطنوفی یہ کہہ کر اپنی کتاب کا مقصد ظاہر کیا کہ: ''شیخ عبدالقادر جیلانی سے پہلے اور بعد والے اولیاء کی طرف شطحیات منسوب ہیں، انہیں ان شطحیات پر تنبیہ کی گئی تو انہوں نے کہا کہ یہ امور اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہیں۔'' جبکہ اللہ تعالیٰ ایسے امور سے بالاتر ہے، یہ باتیں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی اور دیگر اولیاء پر صریح بہتان اور گھڑا ہوا جھوٹ ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے تمام اولیاء سے راضی ہو۔

میں کہتا ہوں: ''معترض کے بقول شیخ شطنوفی نے اپنی کتاب "بهجة الاسرار" کی بنیاد جن دو چیزوں پر رکھی اُن میں سے پہلی حضرت غوث اعظم کی فوقیت ثابت کرنا ہے، شاید معترض کا اشارہ "بهجة الاسرار" میں مذکور غوث اعظم کے فرمان ''میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔'' کی طرف ہے اور اس حوالے سے تفصیلی گفتگو آئندہ صفحات میں آئے گی۔ نیز اُس کا اشارہ شاید شیخ حمیدی کے اس قول کی طرف بھی ہے جسے شیخ شطنوفی نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے، شیخ حمیدی فرماتے ہیں:

''جب حضرت غوث اعظم نے اپنا مشہور عام مقولہ ''میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔'' ارشاد فرمایا تو اُس وقت اولیاء، ابدال اور اوتاد آپ کی خدمت میں یوں سلام پیش کیا کرتے تھے:

"السلام علیك یا ملك الزمان ویا امام المکان یا قائما بامر الله، و یا وارث کتاب الله، ویا نائب رسول الله، یا من السماء والأرض مائدته و أهل وقته کلهم عائلته، ویا من بنزل القطر بدعوته، ویدر الضرع ببرکته۔"

"اے زمانے کے بادشاہ! اور اے کائنات کے امام! اے اللہ کے امر سے قائم رہنے والے! اے کتاب اللہ (کے معانی اور حکمتوں) کے وارث، اے جناب رسول اللہ کے نائب! اے وہ ذات جس کا دستر خوان زمین و آسمان ہیں اور جس کے زمانے کے لوگ (گویا) اس کے کنبے کے افراد ہیں، اے وہ شخصیت جن کی وجہ سے بارش برستی ہے اور ان کی برکت سے چوپائے دودھ دیتے ہیں۔"

اور شاید معترض کا اشارہ اس قول کی طرف بھی تھا جسے شیخ شطنوفی نے شیخ قضیب البان سے نقل کیا۔ جب اُن سے حضرت غوثِ اعظم کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا:

"جب حضرت غوثِ اعظم نے فرمایا: "میرا یہ قدم تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہے۔" اس کے بعد غیبی دنیا کے اولیاء بھی آپ کی مجالس میں حاضر ہوا کرتے تھے اور میں نے ان کے سر آپ کی ہیبت سے جھکے ہوئے دیکھے۔"

اور شاید اس قول کی طرف بھی معترض کا اشارہ تھا جسے شیخ شطنوفی نے شیخ منصور بطائحی سے اپنی سند کے ساتھ نقل کیا، وہ فرماتے ہیں:

"ایک مرتبہ میں نے آپ کے پاس چار ایسے افراد کو دیکھا جنہیں پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا، جب وہ آپ کے ہاں سے نکلے تو میں نے انہیں دعا کے لئے درخواست کی تو اُن میں سے ایک نے کہا: "تمہیں خوشخبری ہو، تم ایک ایسے شخص کے خادم ہو جس کی برکت سے زمین کی حفاظت کی جاتی ہے۔" یہاں تک کہ انہوں نے کہا: "ہم اور تمام اولیاء حضرت غوثِ اعظم کے انفاسِ کریمہ کی پناہ، آپ کے قدموں کے سائے اور آپ کے امر کے دائرے میں ہیں۔" جب میں غوثِ اعظم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھے فرمایا: "اے میرے بھائی! ان چاروں نے جو کچھ کہا کسی سے مت کہنا۔" میں نے آپ سے اُن چاروں کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: "وہ کوہ قاف کے سردار ہیں۔"

اور شاید معترض کا اشارہ اس قول کی طرف بھی تھا جسے شیخ شطنوفی نے ابن بیتی سے روایت کیا، وہ فرماتے ہیں:

"ایک مرتبہ میں حضرت غوثِ اعظم کی زیارت کے لئے بغداد آیا تو میں نے آپ کو اپنے مدرسے کی چھت پر اس حال میں دوپہر کے نوافل پڑھتے ہوئے پایا کہ رجال الغیب صفیں باندھے کھڑے تھے، میں نے ان سے پوچھا: "کیا آپ بیٹھیں گے نہیں؟" تو وہ کہنے لگے:

"ہم اس وقت تک نہیں بیٹھیں گے جب تک قطبِ وقت نوافل ادا کر کے ہمیں اجازت نہ دے دے، کیونکہ آپ کا دستِ مبارک ہمارے ہاتھوں اور قدم ہماری گردنوں پر ہے۔ جبکہ آپ کا امر ہم سب کے لئے واجب التعمیل ہے۔"

اور جب آپ نے سلام پھیرا تو یہ سب لوگ آگے بڑھ کر آپ کو سلام
عرض کر رہے تھے اور آپ کی دست بوسی کر رہے تھے۔"

اور غالباً معترض کا اشارہ حضرت غوث اعظم کے ان دو ارشادات کی طرف
بھی تھا آپ نے فرمایا:

"دو آدمیوں نے میرے حال کے حوالے سے میرے ساتھ جھگڑا کیا
تو میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں (حاضری کے دوران ہی) ان
دونوں کی گردنیں ان کے تن سے جدا کر دیں۔"

آپ کا دوسرا ارشادِ گرامی ہے، آپ نے فرمایا:

"میری تلوار مشہور ہے، اے مردانِ حق! اے شہسوارو! اے بچو! آؤ
اور اس سمندر سے پکڑو کہ جس کا کنارہ نہیں ہے۔"

یہ اور اس طرح کا جو کلام "بهجة الاسرار" میں اسانید کے ساتھ مروی ہے
اس میں کوئی ایسی بات دکھائی نہیں دیتی جو اولیاء کی تحقیر پر مشتمل ہو جیسے کہ معترض کو
گمان ہوا ہے، بلکہ حضرت غوث اعظم سے ان سب اولیاء کا ملنا خود ان کے لئے اعزاز
کا باعث تھا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں غوثِ زمان کے ساتھ متعارف ہونے، ان کے
مرتبہ و مقام کو جانتے ہوئے اور ان کا ادب بجالاتے ہوئے ان کے پاس بیٹھنے کی
سعادت عطا فرمائی۔

سیدی محی الدین ابن عربی حاتمی نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے اس امر کو
عظیم نعمت قرار دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے انہیں ان کے زمانے کے غوث
کی پہچان عطا ہوئی، نیز آپ ۵۹۲ھ میں فاس شہر میں اقامت پذیر اپنے زمانے کے

غوث کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ کی موجودگی میں کچھ اولیاء غوثِ زماں کی
خدمت میں حاضر ہوئے مگر وہ لوگ اس بزرگ کی غوثیت کا علم نہیں رکھتے تھے۔ غالباً
یہ بات امام حاتمی کو غوثیت عطا ہونے سے پہلے کی ہے، اولیاء کے لئے اپنے زمانے
کے قطب کی تعظیم بجالانا ایک لازمی امر ہے، امام حاتمی فرماتے ہیں:

"قطب زمانے کا یکتا فرد ہوتا ہے، جہان کی ساری مخلوقات حتیٰ کہ
جن اور نباتات بھی اس کی بیعت کرتے ہیں۔"

آپ نے دیگر کئی عجائبات بھی ذکر فرمائے ہیں۔

علامہ ابن مبارک "ابریز" میں اپنے شیخ سیدی عبدالعزیز سے نقل کرتے ہیں:

"اولیاء قطبِ وقت کا انتہائی احترام کرتے ہیں، اگر قطبِ وقت
دیوان میں موجود ہو تو کوئی ولی اس کی مخالفت میں کوئی لفظ بولنا تو دور
کی بات ہے اپنا نچلا ہونٹ بھی نہیں ہلاتا کیونکہ اگر وہ ایسے کر گزرے
تو ایسا شخص اپنی کسی اور چیز سے نہیں ایمان کی دولت سے محروم ہونے
سے خائف ہوتا ہے۔"

یہ ساری روایات حکایاتِ قدم سے مربوط تھیں، ہم اس حوالے سے آنے
والے صفحات میں مزید تحقیق پیش کریں گے۔

حد سے بڑھنے والے معترض کا حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ کہنا:
"گویا کہ معاملہ کسی مضبوط بادشاہ کا ہے۔" واضح جہالت اور شرمناک جسارت ہے،
خاموشی عقلمند کے لئے زینت اور جاہل کے لئے پردہ پوشی ہے، یہاں دو تنبیہیں کرنا
چاہتا ہوں:

دوضروری تنبیہات:

پہلی تنبیہ:

ایک دن ہم سیدی محمد بن قاسم شریف کی مجلس میں حاضر تھے کہ کسی برادر طریقت نے اُن سے حضرت غوث اعظم قدس سرہ کے اس قول ''بے شک قطب میرا خادم اور غلام ہے۔'' کے تناظر میں پوچھا:

کیا قطبیت سے اوپر بھی کوئی مرتبہ ہے؟

تو انہوں نے جواب دیا:

''ہاں اور وہ مرتبہ خلافت ہے، اور یہ بات بعض لوگوں کے اس قول کی طرح ہے: ''میں اپنے شیخ کو قطبیت سے مبرا قرار دیتا ہوں بلکہ وہ قطبیت سے اعلیٰ مقام پر فائز ہیں۔'' اس بات کو آپ یوں سمجھیں کہ چار خلفاء رضی اللہ عنہم خلافتِ نبوت سے سرفراز ہوئے، نبی کریم ﷺ نے واضح طور پر فرمایا:

''الخلافة بعدی ثلاثون سنة ثم تصير ملكا عضوضا''(۱)

''میرے بعد خلافت تیس سال رہے گی، پھر خلافت سخت گیر ملوکیت میں تبدیل ہوجائے گی۔''

حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے وصال پر خلافت کی مذکورہ بالا مدت تیس سال میں سے چھ مہینے باقی تھے، اور یہ مدت آپ کے صاحبزادے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی ولایت کی ہے اور جن چھ مہینوں میں آپ امیر المومنین تھے، اُن کے اختتام پر آپ کو باطنی ولایت سونپی گئی اور آپ قطبیت کے مقام پر فائز ہوئے اور آپ سے ہی قطبیت کا آغاز ہوا،

(۱) اس حدیث کو ابن حبان (۵/ ۳۹۳) اور بزار نے اپنی مسند (۹/ ۲۸۰) میں روایت کیا ہے۔

آپ اُمت کے پہلے قطب ہیں اور آپ کو باطنی خلافت حاصل رہی، اور ہر دور میں امتِ محمدیہ میں سے قطبیت کے مقام تک وہ شخص پہنچتا رہا جسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ رتبہ عطا فرمایا، باطنی خلافت کا یہ مرتبہ قطبیت سے اعلیٰ ہے جو ہر قطب کو حاصل نہیں ہوتا۔ یہ اُس جواب کا خلاصہ ہے جو ہم نے براہ راست سیدی محمد بن قاسم الشریف سے سننے کا شرف حاصل کیا۔ اللہ تعالیٰ اُن کی حفاظت فرمائے اور ہمیں اُن کے علوم سے نفع پہنچائے۔

دوسری تنبیہ:

میں نے اپنے شیخ سیدی محمد بن قاسم الشریف (اللہ ہمیں اُن کی برکتوں سے مالا مال فرمائے) سے کعبہ کے بارے میں پوچھا: ''کیا وہ بعض اکابر اولیاء کی زیارت کرتا ہے؟'' تو انہوں نے فرمایا:

''ہاں یہ بات صحیح ہے، حدیث شریف میں ہے:

المؤمن أعزُّ عند الله من الكعبة۔ (۱)

''اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مؤمن کعبہ سے زیادہ باعزت ہے۔''

یہاں خاص مؤمن مراد ہے اور اللہ تعالیٰ نے حدیثِ قدسی میں ارشاد فرمایا:

ما وسعني أرضي ولا سمائي ووسعني قلب عبدي المؤمن۔(۱)

''میری ذات میری زمین یا میرے آسمان میں نہیں سمائی (بلکہ) میرے مؤمن بندے کے دل میں سمائی۔''

اس حدیث میں اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: ''میری ذات کعبہ میں سمائی۔''

(۱) یہ حدیث مجھے نہیں ملی۔ محمد فرید مزیدی۔

حالانکہ کعبہ کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف ایک خاص نسبت کی وجہ سے بیت اللہ کہا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کے لئے بندۂ مومن کے دل کی وسعت کا مطلب دل کا اللہ تعالیٰ کے جلال، محبت، راز، نور اور اُن تجلیات سے بھر جانا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اُس پر نازل فرمائی ہیں، یہاں اللہ تعالیٰ کا دل میں حلول کر جانا اور اتحاد مراد نہیں ہے، اس تناظر میں کعبہ مشرفہ کا اُس خاص بندۂ مومن سے برکت حاصل کرنا تعجب کا باعث نہیں جس کا دل اُن برکتوں سے (جو اوپر ذکر کی گئیں) بھرا ہو۔ یہ جواب لفظ بلفظ نقل کیا گیا۔

میں کہتا ہوں: ''اولیائے کرام میں اس کرامت کے ساتھ حضرت غوث اعظم کے سب سے زیادہ مشہور آپ کا (تحدیث نعمت پر مشتمل) فرمان ہے:

کل قطب یطوف بالبیت سبعا   و أنا البیت طائف بخیامی

''ہر قطب کعبہ کا سات مرتبہ طواف کرتا ہے اور میں وہ ہوں کہ کعبہ میرے خیموں کے طواف میں ہے۔''

درمختار کے حاشیہ میں ابن عابدین شامی نے ''بحر'' کے حوالے سے لکھا ہے:

''اگر کعبہ اصحاب کرامت کی زیارت کے لئے اپنی جگہ سے ہٹ جائے تو اس حال میں بھی اُس کی زمین کی طرف نماز جائز ہوگی۔''

اس کے بعد علامہ ابن عابدین نے خیر الدین رملی کا یہ قول نقل کیا ہے:

''خانہ کعبہ کا اولیاء کی زیارت کے لئے جانا اولیاء کی کرامتوں میں سے ایک صریح کرامت ہے، ہم اس بات کے ذریعے اُس شخص کا رد کریں گے جس نے ہمارے سامنے خانہ کعبہ کے معدوم ہونے کی بات کی۔''

(۱) اس حدیث کو دیلمی نے مسند الفردوس (۳/ ۱۷۴) اور عجلونی نے کشف الخفاء (۲/ ۱۲۹، ۲۵۵) میں روایت کیا

جس وقت بعض فقہاء نے حضرت ابراہیم بن ادھم کے لئے زمین کے سمٹنے کی کرامت کا انکار کیا تو شیخ سعد الدین تفتازانی نے تعجب کے ساتھ فرمایا:

''انصاف کی بات وہ ہے جسے امام نسفی نے اُس وقت ذکر فرمایا جب اُن سے پوچھا گیا: ''کیا یہ کہنا درست ہے کہ خانہ کعبہ ایک ولی کی زیارت کو جایا کرتا تھا؟'' تو آپ نے فرمایا: ''اہل سنت کے ہاں اولیاء کے لئے کرامت کے طور پر خرقِ عادت امر کا ہونا درست ہے۔''

امام یافعی فرماتے ہیں:

''ہم نے تحقیقی بنیادوں پر سنا ہے کہ ایک جماعت کو دکھایا گیا کہ کعبہ باقاعدہ طور پر اُن کا طواف کر رہا ہے۔ اور میں نے ثقہ اور متقی بلکہ سادات میں سے ایک عالم کی زیارت کی ہے جس نے کعبہ کو طواف کرتے دیکھا ہے۔''

شیخ علی بن موسیٰ الجزائری نے اپنی کتاب: ''ربح التجارة للعالم المتقن'' میں لکھا ہے:

''ہم نے اپنے شیخ ابو عبداللہ سیدی محمد صالح بخاری سے حضرت غوثِ اعظم کے فرمان: ''کل قطب یطوف......'' کے بارے میں پوچھا:

''کیا یہ قول حقیقت پر مبنی ہے یا مجاز پر؟''

تو آپ نے فرمایا:

''اس میں ہرگز مجاز نہیں ہے بلکہ کعبہ اپنے حسی پتھروں کے ساتھ آپ کے مبارک خیموں کا طواف کیا کرتا تھا۔''

اور معترض کا یہ کہنا:

''شیخ شطنوفی کی نظر میں: ''اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم حضرت غوثِ اعظم اور آپ کے پیروکاروں پر ہی ہے اور آپ کے پیروکار لوگوں میں سب سے بہتر ہیں......''

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ غوثِ اعظم کے بارے میں جو کچھ پچھلے صفحات میں کہا گیا وہ کافی ہے، اور جو آئندہ صفحات میں آئے گا وہ بہت واضح ہوگا، آپ کے پیروکاروں کے حوالے سے "بہجۃ الاسرار" میں ایسی کوئی بات نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم فقط غوثِ اعظم کے پیروکاروں کے لئے ہے، یا یہ کہ حضرت غوثِ اعظم کے پیروکار ہی لوگوں میں سے بہترین ہیں، جیسے کہ آپ کا فرمانا:

''میں قیامت تک آنے والے اپنے ہر اُس مرید، ساتھی اور محب کا مددگار ہوں جس کی سواری کھوگئی ہو۔''

اور حضرت غوثِ اعظم کی قیامت تک اپنے مریدوں کے لئے توبہ پر خاتمے کی ضمانت ہے، آپ نے فرمایا:

''میں نے اپنے کریم رب سے یہ عہد لیا ہے کہ وہ اپنے فضل و کرم سے قیامت تک میرے سلسلۂ طریقت میں داخل ہونے والے کسی فرد کو دوزخ میں داخل نہ فرمائے۔''

یہ بات کثیر اسانید والے شیخ علامہ محمد بن عبدالرحمٰن فاسی نے "منح" میں ذکر کر کے فرمایا:

''شیخ عبدالقادر جیلانی کی طرف اس قول کی نسبت صحیح ہے، اس

طرح کے اور بھی کلمات آپ کی طرف منسوب ہیں۔''

اگر یہ کہا جائے کہ امام شعرانی وغیرہ نے "بہجۃ الاسرار" کی اتباع کی ہے، لہٰذا سب کی اصل ایک ہی ہے۔ تو ہم کہیں گے: ''ایسا نہیں ہے کیونکہ حضرت غوثِ اعظم کی مناقب تو شیخ شطنوفی کے زمانے سے پہلے بھی مدون ہوئی ہیں (جیسے کہ پچھلے صفحات میں ذکر کیا گیا)، اور فرض کرلیں کہ امام شعرانی اور باقی لوگوں نے شیخ شطنوفی کی اتباع کی ہے تو ہم بھی اُس شخصیت (شیخ شطنوفی) پر کیسے اعتماد نہ کریں جن پر امام شعرانی جیسے ناقدین نے اعتماد کیا ہے اور اُن کی مرویات یقین کے ساتھ نقل کی ہیں، نیز امام شعرانی حضرت غوثِ اعظم کے علاقے سے ہیں اور ہماری بہ نسبت حضرت غوثِ اعظم کے عہد سے زیادہ قریب بھی ہیں، کیونکہ اُن دونوں کے درمیان آٹھویں صدی ہجری کا کچھ حصہ اور نویں صدی ہے۔ معترض نے حضرت غوثِ اعظم کے تذکرہ نگاروں (شیخ شطنوفی اور امام شعرانی وغیرہ) کے متعلق جو دعویٰ کیا تھا کہ یہ حضرات اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم قادریوں تک ہی محدود مانتے ہیں اُس کی دلیل کیا ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی گروہ کو مغفرت عطا کیے جانے یا کسی گروہ پر فضل و کرم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اُن کے علاوہ کوئی گروہ لازمی طور پر ان دونوں چیزوں سے محروم ہوگا؟ اللہ کی پناہ ہے کہ سنت کے راستے پر چلنے والا کوئی شخص ایسا گمان رکھے، پھر "بہجۃ الاسرار" میں ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے کہ سلسلۂ قادریہ سے وابستہ افراد کیسے بھی ہوں وہ دیگر سلاسلِ طریقت کے وابستگان سے افضل ہیں۔

جبکہ حضرت غوثِ اعظم کا درج ذیل فرمان:

''انڈہ ہمارے ساتھ اس حال میں مانوس ہوجاتا ہے کہ ابھی اُس

میں سے چوزے نہیں نکلے ہوتے۔''

''میرے لئے ہر طویل (سواری) میں سے ایک ایسا نر بچہ ہے جس کے سامنے ٹھہرا نہیں جاسکتا، اور میرے لئے ہر زمین میں ایک گھوڑا ہے جس سے سبقت نہیں کی جاسکتی۔''

یہ قطبیتِ عظمیٰ کی زبان سے نکلے ہوئے کلمات ہیں جیسے کہ امام ابن حجر عسقلانی کے کلام کی روشنی میں اس بات کی سمجھ آتی ہے، لیکن مجھے یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ اعتراض فقط سلسلہ قادریہ کے وابستگان پر ہی کیوں ہے؟ حالانکہ ہر سلسلہ طریقت کے انعام یافتہ مشائخ نے تحدیثِ نعمت کے طور پر شیخ شطنوفی کے کلام سے ملتے جلتے ایسے کلمات ارشاد فرمائے ہیں جو اُن کے سلسلۂ طریقت کی فضیلت اور بلندی پر دلالت کرتے ہیں، جیسے اِن حضرات کا دفاع کیا جائے گا انصاف کی بات ہے کہ اُسی طرح "بهجة الاسرار" کا بھی دفاع کیا جائے۔

میں نے دیکھا ہے کہ مشہور مؤلف شیخ مالی نے علم کلام میں "الکبریٰ" اور دیگر کتب کے مصنف علامہ سیدی محمد سنوسی کا یہ قول نقل کیا ہے:

''بعض اولیاء کی زبان سے جنت کی خوشخبری سنت کی مخالف نہیں ہے، بلکہ اُن کا یہ عمل اُن کے عظیم راہنما اور قائد رحمتِ عالم ﷺ کی سنت کے عین مطابق ہے جن کی کامل اتباع کا شرف ان اولیائے کرام کو حاصل ہوا، آپ نے بعض صحابہ کو جنت کی بشارت دی اور یہ بشارت آپ کے معجزات میں سے تھی، اور جمہور اہل سنت کی رائے میں یہ بات درست ہے کہ جو چیز کسی نبی کا معجزہ بن سکتی ہے وہ کسی ولی

کی کرامت ہوسکتی ہے، محققین کی ایک جماعت کے مطابق اگر ولی (اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے) اپنے انجام پر مطلع ہوسکتا ہے تو دوسروں کے انجام پر بطریق اولیٰ مطلع ہوسکتا ہے۔''

اور جس شخص کے اچھے یا برے انجام کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے خبر نہیں دی اُس کے حوالے سے ہمارے ائمہ نے کسی رائے کی بجائے سکوت کا حکم اس لئے دیا ہے کہ کسی بھی شخص کے حوالے سے اُس کے مطیع یا گنہگار ہونے کے بارے میں قطعی رائے نہیں دی جاسکتی، کیونکہ ایسے امور کا احتمال موجود ہے جو اُس شخص کے خاتمہ کو تبدیل کرسکتے ہیں، ہمارے ائمہ نے اپنے اس قول میں اُن اولیاء کی طرف اشارہ نہیں فرمایا جنہیں کرامت کے طور پر کسی شخص کے انجام کا حتمی علم حاصل ہوجاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے ملک اور ملکوت کے عجائب وغرائب پر مطلع کیا ہوتا ہے، ایسے اصحاب کرامت اولیاء، ہمارے ائمہ کے مراد نہیں ہیں، انہوں نے ایسے باکرامت اولیاء کو مستثنیٰ کئے بغیر اپنے قول میں اطلاق اس لئے رکھا کہ انہوں نے اکثریت کو پیش نظر رکھا جبکہ کسی کے انجام پر مطلع ہونے والی کرامت بہت ہی کم کسی ولی کو نصیب ہوتی ہے، بلکہ اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ ولایت کی اصل سے متصف ہونا بھی بہت نادر ہے۔''

حکایتِ قدم پر اعتراضات کا رد:

معترض نے چند مزید ناشائستہ باتیں کہیں جو تقریباً نو صفحات پر مشتمل ہیں اُن کا خلاصہ کچھ یوں ہے:

"بهجة الاسرار" میں مذکور عجیب ترین باتوں میں سے جنہیں شیخ شطنوفی نے شیخ

عبد القادر جیلانی تک اپنی جھوٹی اسانید کے ساتھ نقل کیا ہے، یہ ہے کہ آپ نے فرمایا: ''میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔'' اور پھر اولیاء نے آپ کے قدم کے لئے اپنے سر جھکا دیے اور (حضرت غوث اعظم کی طرف منسوب یہ قول) اکثر اولیائے کبار نے نقل کیا ہے، یہ سب کچھ (معترض کے بقول) گھڑا ہوا جھوٹ اور سلسلہ قادریہ کی عظمت اجاگر کرنے کی نامناسب کوشش ہے، شیخ عبد القادر ایسی بات کبھی نہیں کہہ سکتے، وہ شریعت کے متبعین ومؤیدین اور اللہ رب العزت کے مقربین میں سے تھے، اللہ تعالی کے قرب سے شادکام ہونے والا تو ہمیشہ خائف رہتا ہے، اور ایسا دعویٰ تو حجابات میں الجھے لوگوں کا ہی ہو سکتا ہے، اگر بالفرض آپ نے یہ بات فرمائی بھی ہے تو سکر کے نتیجے میں ایسی لغزش ہو سکتی ہے جس پر مواخذہ نہیں ہوتا، جیسے کہ شیخ شہاب الدین سہروردی نے ''عوارف المعارف'' میں اس بات کی وضاحت کی ہے، اور یہ لغزش مبتدی مریدین کے احوال میں سے ایک حالت ہے۔''

پھر معترض نے ''عوارف المعارف'' سے ایسا کلام نقل کیا جو اس کے خیال میں اس کی دلیل تھا، اور یہ طویل اقتباس تواضع کے حوالے سے شیخ شہاب الدین سہروردی کی علمی تحقیق پر مشتمل تھا، اس میں معترض نے جس بات پر زیادہ انحصار کیا وہ یہ ہے کہ مشائخ نے مریدین کے خود پسندی اور تکبر میں مبتلا ہونے کے خوف سے ان کی نفس کشی کے لئے تواضع کو بہت مبالغہ کے ساتھ اجاگر کیا ہے، مرید پر احوال وکیفیات منکشف ہوتے وقت اس کا خود پسندی سے بچ نکلنا بہت مشکل ہے، یہ تو مبتدی کی حالت ہے جبکہ بعض کبار اولیاء سے بھی ایسے کلمات منقول ہیں جن میں خود پسندی کی بو پائی جاتی ہے، مشائخ سے جب بھی ایسی بات نقل کی جائے اسے راہِ طریقت میں ان کے ابتدائی

مراحل میں سکر کے تنگ راستوں میں الجھنا اور صحو کی فضاؤں میں داخل نہ ہو سکنا شمار کیا جائے، جیسے ان میں سے کسی کا یہ کہنا: ''میرا یہ قدم تمام اولیاء کی گردن پر ہے۔''

یا کسی کا یہ کہنا:

''میں نے زمین کے بہت سے حصوں کا دورہ کیا ہے اور میں نے کہا:

''ہے کوئی میرے سامنے آنے والا؟ تو کسی نے جواب نہیں دیا۔''

ہم ان لوگوں کی سچائی کی یہ کہتے ہوئے تصدیق کر سکتے ہیں کہ: ''ایسی باتیں سکر کی کیفیت میں بے اختیار ان کی زبان سے نکل گئیں۔'' جبکہ کیفیات پر قابو رکھنے والے مشائخ نے جب دلوں میں چھپی خود پسندی کی بیماری کو پہچانا تو انہوں نے مریدین کے لئے بطور رد واتواضع اور عجز وانکسار کو انتہائی مبالغہ کے ساتھ کھول کر بیان فرمایا۔

پھر معترض نے شیخ ابن عربی حاتمی کی ''فتوحاتِ مکیہ'' میں سے ایک اقتباس پیش کیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ: ''عبدیت کے مقام سے نوازے گئے انسان کو بعض ایسے امور کا پابند کر دیا جاتا ہے جو اسے ''ناز'' کی طرف متوجہ نہیں ہونے دیتے، کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ شیخ عبد القادر جیلانی نے ''ناز'' کا مقام حاصل ہونے کے باوجود وقتِ وصال اپنا چہرہ زمین پر رکھ کر فرمایا:

''یہی وہ حق ہے جسے فانی دنیا میں رہتے ہوئے بندے کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔'' جبکہ اس کے برعکس آپ کے مرید ابو سعود زندگی کی آخری سانسوں تک مطلق عبدیت پر کاربند رہے۔''

معترض نے ''فتوحاتِ مکیہ'' میں موجود ''باب الشطحیات'' سے درج ذیل بات بھی نقل کی:

''شطحیات نفس کی ایسی رعونت ہیں جن کا کسی محقق سے سرزد ہونا ثابت نہیں، اور ہم نے کبھی دیکھا نہ سنا کہ کسی ولی سے نفسانی رعونت کے باعث شطحیات ظاہر ہوئی ہوں، جو واقعی اللہ کا ولی ہے اُس کے لئے عجز و انکسار لازمی امر ہے، شطحیات ایسے سچے کلمات کا نام ہے جو نفس کی رعونت کے باعث ظاہر ہوتے ہیں اور موت کے وقت یہ کیفیت اُن لمحات میں کسی شخص کی اللہ تعالیٰ سے دوری پر دلالت کرتی ہے۔''

پھر معترض نے مقامِ ہویت پر فائز اولیاء کا تعارف کرواتے ہوئے کہا:

''اس مقام پر فائز اولیاء کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ ہیں جو زبان کے آداب کو محفوظ رکھتے ہیں جیسے کہ حضرت بایزید بسطامی، جبکہ ایک وہ ہیں جن پر حق کے ساتھ تحقق ہونے کی وجہ سے شطحیات غالب آجاتی ہیں جیسے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی۔ اور یہ بات مقامِ ہُویّت پر فائز اولیاء کے نزدیک اپنے اندر موجود خطرات کے باعث بے ادبی ہے۔''

پھر معترض نے امام شعرانی کی ''الجواهر والدرر'' سے ایک اقتباس لیا ہے اور اُس کا خیال تھا کہ امام شعرانی کے الفاظ یوں ہیں:

''میں نے اپنے پیر و مرشد شیخ علی خواص سے گزارش کی: ''میں نے ''بهجة الاسرار'' میں دیکھا ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی نے ''قدمی هذه علی رقبة کل ولی لله'' اذنِ الٰہی کے بغیر نہیں فرمایا'' تو انہوں نے فرمایا: ''اگر ایسی بات ہوتی تو شیخ عبدالقادر جیلانی وقتِ وصال اپنا رخسار زمین پر رکھ کر یہ نہ کہتے: ''یہی وہ حق ہے جس سے ہم غافل رہے۔'' اس وقت آپ نے ندامت کا اظہار کیا اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کی، اور یہ بات معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی پیروی کے بعد ندامت نہیں

ہوتی بلکہ خواہشات کی پیروی کے بعد ہوتی ہے، اس بات میں غور کرو۔''

اور معترض نے امام شعرانی کی اسی کتاب سے شیخ علی خواص کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ حضرت غوثِ اعظم نے وقتِ وصال یہ کلمات فرمائے تھے:

''هذا الذی کنا عنه فی حجاب الادلال''

''یہ وہ حقیقت ہے جس سے ہم حجابِ ناز کے سبب غافل رہے۔''

امام شعرانی فرماتے ہیں:

میں نے اپنے پیر و مرشد سے گزارش کی: ''اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ انہیں (یعنی حضرت غوثِ اعظم کو) ''تصرف'' اور ''ناز'' کا امر نہیں تھا'' تو انہوں نے کہا: ''ہاں انہیں اس بات کا اذن نہیں دیا گیا تھا مگر آپ کے سچ کی شدت کے باعث اللہ تعالیٰ نے آپ کے حال کو مکمل فرما دیا اور آپ اپنے حال کے کمال تک پہنچ کر اُس کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔''

پھر معترض نے امام شعرانی کی طرف یہ بات بھی منسوب کی ہے کہ انہوں نے حکایتِ قدم ذکر کرنے کے بعد کہا: ''اس بات کا امر درست نہیں۔''

پھر معترض نے ''فتوحاتِ مکیہ'' کے بائیسویں باب سے یہ بات نقل کی ہے کہ:

''اولیاء میں سے جس نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے کوئی حکم فرمایا ہے تو یہ اُس کی اپنی سمجھ کا دھوکا ہے، کیونکہ تشریعی نکتہ نظر سے اولیاء کے لئے امر پر مشتمل کلام کا دروازہ بند ہے۔''

میں کہتا ہوں کہ معترض کا کلام خلط ملط ہونے کے ساتھ ساتھ درج ذیل تین امور پر مشتمل ہے:

اول: اس معاملے میں "بهجة الاسرار" کی تکذیب کہ حضرت غوثِ اعظم نے "قدمی هذه علی رقبة کل ولی لله" فرمایا اور اولیاء نے آپ کے اس فرمان پر سر جھکا دیئے۔

دوم: فرض کیا کہ آپ نے یہ کلمات ارشاد فرمائے ہوں تو معترض کا آپ کے ان کلمات کو مغلوب الحال صالحین کے شطحیات میں سے قرار دینا۔

سوم: اس فرمان کے اللہ تعالیٰ کے حکم سے مربوط نہ ہونے کی دلیل (بزعم معترض) حضرت غوث پاک کا بوقتِ وصال ناز سے عجز و نیاز کی طرف لوٹنا ہے۔

ہم ان تینوں امور کی وضاحت کریں گے اگرچہ اقتباسات کا جائزہ لیتے ہوئے کلام طول بھی اختیار کر جائے، ان اقتباسات میں سے سچے کلام کو غلط نیت اور غلط طریقے سے منسوب کئے گئے کلام سے الگ کیا جائے گا۔ اور بعض عبارات کو سمجھنے میں معترض کی غلط فہمی کا اظہار کیا جائے گا، تب حق و باطل میں فرق واضح ہو جائے گا، غلط فہمیوں کی جھاگ بیٹھ جائے گی اور نفع دینے والی بات باقی رہ جائے گی اور اللہ تعالیٰ ہی سیدھی راہ کی طرف ہدایت دینے والا ہے۔

پہلے اعتراض کی وضاحت:

معترض نے "بهجة الاسرار" کی اس روایت کو جھٹلایا ہے کہ حضرت غوثِ اعظم نے فرمایا: "قدمی هذه علی رقبة کل ولی لله" میں کہتا ہوں کہ یہ بات ثابت ہے کہ آپ نے یہ کلمات ارشاد فرمائے ہیں جیسے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی، سیدی احمد زروق، امام شعرانی، ظاہر و باطن کے عالم سید مصطفیٰ بکری، صحاح ستہ وغیرہ کی اسانید میں اہل مغرب کے لئے واسطہ بننے والی شخصیت حافظ قصار، ملا علی قاری، صاحب "جامع الاصول" شیخ علی بن عمر مقدسی، شیخ مراد شاذلی اور ابن الحاج مانوی (رحمهم الله تعالی)

نے ذکر فرمایا، اور حضرت غوثِ اعظم کے فرمان کی روایت حدِ تواتر تک پہنچی ہوئی ہے، یہ تمام حضرات اس فرمان کو پورے یقین کے ساتھ روایت کرتے ہیں اور اولیاء کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا ایسا امر ہے جس کے بغیر کوئی چارہ نہیں، کیونکہ ان کا کہا قطبیت کی زبان سے نکلا ہوتا ہے جیسے کہ سید قیلوی نے فرمایا، اور سید مصطفیٰ بکری نے حضرت غوثِ اعظم کے فرمان پر تمام اولیاء کے سر جھکانے کی تصریح فرمائی ہے، اور یہ بات بھی گزر چکی ہے کہ قطبِ زمان کے لئے اولیاء کا گردن جھکانا کس قدر ضروری ہوتا ہے، اس موضوع پر اتنی گفتگو ہو چکی ہے جو کسی انصاف پسند کے لئے کافی ہے۔"

دوسرے اعتراض کی وضاحت:

معترض نے گمان کیا ہے کہ حضرت غوثِ اعظم کا یہ فرمان اولیاء کی شطحیات جیسا امر ہے اور اس نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ شیخ شہاب الدین سہروردی نے بھی معترض کی اس رائے کی وضاحت کی ہے۔

معترض کی یہ بات بھی دھوکہ اور فریب پر مشتمل ہے کیونکہ اس نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ شیخ شہاب الدین سہروردی نے حضرت غوثِ اعظم کے فرمان کو شطحیات میں سے قرار دیا ہے، یہ اس کی کند ذہنی ہے کہ اس نے شیخ شہاب الدین سہروردی کی عبارت بھی نقل کر دی، اس ناہنجار کو یہ بات سمجھ نہیں آئی کہ "عوارف المعارف" میں تواضع کی بحث لانے سے شیخ شہاب الدین سہروردی کا مقصد مبتدی مریدین کی تربیت تھا جیسے کہ انہوں نے خود صراحت سے یوں کہا بھی ہے:

"تواضع کی بحث مبتدئین کے خود پسندی اور تکبر میں مبتلا ہونے کے خوف سے اُن کی نفس کشی کے لئے لائی گئی ہے۔"

اور (معترض کے بقول) شیخ شہاب الدین سہروردی کا یہ کہنا ہے کہ:

''بعض مشائخ سے اُن کے من میں بقیہ سُکر کی وجہ سے شطحیات صادر ہوتی ہیں۔''

اور (معترض ہی کے بقول) شیخ شہاب الدین سہروردی کا یہ کہنا ہے:

''کیفیات پر قابو رکھنے والے مشائخ نے جب دلوں میں چھپی خود پسندی کی بیماری کو پہچانا تو انہوں نے معتقدین کے لئے بطور دوا تواضع اور انکساری کو انتہائی مبالغہ کے ساتھ کھول کر بیان کیا۔''

معترض کا یہ دعویٰ عجیب و غریب بات ہے، کوئی بھی ذوقِ سلیم رکھنے والا شخص یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ شیخ شہاب الدین سہروردی حضرت غوثِ اعظم کو فقط ایک مرید، یا درمیانے درجے کے لوگوں یا صرف اولیاء میں شمار کریں گے، جبکہ غوثِ اعظم اکابر اقطاب کے بھی سردار ہیں۔ نیز کیا یہ ممکن ہے کہ "عوارف المعارف" کے مؤلف اپنے عہد کے قطب کو نہ جانتے ہوں، جبکہ حضرت غوثِ اعظم شیخ شہاب الدین سہروردی کے شیوخ میں سے بھی ہیں، اور جس کسی نے بھی شیخ شہاب الدین سہروردی کا تذکرہ لکھا ہے اس نے آپ کے شیخ حضرت غوثِ اعظم کا ذکرِ خیر بھی کیا ہے، شیخ شہاب الدین سہروردی کے استاد اور چچا ابو النجیب جو کہ ہمارے سلسلہ طریقت سلسلہ خلوتیہ کے مشائخ میں سے ہیں، حضرت غوثِ اعظم کے سامنے یوں مؤدب دکھائی دیتے ہیں جیسے شاگرد اپنے استاد کے سامنے ہو، حالانکہ آپ حضرت غوثِ اعظم کے معاصر ہیں، نیز دونوں حضرات شیخ حماد دباس کے شاگرد ہیں، شیخ ابو النجیب اپنے استاذ شیخ حماد دباس سے حضرت غوثِ اعظم کے بلند رتبہ کے حوالے سے روایت کرتے ہیں، اور

آپ کے استادِ گرامی نے اپنے شاگرد کا مرتبہ ظاہر ہونے سے بہت پہلے اُس کے مرتبے کی خبر دے دی تھی، میں یہ بات یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ شیخ شہاب الدین سہروردی کے کلام میں مذکور جس شخصیت نے یہ کہا: ''میرا قدم تمام اولیاء کی گردن پر ہے۔'' یا جس نے یہ کہا: ''کوئی میرے سامنے نہیں آیا۔'' وہ ایسے اصحاب شطحیات میں سے تھے جو حضرت غوثِ اعظم کے بعض خواص تلامذہ کے درجے تک بھی نہیں پہنچے تھے، اگرچہ وہ کبار اولیاء میں سے تھے، اس حوالے سے آئندہ گفتگو آئے گی، حضرت غوثِ اعظم کا فرمان ہے:

التحدث بسر الولایة نقص۔

''ولایت کا راز فاش کرنا ناقص ہونے کی علامت ہے۔''

یعنی یہ فعل ایسے ہی لوگوں کا ہو سکتا ہے جو کمال کے بلند ترین درجے تک نہیں پہنچے جیسے کہ ہم آپ کے لئے یہ بات بیان کریں گے۔ اور شیخ شہاب الدین سہروردی کے قول: ''کیفیات پر قابو رکھنے والے مشائخ'' سے مراد حضرت غوثِ اعظم ہیں۔''

شطحیات میں سے کونسا امر قابلِ قبول ہے اور کونسا امر نا قابلِ قبول ہے؟ اس حوالے سے یہ بات سمجھنے کی ہے کہ کسی ولی کی طرف سے اُس کے اپنے ربانی مرتبے کا بیان شطحیات میں سے بالکل نہیں ہے، اسی طرح کسی ولی کا اپنے کسی ساتھی کے کمال یا نقص پر نظر ڈالنا بھی شطحیات میں سے نہیں چاہے اُسے اُس کام کے کرنے کا حکم ہو یا نہ ہو، جب اُسے اپنے راز کے افشاء کا حکم ہو تو اُسے تحدیث نعمت کہا جائے گا، جس شخص کے لیے نقصان دہ فخر میں مبتلا، ہونے کا خوف نہ ہو اُس کے لئے اللہ تعالیٰ کے انعامات سے پردہ اٹھانا قابلِ ستائش ہے اور جب (کسی معتبر آدمی کی طرف سے)

ایسے شخص کے کلام کو شطحیات میں سے شمار کیا جائے تو اُسے حقیقی طور پر نہیں بلکہ مجازی طور پر شطحیات میں سے شمار کیا جائے گا، اور حضرت غوث اعظم نے حکم کے تحت، ''قدمی هذه....'' کے کلمات ارشاد فرمائے تھے، یہ بات شیخ مراد حنفی شاذلی اور سیدی مصطفیٰ بکری وغیرہما کی اس رائے کے مطابق تھی جو اُن کے اساتذہ سے منقول ہے، اس لئے آپ کا یہ فرمان شطحیات میں سے بالکل نہیں ہے، آپ نے شور و غوغا کرنے والوں سے جو کچھ سنا اس سے گھبرائیے گا نہیں، گرد و غبار کے بال چھٹ جائیں گے اور حقیقت سامنے آجائے گی۔

شیخ محی الدین ابن عربی حاتمی نے ''فتوحات مکیہ'' میں شطح کا باب درج ذیل دو شعروں سے شروع کیا:

الشطح دعوى في النفوس بطبعها   لبقية فيها من آثار الهوى

هذا اذا شطحت بقول صادق   من غير امر عند أرباب النهى

''انسانی نفوس میں محبت کے بقیہ آثار کے باعث دعویٰ کا ظہور شطح ہے، راز افشاء کرنے سے روکنے والوں کی رائے کے مطابق اگر تو نے سچی بات بھی امر کے بغیر کہی تو گویا تو نے شطح کا ارتکاب کیا ہے۔''

پھر شیخ اکبر نے فرمایا:

''جان لو اللہ تعالیٰ آپ کی تائید فرمائے کہ شطح حق کے دعویٰ پر مشتمل وہ کلمہ ہے جو امر کے بغیر کہا گیا ہو اور وہ دعویٰ کہنے والے کے اُس مرتبے سے پردہ ہٹاتا ہے جو اُسے اللہ تعالیٰ نے اپنی بارگاہ سے عطا فرمایا ہو، نیز فخر کی نیت سے کہا گیا ہو اور اگر کہنے والے کو وہ راز افشاء کرنے کا حکم دیا گیا ہے تو اگر اس نے فخر کا ارادہ کے بغیر امر

الٰہی کی تعمیل میں اُس راز سے پردہ ہٹایا ہے تو اُس نے شطح کا ارتکاب نہیں کیا، حضور رحمت عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

انا سید ولد آدم ولا فخر۔ (۱)

''میں اولادِ آدم کا سردار ہوں اور یہ فخر کی بات نہیں۔''

گویا کہ نبی اکرم ﷺ یہ فرما رہے ہیں کہ میں نے اپنے اس قول سے فخر کا ارادہ نہیں کیا بلکہ تمہارے لئے اس خبر میں چھپے ہوئے فائدوں کی وجہ سے تمہیں آگاہ کیا ہے تاکہ تم یہ جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی بارگاہ میں تمہارے نبی کو مرتبہ و مقام دے کر تم پر احسان فرمایا۔

شطح، محققین کی وہ لغزش (بات) ہے جو انہوں نے امر کے بغیر کہی، یہاں تک کہ (شیخ ابن عربی نے) فرمایا:

''انبیاء کرام علیہم السلام کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ ہر اس چیز کا اظہار کریں جو سچے دعووں میں سے اُن پر ظاہر ہو، یا اُن سے صادر ہوا ایسے سچے دعوے جو اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں اُن انبیاء کے بلند مرتبہ و مقام پر دلالت کرتے ہیں۔''

شیخ محی الدین ابن عربی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول ذکر کیا:

اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا وَّجَعَلَنِیْ مُبٰرَکًا اَیْنَ مَا کُنْتُ۔ (۲)

''اُس نے مجھے کتاب دی اور مجھے غیب کی خبریں بتانے والا (نبی) کیا،

---

(۱) اس حدیث کی تخریج گزر چکی ہے۔

(۲) (سورۂ مریم، ۳۰، ۳۱)

اور اُس نے مجھے مبارک کیا میں کہیں ہوں۔''

اور پھر فرمایا:

اگر یہ کلمات اللہ تعالیٰ کے امر سے نہ ہوتے تو شطحیات میں سے قرار دیے جاتے، کیونکہ یہ کلمات اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بلند رتبے اور دیگر کے مقابلے میں فخر پر دلالت کرتے ہیں اور ایسا نہیں ہے کہ اللہ والے اپنے جیسے لوگوں پر فخر کریں اور اپنے آپ کو اُن پر بلند کر کے دکھائیں، اس لئے کہ شطح نفس کی رعونت کا نام ہے اور یہ عمل کسی محقق سے صادر نہیں ہو سکتا۔''

یہ تو شطح کے حوالے سے ان کلمات سے قبل گفتگو تھی جنہیں معترض نے نقل کیا، مگر اُس نے کچھ کلمات کو چھپا دیا، اور صحیح رائے یہ تھی کہ اولیائے کرام کا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے مرتبہ و مقام کے حوالے سے تحدیثِ نعمت کے طور پر کچھ ظاہر کرنا اگر اللہ کے حکم کے بغیر نہ ہو تو نفس کی رعونت کا نتیجہ اور شطحیات میں سے شمار نہیں کیا جائے گا، اور میں نے قارئین کے لئے حرف بحرف اقتباس نقل کر دیا ہے تا کہ وہ جان سکیں کہ معترض نے کس طرح کچھ کلمات چھوڑ کر خیانت کی ہے۔

''فتوحاتِ مکیہ'' میں جو بات کہی گئی ہے ویسی ہی بات عارف کبیر سیدی ابراہیم کورانی مدنی نے اپنے اُس رسالہ میں کہی جسے انہوں نے ''جاوہ'' سے آنے والے ایک سوال کے جواب میں ''المسلك الجلي في حكم شطح الولي'' کے نام سے تحریر کیا اور دیکھیں کہ معترض نے شطح کے حوالے سے ''فتوحاتِ مکیہ'' سے جو اقتباس نقل کیا ہے اُس میں رعونتِ نفس کی قید موجود ہے اور اگر اُس نا سمجھ کی توجہ اس طرف ہو جاتی تو وہ اُسے بھی حذف کر دیتا، جبکہ معترض نے ''فتوحاتِ مکیہ'' سے شطح

کے بارے میں جو کچھ نقل کیا اُس میں اُس نے شیخ اکبر شیخ ابن عربی کا یہ قول قصداً ذکر نہیں کیا:

''ایسا عمل اہلِ علم کے ہاں شطح کہلاتا ہے جو اللہ کے حکم سے نہ ہو، انبیائے کرام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے نعمت کا ذکر کیا ہے۔''

اور معترض نے ''فتوحاتِ مکیہ'' میں سے مقام ہویت پر فائز لوگوں کے حوالے سے جو کچھ نقل کیا اور بالخصوص اُس نے حضرت غوثِ اعظم کے بارے میں جو یہ کہا ہے: ''حق کے ساتھ متحقق ہونے سے اُن پر شطحیات کا غلبہ ہوا، اور یہ بات اولیائے کرام کے نزدیک طریقت میں بے ادبی ہے۔''

میں کہتا ہوں: ''شیخ ابن عربی حاتمی کا کلام گزر چکا ہے کہ اگر کاملین کا ایسا کلام جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اُن کے مرتبے کا اظہار کرتا ہو، اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہو تو وہ شطح نہیں کہلائے گا، حضرت غوثِ اعظم نے جو کچھ فرمایا وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھا، حضرت ابن عربی کی عبارت میں غوث پاک کے فرمان کو شطح کہنا مجازی طور پر تھا، ہماری اس رائے پر خود حضرت ابن عربی کے یہ الفاظ دلالت کرتے ہیں: ''حق کے ساتھ متحقق ہونے کی وجہ سے'' اور آپ آنے والے صفحات میں دیکھیں گے کہ حضرت غوثِ اعظم کا شیخ اکبر کی نگاہ میں کیا مقام ہے۔ جبکہ اُن کی نگاہ میں شطحیات کے مرتکب ناقص لوگ ہیں، اس تناظر میں یہ بات طے ہو گی کہ حضرت ابن عربی کا غوثِ اعظم کے فرمان کو شطح کہنا مجازاً ہے۔''

اور رہا حضرت ابن عربی کا شطحیات کو سوءِ ادب کہنا تو اس حوالے سے محقق علماء نے ایک ایسی بات کہی ہے جو سیدی محی الدین ابن عربی کے سارے کلام سے متعلق ہے،

جو شخص اس بات کو سمجھ لے گا وہ سیدی ابن عربی کے کلام میں الجھنے سے بچ جائے گا۔

علماء نے فرمایا:

''ابن عربی کا محکم کلام ان کے متشابہ کلام کو ختم کر دے گا اور ان کے مطلق کلام کو مقید کی طرف اور مبہم کو واضح اور صریح کی طرف لوٹایا جائے گا۔''

علماء اور محققین نے یہی قاعدہ اولیاء اور علماء میں سے ہر شخصیت کے کلام میں جاری فرمایا، جو ایسا راستہ ہے جس کے ذریعے افکار حرج کی تنگیوں سے حقیقت کی کھلی فضا میں پہنچتے ہیں، ابن عربی کا شطحیات کو بے ادبی قرار دینا ان لوگوں کے حوالے سے ہے جو ابھی طریقت کی حدود سے حقیقت کے سمندر میں داخل نہیں ہوئے، یہ وہی لوگ ہیں جو ابھی راہ طریقت (سلوک) کی مشقتیں برداشت کر رہے ہیں اور بادشاہوں کے بادشاہ کی بارگاہ میں قرب کے کمال تک نہیں پہنچے، اس لئے حضرت ابن عربی نے فرمایا: ''ایسے لوگوں سے شطحیات کا ظہور سوئے ادب ہے جو ابھی راستے میں ہیں، کیونکہ طریقت اور حقیقت میں فرق ہے، طریقت مجاہدہ اور حقیقت مشاہدہ ہے، اہل حقیقت جانتے ہیں کہ حضرت غوث اعظم نے جو کچھ کیا وہ انتہائی ادب ہے (کیونکہ وہ تو سراسر حکم کی تعمیل ہے)

اسی ''فتوحات مکیہ'' میں ''ترک ادب کا مقام اور اس کے اسرار'' کے عنوان کے تحت قائم کئے گئے باب میں حضرت ابن عربی فرماتے ہیں:

''اس مقام پر فائز لوگوں میں سے کوئی ایک حجابات میں الجھے ہوئے لوگوں کی طرح نہیں بلکہ ایسا ولی کشف کی بدولت تقدیروں کے وقوع سے پہلے انہیں جاری کرنے والے اللہ تعالیٰ کے علم کا معائنہ کرتا ہے تو ان تقدیروں کا اعلان کر دیتا ہے، تب

محجوب انسان ایسے شخص پر حق تعالیٰ کی بارگاہ میں سوئے ادبی کا حکم لگاتا ہے جبکہ وہ خود غلطی پر ہوتا ہے، اور ایسا شخص حق تعالیٰ کی بارگاہ میں سراپا ادب و نیاز ہوتا ہے لیکن اکثر لوگ اس ادب کا شعور نہیں رکھتے، اور اس مقام پر فائز لوگوں میں سے بہت کم کسی کو مقام ناز عطا کیا جاتا ہے جیسے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی جو اپنے وقت کے سردار تھے۔''

قارئین کرام! حضرت ابن عربی کے الفاظ ''عطا کیا جاتا ہے۔'' پر غور کریں تو آپ کو یہ بات سمجھ آئے گی کہ حضرت غوث اعظم کا ناز نفس کی رعونت کے سبب نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے امر سے تھا اور اسی کے ذریعے آپ کی رفعت اور سیادت ثابت ہوئی، اس کے علاوہ حضرت ابن عربی کے قول ''حجابات میں الجھے ہوئے لوگوں کی طرح نہیں۔'' میں غور کریں تو آپ کو یہ بات سمجھ آئے گی کہ حضرت ابن عربی نے حجابات میں الجھے ہوئے لوگوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ہی کہا تھا:

''ان سے شطحیات کا ظہور سوئے ادبی ہے۔''

امام و عارف حکیم ترمذی نے ولایت کے دعویداروں کو آزمانے کے لئے اپنی تصنیف ''ختم الاولیاء'' میں جو مسائل ذکر کئے ان کی شرح کے آغاز میں شیخ اکبر شیخ ابن عربی نے ایک اولیائے کبار کی جماعت کا ذکر کیا ہے۔ ان میں سے حضرت غوث اعظم اور بایزید بسطامی بھی ہیں، ابن عربی فرماتے ہیں:

''یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ پر بہترین چلنے والے ہیں، اور ان کا ضابطہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مطلوب ادب کا پورا خیال رکھا جائے۔''

یہ امام حاتمی کے کلام میں پائے جانے والے اس اجمال کی تفصیل ہے جسے

شبہات کے متلاشی معترض نے ان لوگوں کے راستے پر چلتے ہوئے نقل کیا تھا جن کے دلوں میں کجی ہے۔

شیخ ابوبکر عمادی شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا ایک خواب بیان کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

''میں نے اپنے آپ کو جامع مسجد اموی دمشق میں یوں دیکھا کہ مسجد عیسائیوں سے بھری ہوئی ہے اور ہر طرف عیسائی ہی دکھائی دے رہے ہیں، یہ دیکھ کر میں غصے میں بھر گیا، اچانک میں نے دیکھا کہ کوئی مجھے کہہ رہا تھا: ''شیخ محی الدین ابن عربی کے پاس جاؤ اور ان سے اپنی کیفیت بیان کرو۔'' میں مزار کے محراب میں داخل ہوا تو میں نے شیخ ابن عربی کو وہاں بیٹھے ہوئے پایا، وہ کچھ لوگوں کو درس دے رہے تھے۔ میں نے ان سے اپنی دلی کیفیت بیان کی تو انہوں نے فرمایا: ''غم نہ کرو تم نے جو عیسائی دیکھے ہیں یہ وہ ہیں جو میری کتب پڑھ کر گمراہ ہوئے ہیں۔ اور جو مٹھی بھر مسلمان میرے سامنے بیٹھے ہیں یہ وہ ہیں جنہوں نے میری کتب سے صحیح استفادہ کیا ہے جبکہ میری کتب کے مطالعہ کے بعد ہلاکت سے دوچار ہونے والے بہت زیادہ ہیں۔''

معترض نے حضرت ابن عربی کے کلام میں سے چند مزید سطور کو دانستہ چھوڑ دیا تھا۔ حضرت ابن عربی نے شہود ربانی پر گفتگو کے بعد فرمایا:

''اس شہود سے سرفراز ہونے والا دنیا میں "الظاہر" کی برکتوں کے ساتھ ایک بادشاہ کی صورت میں تاثیر، تصرف، حکم، عظیم دعوے اور قوت الہیہ کی مدد کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے جیسے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی بغداد میں اور ابوالعباس سبتی مراکش میں ظاہر ہوئے، میں ان سے ملا اور ان کی صحبت اٹھائی ہے، انہیں سخاوت کا تراز وعطا کیا گیا، جبکہ شیخ

عبدالقادر جیلانی کو غلبہ اور ہمت عطا کی گئی، آپ اپنے معاملات میں شیخ سبتی سے زیادہ کمال رکھتے تھے۔''

اس بات سے ظاہر ہوا کہ حضرت غوث اعظم کا فرمان: "قدمی هذه علی رقبة کل ولی لله۔" شطحیات میں سے نہیں ہے، کیونکہ یہ ایک کامل کا قول ہے، یکتائے روزگار اور غوث زمان شیخ عبدالقادر جیلانی جیسا کامل کون ہوگا؟

نیز حضرت غوث اعظم کو اس بات (قدمی هذه ......) کا حکم دیا گیا تھا جیسے کہ بہت لوگوں نے روایت کیا ہے، علاوہ ازیں آپ کا یہ فرمان ہرگز ہرگز نفس کی رعونت کے سبب نہیں تھا۔

امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''جس شخص نے اولیاء کے مقام سے اپنی جہالت اور اپنے دل کی خرابی کے باعث حضرت غوث اعظم کے بارے میں یہ گمان کیا کہ آپ کا فرمان: ''قدمی هذه الخ'' باطن میں پوشیدہ نفسانی خواہش کی وجہ سے تھا تو میری رائے میں وہ شخص اولیائے کرام کے بارے میں یہ گمان کرتا ہے کہ وہ بھی ایسے ناپسندیدہ اخلاق کے مالک ہیں، ہم اہل عرفان اولیاء کے بارے میں بدگمانی کے نتیجے میں رسوائی سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں، اس لئے کہ جس ہستی کے لئے اکابر اولیاء نے اپنی گردنیں جھکائی ہوں، عارفین نے ان کی طرف رجوع کیا ہو، قدرت نے ان کو ان کی عظمت اجاگر کرتے ہوئے یوں نوازا ہو کہ ساری کائنات نے ان کی ولایت کی خوشی منائی ہو، انہیں قطبیت

کی دنیا میں لے جا کر غوثیت کا تاج پہنایا گیا ہو، پوری کائنات میں نافذ ہونے والے تصرف عام کی خلعت پہنائی گئی ہو، اللہ تعالیٰ کے حکم سے اکابر اولیاء، صدیقین اور ابدال اُن کے جلو میں چلے ہوں، اُن کی کرامات دنیا بھر میں مشہور ہوئی ہوں اور جو شخصیت علم ظاہر و باطن کی جامع ہو ایسی ہستی کا نفسانی خواہش کے تحت اتنی بڑی بات کہنا محال ہے۔''

اگر کہا جائے کہ معترض نے ''فتوحات مکیہ'' سے یہ بات بھی نقل کی ہے:

''اولیاء میں سے جس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کوئی حکم فرمایا ہے تو یہ اُس کی اپنی سمجھ کا دھوکا ہے۔''

تو میں اس کے جواب میں کہوں گا: ''یہ بات بھی ایک بہت بڑی مصیبت ہے کیونکہ معترض نے اپنی ناپاک خواہش کی تکمیل کے لئے یہاں بھی تحریف اور حذف سے کام لیا ہے، اور جسے اُس کی نفسانی خواہش اندھا کر دے اُسے پتا ہی نہیں چلتا کہ وہ کس سوراخ میں ہاتھ ڈال رہا ہے۔ ''فتوحات مکیہ'' کے بائیسویں باب سے لئے گئے اقتباس کی اصل عبارت یوں ہے: ''اہل کشف میں سے جس نے کہا کہ وہ اپنی حرکات و سکنات میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہے جبکہ وہ شریعت محمدیہ کے کسی تکلیفی حکم کی مخالفت کر رہا تھا تو (اس کا مطلب یہ ہے کہ) اُسے غلط فہمی ہوئی ہے۔'' اصل عبارت اس طرح تھی جیسے ہم نے ذکر کی ہے لیکن آپ نے دیکھا کہ معترض نے حضرت ابن عربی کی طرف کیا بات منسوب کی۔

اس کم فہم معترض کو وہ قید مانع نظر نہیں آئی جو شیخ اکبر نے اپنے قول میں ذکر

فرمائی ہے کہ اولیاء کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے تشریعی امور میں حکم صادر ہونے کا دروازہ بند ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ غیر تشریعی امور میں اولیاء کے لئے احکام الٰہیہ کا دروازہ کھلا ہے، معترض نے شیخ اکبر کے کلام سے اقتباس لیتے ہوئے دیانتداری کا نہیں بلکہ چوری کا مظاہرہ کیا ہے اُسے اپنی چوری پر پردہ ڈالنے کا ہنر بھی نہیں آیا۔ امام شعرانی کی ''یواقیت سے اقتباس لیتے ہوئے بھی معترض کا یہی رویہ تھا کیونکہ اُس نے اُن کا کلام مکمل نہیں بلکہ مبہم صورت میں لیا، اس کا رویہ کچھ یوں تھا کہ جیسے کوئی شخص ''فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ'' (1) (تو اُن نمازیوں کے لیے خرابی ہے۔) پڑھ کر خاموش ہو جائے بلکہ ابتدائی آیتیں بھی نہ پڑھے، تو ایسی صورت میں ''پس ہلاکت ہے نمازیوں کے لئے۔'' کا کیا معنی ہوگا؟ امام شعرانی کی پوری بات کچھ یوں ہے:

''اگر بعض متصوف حضرات کوئی عمل کریں اور جب اُن پر اعتراض کیا جائے تو کہیں: ''یہ تو ہم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے کیا ہے جیسے کہ حضرت غوث اعظم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ''قدمی هذه علی رقبة کل ولی للہ'' فرمایا تھا۔''

جبکہ معترض نے امام شعرانی کی طرف فقط یہ کلام منسوب کیا: ''اللہ تعالیٰ کی طرف ایسے کام کے حکم کی نسبت درست نہیں۔'' کیا یہ بات درست ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف خلاف شریعت کام کے حکم کی نسبت کی جائے؟! (امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے جو بات بعض متصوفین کے بارے میں کہی، معترض نے اُسے حضرت غوث اعظم کے فرمان کی طرف پھیرنے کی ناپاک کوشش کی ہے) جبکہ امام شعرانی نے اپنے ہی قول کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

---

(1) سورۂ ماعون ۴

"میری بات کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کو جن احکام کا پابند کیا جانا تھا وہ شریعت کی صورت میں بیان ہو چکے، اب اولیاء کے لئے شریعت کے احکام سننا اور اُن پر عمل کرنا ہی ہے۔" (نئے تشریعی احکام نازل نہیں ہوں گے) جس شخص نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے شریعت محمدیہ کے کسی تکلیفی امر (ایسا امر جس کا مسلمانوں کو پابند کیا گیا ہے) کے مخالف حکم دیا ہے تو اُسے خود غلط فہمی ہوئی ہے۔"

امام شعرانی کی "الجواھر والدرر" میں ہے کہ آپ فرماتے ہیں:

"میں نے اپنے پیر و مرشد شیخ علی خواص رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا: دنیا میں بعض اولیاء مقام ناز پر فائز ہوتے ہیں اور اُن سے ناز پر مشتمل بعض کلمات نقل کئے جاتے ہیں، کیا یہ کلمات ناپختگی پر دلالت کرتے ہیں یا کمال پر" تو انہوں نے فرمایا: "اگر یہ کلمات اللہ تعالیٰ کے اذن سے ہوں تو کمال پر دلالت کرتے ہیں اور اگر اذنِ الٰہی کے بغیر ہوں تو ناپختگی کی دلیل ہوں گے۔ جیسے کہ اس بات کی طرف درج ذیل حدیث نبوی میں بھی اشارہ پایا جاتا ہے:

"انا سید ولد آدم ولا فخر۔" (1)

"میں اولادِ آدم کا سردار ہوں، اور یہ فخر کی بات نہیں۔"

ابریز شریف میں ہے:

"بعض اوقات ولی کو ناز کی اجازت دی جاتی ہے اور کبھی منع بھی کر دیا جاتا ہے۔"

(1) اس حدیث کی تخریج کتاب کے آغاز میں گزر چکی ہے۔

اور یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ حضور غوث اعظم کا فرمان اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے اور اس بات کی نہ تو عقل تردید کرتی ہے نہ منقولہ روایات۔ اللہ تعالیٰ ہی توفیق عطا فرمانے والا ہے۔

تیسرے اعتراض کی وضاحت:

وصال کے وقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سیدنا عبدالقادر جیلانی کے عجز و انکسار سے اس بات پر دلیل پکڑنا کہ آپ اپنے فرمان: "قدمی هذه" الخ کے حوالے سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے مامور نہیں تھے ناحق ہے۔

میں کہتا ہوں: "حاسد اپنے محسود کے کمال کو بھی عیب کی صورت میں پیش کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اُس شاعر پر رحم فرمائے جس نے کہا تھا:

قلع الله عين سيء ظن   ينظر الفضل والمناقب عيبا

بجميل من الصفات فريد   تحتويه لرد سبعين ريبا

❀ "اللہ تعالیٰ بدگمانی کرنے والے کی آنکھ پھوڑے، وہ فضلیت اور مناقب کو بھی عیب گمان کرتا ہے۔"

❀ "وہ یکتائے روزگار ممدوح ایسی اچھی صفات رکھتا ہے جو کثیر شکوک وشبہات کو خود بخود دور کرنے والی ہیں۔"

ورنہ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں عجز و انکسار اور استغفار کا راستہ اپنانا اور سفرِ آخرت کے وقت اُس قدرت والی عظیم ذات کی طرف محتاج ہونے کا اعتراف اصفیاء ہی نہیں انبیاء کے کمالات میں سے ہے، غوثِ اعظم کا آخری سانسیں لیتے ہوئے اپنے رخسار کو زمین پر رکھنا آپ کے مرتبہ ومقام کو کم نہیں کرتا اور اسی طرح آپ کا یہ فرمانا:

''هذا هو الحق الذی ینبغی أن یکون العبد علیه فی هذه الدار۔''

''یہی وہ حق ہے جسے فانی دنیا میں رہتے ہوئے بندے کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔''

اپنے اندر عموم رکھتا ہے، اس فرمان میں آپ نے اپنی ذات کو خاص نہیں فرمایا یعنی آپ نے یہ نہیں فرمایا: ''مجھے اپنے اختیار کو اللہ جل جالہ کے اختیار میں فنا کرنے کے لئے اس حق کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔'' بلکہ آپ نے اپنے مریدین اور اپنی اولاد کی تربیت کے لئے اپنے قول میں عموم رکھا۔ اور فرض کیا آپ نے یہ کلمات اپنی ذات کے حوالے سے فرمائے ہیں تو اس جگہ پر عبارت یوں مقدر ہوگی:

"ینبغی ان اکون علیه لو لم یقمنی اللّٰه فی مقام العز والادلال والتصرف السلطانی۔"

مجھے اس حق کو پیش نظر رکھنا چاہیے اگر اللہ تعالیٰ مجھے مقام ناز اور سلطانی تصرف کے مقام پر فائز نہ فرماتا۔

شیخ اکبر ''فتوحات'' کے تہترویں باب میں اولیاء کے مراتب پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اور ایسے ہی حضرات میں سے ایک شخص ہر زمانے میں پایا جاتا ہے، اور کبھی اس مرتبے پر عورت بھی فائز ہو سکتی ہے، اس کی نشانی اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ ۔ (۱)

---

(۱) سورۃ الانعام ۱۸

''وہی غالب ہے اپنے بندوں پر۔''

اُسے ہر چیز پر قدرت حاصل ہوتی ہے، اس کا حکم نافذ ہوتا ہے، وہ دلیر اور پیش قدمی کرنے والا ہوتا ہے، وہ ڈنکے کی چوٹ پر حق کہتا ہے، عدل پر مشتمل فیصلہ کرتا ہے، وہ کثیر الدعویٰ ہوتا ہے، بغداد میں ہمارے شیخ سیدی عبدالقادر جیلانی اس مقام پر فائز تھے، آپ کو واقعی مخلوق پر قدرت اور غلبہ حاصل تھا، آپ بڑی شان والے تھے، آپ کے حالات مشہور ہیں، میں آپ سے مل تو نہیں سکا لیکن اپنے زمانے کے غوث سے ملا ہوں، مگر شیخ عبدالقادر جیلانی کمال میں اُن سے بڑھ کر تھے۔ غوثیت کے مقام پر فائز جس شخص سے میں ملا تھا مجھے علم نہیں کہ ان کے بعد اس مرتبے پر کون فائز ہوا۔

معترض نے ''فتوحات مکیہ'' سے جو اقتباس لیا ہے اُس سے حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ پر آپ کے شاگرد ابو سعود کی اس بناء پر افضلیت سمجھ نہیں آتی کہ ابو سعود نے تمام عمر عبودیت کا التزام کیا تھا، کیونکہ عبودیت کا التزام اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کا محتاج ہونا قطب زمانہ کے احوال میں سے ایک لازمی امر ہے جیسے کہ شیخ اکبر نے فرمایا اور امام جیلانی اپنے وقت کے قطب تھے، شیخ اکبر نے یہ بات ''فتوحات'' کے تیسرے باب میں ذکر فرمائی ہے۔

عارف باللہ امام عارف ابن الاوانی فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کے ساتھ غوث اعظم کا معاملہ ترک اختیار اور سلب ارادہ پر مشتمل تھا۔''

میں کہتا ہوں شاید غوثِ اعظم نے اپنے قصیدہ میں اسی بات کی طرف اشارہ کیا تھا:

أصحبتُ لا أملا ولا أمنيةً   أرجو ولا موعودةً أترقب

''میں اس حال میں ہوں کہ نہ امید ہے نہ تمنا ہے جس کے پورا ہونے کی مجھے توقع ہو۔ اور نہ ہی کوئی وعدہ جس کے پورا ہونے کا انتظار۔''

اور وہ شیخ ابو سعود جن کا معترض نے ذکر کیا منفرد لوگوں میں سے تھے، نیز وہ ایسے لوگوں میں سے تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے دلوں کے خیالات پر مطلع فرمایا تھا، وہ اللہ تعالیٰ کے امر میں فنائیت کے حوالے سے عظیم شان کے مالک تھے، شیخ اکبر نے انہیں اُن کے استاد حضرت غوثِ اعظم پر فضیلت دینے کا قصد نہیں کیا، کیونکہ حضرت ابن عربی نے ''فتوحاتِ مکیہ'' میں باب القواصم کے تحت ابو سعود کا قصہ اور اس قصے کے ممکنہ اسباب ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے مجھے ابو سعود کے احوال میں سے کسی ایسے حال پر مطلع نہیں فرمایا کہ ہم اُن کے مرتبہ و مقام کا تعین کر سکیں۔''

اور شیخ اکبر نے ملامتی گروہ کے احوال میں ایک جماعت کا ذکر کرنے کے بعد حضرت غوثِ اعظم اور اُن کے تلمیذ رشید ابو سعود کو بھی انہی میں سے قرار دیتے ہوئے کہا:

''یہ دونوں حضرات اللہ تعالیٰ کی معیت میں انفرادیت رکھتے تھے، اُس کی عبودیت میں ایسے راسخ کہ اُس کی عبودیت سے پلک جھپکنے کی مقدار بھی غافل نہیں ہوتے تھے، وہ اپنے دلوں پر ربوبیت کی تجلیات و برکات کے غالب آنے اور اپنے دلوں کی تواضع اور انکساری کے

سبب کسی منصب کی خواہش نہیں رکھتے تھے۔''

جب آپ نے یہ جان لیا کہ حضرت غوثِ اعظم اور ابو سعود عبودیتِ کاملہ اور فنائیت میں سرگرم تھے تو آپ یہ کہہ سکتے ہیں: ''ابو سعود کیوں گمنامی کی نذر ہوئے اور حضرت غوثِ اعظم گمنامی کا شکار کیوں نہیں ہوئے؟''

اس کا جواب جیسے کہ شیخ اکبر نے ارشاد فرمایا ہے کچھ یوں ہے:

''جس مقام پر یہ دونوں حضرات فائز تھے اس مقام کے لوگوں کو اللہ تبارک تعالیٰ دنیا میں تصرف کی قدرت عطا فرماتا ہے لیکن امر کے ساتھ نہیں، اُن میں سے کچھ حضرات نے رب کریم کی اس عطا کو دوسروں کے لئے چھوڑا، خود گمنامی کا لباس پہنا اور غیب کے خیموں میں چلے گئے، اور انہوں نے خود کو ''عوائد'' کے حجابات میں چھپا لیا، نیز عبودیت اور فقر کو اپنا لیا، اور ابو سعود بھی گوشہ گمنامی اختیار کرنے والوں میں سے تھے، اگر انہیں تصرف کا حکم دیا گیا ہوتا تو وہ ضرور تعمیلِ ارشاد کرتے، جبکہ حضرت غوثِ اعظم کے حال سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو تصرف کا حکم دیا گیا تھا، اس لئے آپ کائنات میں ظاہر ہوئے اور آپ جیسے اقطاب کے بارے میں بھی یہی گمان ہے۔''

کیا اس اقتباس کو پڑھنے کے بعد یہ گمان کیا جا سکتا ہے کہ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کا مقام گھٹانا چاہتے ہیں جیسے کہ جاہل اور حاسد معترض کو گمان ہوا ہے؟

معترض کا امام شعرانی کی آڑ لے کر غوثِ اعظم پر اعتراض اور اُس کا رد:

معترض نے جن اقتباسات کے حوالے سے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے کہ وہ امام شعرانی کی "الدرر والجواھر" سے لئے گئے ہیں اُن کی کوئی اصل نہیں ہے، میں نے تین سو سے زائد صفحات پر مشتمل اس کتاب کا بغور جائزہ لیا اور اُس کے تمام مسائل کو ایک ایک کرکے دیکھا مگر معترض کے دیئے ہوئے اقتباسات کہیں نہیں پائے، بلکہ معترض کے نقل کردہ کلام کی بُو بھی سوائے ایک جگہ کے کہیں دستیاب نہیں ہوئی، اس جگہ پر قدمی ھذہ الخ" کا تعین نہیں کیا گیا، نہ ہی حضرت غوث اعظم کے لئے اذن اور مقام ناز کی نفی کی گئی بلکہ انہیں تسلیم کیا گیا ہے، اور میرا وہ نسخہ اُس نسخے سے نقل کیا گیا ہے جس پر شیخ الاسلام ناصر لقانی اور شہاب فتوحی حنبلی وغیرہما کے دستخط تھے، اور معترض کے خیال میں امام شعرانی کے پیرومرشد شیخ علی خواص رحمۃ اللہ علیہ کا جو قول اُس نے نقل کیا ہے جس میں انبساط اور اترانے سے منع کیا گیا ہے اور عجز وانکسار کے ساتھ عبودیت کو اپنانے کی تلقین کی گئی ہے وہ اصل صورت میں پیشِ خدمت ہے، امام شعرانی فرماتے ہیں: ''میں نے اپنے پیرومرشد سے گزارش کی: ''لوگوں نے حضرت غوثِ اعظم سے ایسے بے شمار کلمات روایت کئے ہیں جو (بظاہر) ناز اور فخر پر دلالت کرتے ہیں۔'' تو انہوں نے فرمایا: ''راویوں نے یہ بات نقل کی ہے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے اذن سے تھا۔''

(حضرت غوثِ اعظم کی اس عزت افزائی کے باوجود) ہمیں یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ جب آپ کا آخری وقت قریب ہوا تو آپ نے مریدین سے فرمایا:

''میرا رخسار زمین پر رکھو کیونکہ یہی وہ حق ہے جس سے ہم غفلت میں تھے''

تب اللہ تعالیٰ نے آپ کا معاملہ دنیا سے آپ کی رحلت سے قبل پایہ تکمیل کو پہنچا دیا، آپ عجز وانکسار کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ کی یہ عنایت اُس کے چنے ہوئے لوگوں کو ہی نصیب ہوتی ہے۔''

قارئین کرام! ذرا دیکھئے کہ معترض نے اپنے گمان میں امام شعرانی کی "الدرر والجواھر" سے کیا نقل کیا تھا اور پھر اس کا پیشِ نظر اقتباس کے ساتھ تقابل کریں معترض کی نادانی اور دیدہ دلیری کھل کر آپ کے سامنے آجائے گی، جبکہ حضرت غوث اعظم کے عجز وانکسار پر مشتمل کلمات حقیقتاً غفلت پر نہیں بلکہ امام بوصیری کے درج ذیل شعر کی طرح فقط عجز وانکسار پر دلالت کرتے ہیں۔ (1)

ولا تزودت قبل الموت نافلة　　　ولم أصل سوى فرضي ولم أصم

''(صد افسوس) میں نے موت سے پہلے نوافل کا زادِ راہ تیار نہیں کیا،
اور فرض کے علاوہ نہ نماز پڑھی نہ روزہ رکھا۔''

یہ بات بعید ترین ممکنات میں سے ہے کہ امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ جیسی شخصیت نے فرض نمازوں کے علاوہ نوافل ادا نہ کئے ہوں اور فرض روزوں کے علاوہ نفلی روزے نہ رکھے ہوں، ہر وہم کو ختم کرنے والا قولِ فیصل یہ ہے کہ اگر دنیاوی زندگی کا خاتمہ اُس حالت میں (جو حضرت غوثِ اعظم کے حوالے سے ذکر کی گئی ہے) خاتمہ عیب ہوتا تو اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے انبیاء کے سردار صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایسی حالت کو اختیار نہ فرماتا کیونکہ آپ تو معصوم عن الخطا اور ہر عیب سے پاک ہیں، اس لئے کہ جب سورۂ نصر نازل ہوئی جس میں اللہ رب العزت کا یہ ارشاد ہے:

---

(1) کیونکہ جس پر اللہ تعالیٰ کے کثیر انعامات اور خاص فضل وکرم ہو، کسی ہستی سے غفلت کی توقع نہیں کی جا سکتی بلکہ ایسی عظیم مرتبت شخصیت کو ایسے ہی عجز وانکسار زیب دیتا ہے۔ (مترجم)

''فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا۔'' (1)

''تو اپنے رب کی ثنا کرتے ہوئے اُس کی پاکی بولو اور اُس سے بخشش چاہو بیشک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔''

تب نبی اکرم ﷺ نے جان لیا کہ آپ کو اس سورت کے ذریعے سفرِ آخرت کی خبر دی گئی ہے اس لئے اس سورت کو الوداعی سورت کا نام بھی دیا گیا ہے اور واقعی آپ اس سورت کے نزول کے بعد کچھ ایام یا ایک ماہ اس دنیا میں تشریف فرما رہے، اور اس سارے عرصے میں آپ کو متبسم نہیں دیکھا گیا۔

عارف باللہ امام صاوی جلالین پر اپنے حاشیے میں فرماتے ہیں:

''اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو استغفار کا حکم فرمایا حالانکہ آپ تمام صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے پاک تھے اور یہ حکم فقط اس لئے تھا کہ آپ کی تواضع اور فقر میں اضافہ ہو جائے اور اس لئے بھی تھا کہ آپ کی دنیاوی زندگی کا اختتام مزید پاکیزگی اور استغفار کے ساتھ ہو، نیز رب العزت کی بارگاہ کی طرف آپ کی واپسی تواضع کے ذریعے ترقی سے ہو، اس لئے کہ اگرچہ آپ عمر بھر مخلوق کی ہدایت میں مشغول رہے مقامِ صفوت وانسیت اور حاضری اس سے اعلیٰ اور برتر ہے۔ (مختصراً)

چند ضروری تنبیہات۔

پہلی تنبیہ:

وصال کے وقت صوفیہ کرام کا حال متغیر نہیں ہوتا:

صوفیہ کرام کے حلقے میں یہ بات معروف ہے کہ جس نے اپنی جان اور خواہشات کو

(1) سورۂ نصر: 2، 4

معنوی موت کے ذریعے حقیقی موت سے پہلے مار دیا، حقیقی موت کے وقت اس کا حال متغیر نہیں ہوتا، صاحب ''یواقیت'' فرماتے ہیں:

''اگر تم یہ کہو کہ صوفیہ کرام کے اس قول کا کیا مطلب ہے: ''اہلِ معرفت مرتے نہیں بلکہ ایک جہان سے دوسرے جہان میں منتقل ہوتے ہیں۔''

تو اس کا جواب یہ ہے:

جس شخص نے نفسانی خواہشات کی مخالفت کر کے یوں معنوی موت کو حاصل کر لیا کہ اُس نے اپنے آپ کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے ارادے کے سامنے پوری طرح جھکا دیا، اُس کے لئے روح نکلتے وقت تکلیف کچھ حیثیت نہیں رکھتی، جب اہل اللہ کو یہ یقین ہو جاتا ہے کہ موت کے بغیر اللہ تعالیٰ سے ملاقات ممکن نہیں تو وہ موت کے لئے جلدی کرتے ہیں اور اپنی زندگی میں ہی موت کی کیفیت حاصل کر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اُس کی ملاقات کا شوق لے کر حاضر ہوتے ہیں، جب اُن پر اس معنوی موت کے بعد حقیقی موت طاری ہوتی ہے تو جسم کے خول سے نکل کر ان کے یقین میں اضافہ نہیں ہوتا اور اُن کا حال متغیر نہیں ہوتا، نبی کریم ﷺ نے اس معنوی موت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

من أراد أن ينظر إلى ميت يمشي على وجه الأرض فلينظر إلى أبي بكر (رضي الله عنه) (مختصراً)

''جو شخص چاہتا ہے کہ وہ روئے زمین پر چلتے پھرتے مردے کو دیکھے تو وہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو دیکھ لے۔''

میں کہتا ہوں: ''جب عام اولیاء کا حال معنوی موت کے بعد حقیقی موت کے وقت متغیر نہیں ہوتا تو اس احمق معترض نے یہ گمان کیسے کر لیا کہ حضرت غوث اعظم کا حال حقیقی موت کا ذائقہ چکھتے وقت متغیر ہوا تھا؟ جبکہ ہمیں ایسی کوئی خبر نہیں ملی کہ امت کے اولیائے کبار نے حضرت غوث اعظم کی طرح متعدد موتوں کو گلے سے لگایا ہو۔''

سیدی مصطفیٰ بکری نے اپنے ''الفیہ'' کی پہلی فصل میں چار معنوی موتوں کے بارے میں جو ارشاد فرمایا ہے اسے سنو، وہ فرماتے ہیں:

''معنوی موتیں چار ہیں: نفس کی مخالفت، بھوک، لباس میں انتہائی سادگی اور تکلیف برداشت کرنا۔'' اُن کا ارشاد ہے:

والموت عند القوم موت العبد ... بلا اضطرار بل بمحض القصد

''صوفیہ کرام کے نزدیک معنوی موت انسان کا حقیقی موت سے پہلے اپنے ارادے سے مر جانا ہے۔''

پھر سیدی مصطفیٰ بکری نے معنوی موت پر گفتگو کرنے کے بعد حضرت غوث اعظم کے حوالے سے کہا:

و أخبر المحقق الربانی ... مولای عبدالقادر الجیلانی

عن نفسه فی حال السلوك ... والسیر نحو ملك الملوك

بأنه قد مات ألف مرة ... حتی فنی وجوده بالمرة

و بعدما مات بها قد لبسا ... ثوبا بالف إذ لكأسها احتسی

وهذه فروع ذی الموتات ... ذائقها كالخضر فی الحیاة

''اور میرے آقا محقق ربانی شیخ عبدالقادر جیلانی نے خبر دی کہ وہ

بادشاہوں کے بادشاہ کی طرف جانے والے راستے پر چلتے اور سفر کرتے ہوئے ہزار مرتبہ (معنوی) موت سے ہمکنار ہوئے، یہاں تک کہ اُن کا وجود بالکل ختم ہو گیا، اور اتنی موتوں سے ہمکنار ہونے کے بعد انہوں نے قیمتی لباس پہنا کیونکہ وہ بارہا موت کا جام پی چکے تھے۔ یہ (معنوی) موت کی ایسی شاخیں ہیں جنہیں چکھنے والا زندگی میں خضر جیسا ہے۔''

میں کہتا ہوں:

حضرت غوث اعظم نے اپنے سلوک کے اطوار بیان کرتے ہوئے حکایت کے آخر میں مذکورہ بالا اشعار میں بیان کیے گئے مبہم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

''بقایا جات کو مٹا دیا گیا، صفات کو محو کر دیا گیا، تب دوسرا وجود نصیب ہوا۔''

اور اس کے باوجود حضرت غوث اعظم کے دل سے خوفِ خدا کم نہیں ہوا، کیونکہ جس قدر معرفت زیادہ ہو گی اسی قدر خوف کی شدت بڑھ جائے گی۔

امام شعرانی نے ''الجواہر والدرر'' میں فرمایا:

''اللہ تبارک وتعالیٰ نے میرے ساتھ چالیس عہد فرمائے کہ وہ میرے ساتھ فضل ہی فرمائے گا۔'' تب آپ سے پوچھا گیا: ''ان وعدوں کے بعد آپ کا حال کیا تھا؟'' تو آپ نے فرمایا: ''میں پھر بھی بے خوف نہیں ہوں۔'' جن وعدوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اُن کی تفصیل خاتمہ کے آغاز میں آئے گی۔

حضرت ملا علی قاری فرماتے ہیں:

''جب دنیا سے سیدی عبد القادر جیلانی کی رحلت کا وقت قریب ہوا تو آپ کے صاحبزادے سیدی عبد الجبار رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے پوچھا: ''آپ کے جسم کا کونسا حصہ درد کا شکار ہے؟ تو آپ نے جواب دیا: ''میرے دل کے علاوہ میرے سارے اعضاء درد کا شکار ہیں، اور دل کا تکلیف سے پاک ہونا اس لئے ہے کہ وہ اللہ تبارک وتعالی کے ساتھ صحیح تعلق جیسی نعمت سے مالا مال ہے۔''

قارئین کرام اور ملا علی قاری کے ان الفاظ پر غور فرمائیں:

''اللہ تعالی کے ساتھ صحیح تعلق۔''

ان الفاظ سے تو توجہ الی اللہ، آرزوؤں کی کامیابی، دروازے کا کھلنا، قرب کا بڑھنا اور وصل کا عتاب کی آلائشوں سے پاک ہونا سمجھ آتا ہے مگر یہ مفاہیم اُسے سجھائی نہیں دیتے جسے جہالت کے زکام اور حسد کی سر دردی نے پابند کر رکھا ہو، اللہ تعالی ہمیں ایسی اعتقادی الجھن سے محفوظ رکھے۔

دوسری تنبیہ:

غوثِ اعظم سے منقول کلمات سے مشابہت رکھنے والے دیگر کلمات کے ذریعے معترض کے دعوائے شطحیت کا رد:

امت کے کبار ائمہ سے ایسے کلمات منقول ہیں جو ان پر اللہ تعالی کی نعمتوں کا اظہار کرتے ہیں، معترض نے حضرت غوث اعظم کے فرمان کے حوالے سے جو بات کہی اس کی بنا پر اُن تمام ائمہ کے تحدیثِ نعمت پر مشتمل کلمات نفسانی رعونت کے باعث شطحیات میں سے کہلائیں گے اور امت کا کوئی ولی معترض کے اعتراض سے بچ

نہیں سکے گا، اتنے کثیر حضرات کا نہیں بلکہ معترض کا قول باطل ہے، چند اکابرین کے اقوال درج ذیل ہیں:

- حضرت ابو العباس مرسی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ریش مبارک پکڑ کر فرمایا:
''اگر عراق اور شام کے علماء کو پتہ چل جائے کہ ان بالوں کے نیچے کیا ہے تو وہ اُسے حاصل کرنے کے لئے ضرور آئیں اگرچہ انہیں چہروں کے بل آنا پڑتا۔''
- شیخ ابو الحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ نقیب کو حکم فرماتے تھے کہ وہ اُن کے سامنے یہ اعلان کرے:
''جو شخص قطب وقت سے ملنا چاہتا ہے وہ شیخ ابو الحسن شاذلی سے ملے۔''
- حضرت سہل تستری رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:
''میں اللہ کی مخلوق کے لئے اللہ تعالی کی حجت ہوں، میں اپنے زمانے کے اولیاء کے لئے اللہ تعالی کی حجت ہوں۔''
- سیدی ابراہیم دسوقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
''میں نے روئے زمین کے ہر ولی کو ولایت کی خلعت اپنے ہاتھوں سے پہنائی ہے، میں جسے چاہتا ہوں ولایت کی خلعت پہناتا ہوں، دوزخ کے دروازے میرے ہاتھ میں ہیں میں نے انہیں بند کر دیا اور جنت کے دروازے بھی میرے ہاتھ میں ہیں میں نے انہیں کھول دیا۔''
- سیدی شیخ احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کو جب اُن کے شاگرد نے کہا: ''آپ وقت کے غوث ہیں۔'' تو انہوں نے فرمایا: ''مجھے غوث مت کہو۔'' تب اس شاگرد نے پوچھا:

''پھر میں نے آپ کے حوالے سے کیا کہوں؟'' اس کے جواب میں حضرت شیخ نے فرمایا: ''میں وہ ہوں جس کا مرتبہ و مقام بیان کرنے سے تمہاری زبان عاجز ہے جس کے فضائل و کمالات کا تذکرہ سنتے سنتے تمہاری سماعت اور تمہارے اعضا تھک جائیں گے، تمہاری عمر تمام ہو جائے گی مگر تم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں میرے مرتبے کی پہچان تک پہنچ نہیں پاؤ گے۔''

سیدی رفاعی نے یہ سب کچھ فرمایا حالانکہ آپ اپنی کسرِ نفسی، تواضع اور عبودیت کے حوالے سے مشہور ترین اولیاء میں سے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کے فیوض و برکات سے مالا مال فرمائے۔

❀ سیدی احمد بدوی (اللہ تعالیٰ ہمیں اُن کے اسرار سے نفع عطا فرمائے) نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا تذکرہ اشعار کی صورت میں یوں فرمایا ہے:

انا الملثم سل عنی و عن هممی ... ینبئك عزمی بما ذا قلته بفمی
منذ كنت طفلا صغيرا نلت مرتبة ... وهمتی قد علت عن سائر الهمم
انا السطوحی وإسمی أحمد البدوی ... فحل الرجال إمام القوم فی الحرم
لك الهنا يا مريدی لاتخف أبدا ... واشطح بذكری بين البان والعلم
إذا دعانی مريدی وهو فی لجج ... فی قاع بحر نجا من ساعة العدم

❀ میں چہرے پر کپڑا لپیٹے ہوئے ہوں تو مجھ سے میرے بارے میں اور میری ہمت کے بارے میں پوچھ، تجھے میرا عزم بتائے گا کہ میں نے اپنی زبان سے کیا کہا ہے۔

❀ میں نے بچپن سے ہی مرتبہ و مقام پایا ہے اور میری ہمت (بچپن

میں ہی) عام لوگوں کی ہمتوں سے بلند ہوئی۔

❀ میں سطوحی ہوں اور میرا نام احمد بدوی ہے، میں بلند ہمت مردوں میں سے ہوں اور حرم میں لوگوں کا امام ہوں۔

❀ اے میرے مرید! تیرے لئے خوشخبری ہے تو کبھی نہ گھبرانا، اور فخر سے میرا ذکر بان (ایک درخت کا نام) اور علم (بلند پہاڑ) کے درمیان (یعنی ہر جگہ) کرنا۔

❀ اگر میرے مرید نے سمندر کے بیچ مشکل میں مجھے پکارا (یعنی مجھے رب کی بارگاہ میں وسیلہ بنایا) تو وہ موت کی گرفت سے نجات پا جائے گا۔''

❀ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں:

لكل عصر واحد يسمو به ... و أنا لباقی العصر ذاك الواحد

''ہر زمانے کے لئے ایک فرد ہوتا ہے جس کے وسیلے سے (سالک) عروج حاصل کرتا ہے اور میں باقی زمانے کے لئے وہ یکتا فرد ہوں۔''

❀ سیدی عبدالغنی نابلسی فرماتے ہیں:

شمعتی أشرقت بنورك ربی ... و عليها حواسدی كالفراش
كلما حاولوا بأن يطفئونی ... أحرقوا بی فكان امری فاشی
و أضاءت بالحق أنوار شمسی ... فرأونی بأعين الخفاش
أتظن الكلاب إذ نبحتنی ... أن تعييرهم يدنس شاشی
أو بأنی فی الناس أنقص قدرا ... بكلام الأراذل الأوباش

لاومن خصنی بزائد علم   لم یعموا من وبله برشاش

وحباني رفعا علیهم جمیعا   بمقام عال شریف الحواشی

فانقشوا یا منافقین أو امحوا   سأریکم فضیحة النقاش

اولم تعلموا بأنی نور   لاح لنکشف فی الظلام الغاشی

فلتفروا أنی طلعت شهابا   یا شیاطین أو خذوا حرب حاشی

- اے میرے رب تیرے نور سے میری شمع روشن ہوئی اور اس پر میرے حاسد پتنگوں کی طرح آتے ہیں۔
- انہوں نے جب مجھے بجھانا چاہا وہ خود میری لو سے جل گئے اور میری روشنی میں اضافہ ہو گیا۔
- اور (جب) میرے سوج کی کرنیں حق کے نور سے مزید روشن ہوئیں تو میرے حاسدوں نے مجھے چمگادڑوں کی نظر سے دیکھا۔
- اے میرے شعر پڑھنے والے جب کتے مجھے بھونکتے ہیں تو کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ ان کا بھونکنا میری عزت کو کم کر دے گا؟
- یا کمینے اور اوباش لوگوں کی باتوں کی وجہ سے میری عزت کم ہو جائے گی؟
- ہرگز نہیں مجھے اس ذات کی قسم ہے جس نے مجھے کثیر علم سے نوازا حاسدین پانی کی پھوار کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی موسلا دھار بارش سے بڑھ نہیں سکتے۔
- اس رب نے مجھے ان سب حاسدوں پر ایسا بلند مقام عطا فرمایا

جو محترم کناروں والا ہے۔

- اے منافقو! تم چاہے نقش و نگار کر لو یا اُسے مٹا دو، میں تمہیں تمہارے نقش و نگار کی رسوائی دکھا دوں گا۔
- کیا تمہیں خبر نہیں کہ میں ایسا نور ہوں جو گھٹا ٹوپ اندھیروں میں روشنیاں بکھیرنے کے لئے چکا ہے۔
- اے شیطانو! میں نے نیزہ نکال لیا ہے، لہٰذا تم بھاگو یا بچنے کے لئے ڈھال سنبھالو۔''
- سیدی عبدالسلام اسمر کا قصیدہ ''ان الاسمر انا الاسمر'' بھی تحدیث نعمت کی بہترین مثال ہے۔
- سیدی مصطفیٰ بکری نے فرمایا:

''اگر شہر کے بڑے چھوٹے سب لوگ میرے ساتھ مکالمہ کے لئے جمع ہو جائیں تو وہ میرے دل کو پلک جھپکنے کی مقدار میں بھی اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہیں کر سکتے۔''

- اور ان کے شاگرد کے شاگرد ہمارے شیخ ابن عبدالرحمٰن فرماتے ہیں:

''دس سال سے میری یہ کیفیت ہے کہ اگر رسول اللہ ﷺ میری آنکھوں سے پلک جھپکنے کی مقدار میں بھی اوجھل ہو جائیں تو میں اپنے آپ کو مسلمانوں میں سے گمان نہیں کرتا۔''

ایسا ہی ارشاد گرامی حضرت ابوالعباس مرسی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہے مگر انہوں نے فرمایا ''چالیس سال سے میری یہی کیفیت ہے۔''

❀ اور تیونس کے غوث سیدی احمد بن عروس نے فرمایا:

''میں مشرق سے لے کر مغرب تک دنیا کا عظیم مرد ہوں، میں دنیا کا دل ہوں، میرے ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں میں سے ہر انگلی ستر ہزار لوگوں کی سفارش کرے گی۔''

❀ سیدی شیخ احمد تیجانی فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے مجھے میرے یوم ولادت سے میرے یوم وفات تک میرے زمانے کے گنہگاروں کی سفارش کی اجازت فرمائی۔''

❀ امام جلال الدین سیوطی نے گذشتہ صدیوں کے مجددین کا تذکرہ کرنے کے بعد اپنی نظم کے آخر میں فرمایا!

وهذه تاسعة المئين قد	اتت ولا يخلف ما الهادي وعد
وقد رجوت انني المجدد	فيها فضل الله ليس يُجحد

❀ یہ نویں صدی ہے جو آچکی ہے، اور ہادیٔ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وعدہ کا خلاف نہیں ہو سکتا۔

❀ میں امید کرتا ہوں کہ میں نویں صدی کا مجدد ہوں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔''

تیسری تنبیہ:

دیکھ قدم کا منکر اگرچہ آخر زمانے میں ہو اس کی ولایت سلب ہو جائے گی:

کچھ عرصہ قبل میں نے اپنے شیخ سیدی سید محمد بن ابی القاسم سے براہ راست حضرت غوث اعظم کے قول ''قدمی هذه الخ'' کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا:

''جس نے آپ کے اس فرمان کو جھٹلایا وہ خواہ آخر زمانے میں بھی ہوا تو اُس کا حشر وہی ہوگا جو حضرت غوث اعظم کے زمانے میں اس قول کے منکر کا ہوا تھا۔''

❀ اسی طرح کا ارشاد گرامی قطب وقت سیدی علی بن عمر مقدی شاذلی کا بھی ہے، آپ نے فرمایا:

''جس نے حضرت غوث اعظم کے فرمان کا ہمارے زمانے میں یا قیامت تک کسی بھی زمانے میں انکار کیا وہ ولایت سے اسی طرح محروم ہو جائے گا جیسے اصفہان کا شخص محروم ہوا۔''

نفع بخش اختتام اور بلند رتبہ ابہام (قدم غوث اعظم کے بارے میں قصیدہ)

میں نے کئی سال پہلے حضرت غوث اعظم کے مبارک قدم کو وسیلہ بناتے ہوئے ایک استغاثہ لکھا تھا جسے میں خوش عقیدہ لوگوں کے لئے یہاں نقل کرتا ہوں، تاکہ وہ بھی اس قصیدے کی برکتوں کا مشاہدہ کریں اور انہیں بھی کرب سے نجات حاصل ہو۔

مسحت بالقدم الشريف ناظري	و حشاشتي في باطني مع ظاهري

''میں نے اپنی آنکھیں حضرت غوث اعظم کے قدم شریف پر ملیں۔ اور میرا باطن بھی میرے ظاہر کے ساتھ تھا۔''

قدم الامام المجتبىٰ غوث الورىٰ	مولاي محي الدين عبدالقادر

''وہ قدم شریف جو چنے ہوئے امام، غوث الوریٰ میرے آقا محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی کا ہے۔''

قدم لها هام الفحول تطأطأت	و بها ارتقوا معراج قرب فاخر

''وہ قدم جس کے لئے بڑوں بڑوں کے سر جھک گئے اور اُس قدم
کے احترام میں سر جھکانے کی برکت سے انہیں عزت والے قرب کا
معراج نصیب ہوا۔''

قدم لها سكان قاف أذعنوا والسيد من ياجوج دون مكابر

''وہ قدم جس کے احترام میں کوہ قاف کے رہنے والوں اور
''یاجوج'' کے سردار نے کسی بڑائی کو ظاہر کیے بغیر سر جھکایا۔''

قدم حما ها الله من سعى إلى ما فيه شوب من مساس صغائر

''وہ قدم جسے اللہ تعالیٰ نے ہر ایسے کام کی طرف اٹھنے سے محفوظ فرمایا
جس میں صغیرہ گناہوں کا شائبہ بھی ہو۔''

قدم لها من مهدها حفظ فلم تعبا بألعاب الصبا كأصاغر

''وہ قدم جسے ماں کی گود میں ہی اللہ تعالیٰ کی حفاظت عطا ہوئی تو اُس
نے بچوں کی کھیل کود میں حصہ نہیں لیا۔''

قدم لقد أحيت ليالي عمرها في روضة تسقى بجفن هامر

''وہ قدم جس نے اپنی عمر کی راتیں ایسے باغیچے میں گذاریں جسے
مسلسل بہتے ہوئے آنسوؤں سے سیراب کیا گیا۔''

قدم مشت حفيا على شوك الفلا لله دهرا تحت قلب شاكر

''وہ قدم جو ایک طویل عرصہ شکر گذار دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضا
کے لئے جوتے کے بغیر جنگل کے کانٹوں پر چلتا رہا۔''

قدم لها شهدت بصدق سياحة بيد العراق وكل بيت داثر

''وہ قدم جس کی سچی سیاحت کی گواہی عراق کے بیابانوں اور تباہ
حال مکانوں نے دی۔''

قدم أفاضت كل خير عم مذ داست مدارج فوق شم منابر

''وہ قدم جس نے منبر پر چڑھتے ہی پہلے دن سے ہی بھلائی کو پھیلایا۔''

قدم لها انقادت ملوك الجن لا تدنوا بقوتها لخلف أوامر

''وہ قدم جس کے احترام میں جنات کے بادشاہ جھک گئے اور وہ
اُس قدم کی قوت کے سبب نافرمانی کے قریب بھی نہیں پھٹکتے۔''

قدم لها في الجو خطوات علت حسا تشاهدها عيون الباصر

''وہ قدم جو حسی طور پر فضاء میں چلتے ہوئے یوں بلند ہوا کہ اُسے
بصیرت رکھنے والی آنکھیں دیکھتی تھیں۔''

قدم كم انتصرت لداعي غوثها بركاب عز تحت نقع ثائر

''وہ قدم جس نے بارہا اڑتے ہوئے غبار میں عزت کی رکاب کے
ساتھ مدد طلب کرنے والے کی مدد کی ہے۔''

قدم تجير من استجار فمن طغى يمسي ثرى والله أعظم ناصر

''وہ قدم جو پناہ مانگنے والے کو پناہ دیتا ہے، اور جو اُس کے سامنے
سرکشی کرتا ہے وہ مٹی میں مل جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ عظیم ترین مددگار
ہے۔''

قدم مزاياها الجميلة طبقت برا وبحرا من شذاها العاطر

''وہ قدم جس کی دلکش خوبیوں نے بحر و بر کو اپنی خوشبو سے بھر دیا ہے۔''

قدم لها الأعلام تلثم خمصها — من قاطن أو وارد أو صادر

''وہ قدم جس کے تلوے کو بغداد کے رہنے والوں، اُس میں باہر سے آنے والوں اور اُسے باہر جانے والوں نے چوما۔''

مسحت تلك علی فوادی یستضی — وعلیٰ مدارستی وذهنی الفاتر

''میں نے اُسے اپنے دل پر ملا تا کہ وہ روشنی حاصل کرے اور اپنے باہم پڑھنے پر اور اپنے کمزور ذہن پر بھی ملا۔''

و علی لعلوم وما حفظت و فتحها — والعقل والتوحید زاد العابر

''اور علوم پر اور جو کچھ میں نے یاد کیا اُس پر (یعنی علوم وفنون رکھنے کے باوجود اُس قدم کا احترام بجا لایا) اور ہاں عقل وتوحید راہِ آخرت کے مسافر کا زادِ راہ ہے۔''

والعرض والأهلین مع ذریتی — ومساکنی ومجالسی والدائر

''اور اُسے مال واسباب، اہل وعیال اور اپنی رہائشگاہوں پر اور اپنی مجالس پر اور حلقاتِ درس پر (اُس کی برکات کا سایہ کیا)۔''

و علی لسانی والشفاہ و راحتی — والرزق والرأی الکلیل القاصر

''اور اُسے اپنی زبان، ہونٹوں، اپنی ہتھیلی، رزق اور قاصر رائے پر پھیرا۔''

و علی حیاتی کلها و ترحلی — أمضی لفردوس هنیء الخاطر

''نیز اُسے اپنی ساری زندگی اور موت پر رکھا (اس عمل کی برکت سے) میں جنت الفردوس میں خوش وخرم دل کے ساتھ جاؤں گا۔''

وعلی الأحبة أجمعین و کل ما — ینمی لنا من غائب اوحاضر

''اپنے تمام اور غائب وحاضر متعلقین پر بھی رکھا، اور اپنے متعلقین میں سے ہر شخص پر خواہ وہ میرے پاس موجود ہو یا غیر موجود۔''

و بها رددت إلی الحسود شروره — و بها أبرد نار مکر الماکر

''اور اُس مبارک قدم کے ذریعے میں نے حاسد پر اُس کے شرور کو لوٹا دیا اور میں اُسی کے ذریعے دھوکہ باز کے مکر کی آگ بجھا دیتا ہوں۔''

و بها قصمت ظهور أعدائی وقد — صاروا بسطوتها کأمس الدابر

''اور اُس قدم کے ذریعے میں نے اپنے دشمنوں کی کمر توڑ دی، وہ اُس قدم شریف کے حملے کی وجہ سے گزرے ہوئے کل کی طرح ہو گئے۔''

و بها سعیت إلی المقاصد کلها — و بها ظفرت بکل خیر نافر

''اور اُس قدم کی برکتوں کو ساتھ لئے میں اپنے تمام مقاصد کی طرف بڑھا، اور اسی کی برکت سے مجھے ہر چمکتی دمکتی خیر نصیب ہوئی۔''

و بها تسارعت الاجابة فی الدعا — حصل المنا فی حین حسوة طائر

''اور اسی کی برکت سے قبولیت تیزی سے دعاء کی طرف بڑھی، چونچ کے ذریعے پرندے کے پانی لینے کے وقت کی مقدار میں دلی مراد بر آئی۔''

نبی بذا المحبوب تاج الأصفیا — و بجده سر الوجود الطاهر

''اے میرے رب! اُس محبوب، اصفیاء کے تاج، اُن کے نانا کے طفیل جو کہ باعثِ تخلیقِ کائنات ہیں۔''

برضوانٍ و لطفٍ شاملٍ　　وبلوغ ما نرجوا بطن ضمائر

''(ہمیں) اپنی رضا اور وسیع لطف سے نواز دے، اور ہمارے دلوں میں چھپی ہوئی آرزوؤں اور تمناؤں کو پورا فرما دے۔''

ثم الصلاة علی الحبیب و آله　　والصحب والجیلی کنز الذاخر

''پھر صلاۃ وسلام ہو حبیبِ مکرم ﷺ، صحابہ اور بھلائیوں کا ذخیرہ کرنے والے کے لئے خزانے کی حیثیت رکھنے والی ہستی حضرت غوثِ اعظم پر۔''

معترض کا یہ کہنا کہ حضرت غوثِ اعظم اللہ تعالیٰ کے لئے جہت کے قائل تھے:

معترض نے اپنے اعتراضات کے اختتام پر جو کچھ کہا اُس کا خلاصہ کچھ یوں ہے:

''اس ساری گفتگو کے بعد اس بات کے سوا کوئی قابلِ اعتراض امر نہیں بچا کہ حضرت غوثِ اعظم اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے جہت مانتے تھے، انہوں نے "غنیۃ الطالبین" میں فرمایا:

''وہ بلندی کی جہت میں عرش پر مستوی ہے، مالک الملک ہے، اُس کا علم تمام اشیاء کو محیط ہے، اُسی کی طرف کلماتِ طیبہ بلند ہوتے ہیں۔ اور صالح عمل اُسے بلند کرتا ہے۔''

انہوں نے آیات اور احادیث ذکر کیں، اللہ تعالیٰ کی صفتِ استواء کو تاویل کے

بغیر اُس کے اطلاق پر رکھنا مناسب ہے، اور اُس کا عرش پر مستوی ہونا گزشتہ انبیاء و مرسلین میں سے ہر نبی اور رسول پر نازل کی گئی کتاب میں مذکور ہے مگر کیفیت کی صراحت کے بغیر، اور معترض نے تمام صفات کے حوالے سے ایسی ہی گفتگو کی۔

میں کہتا ہوں: "غنیۃ الطالبین" کی مذکورہ عبارت سمجھنے میں ناکامی پر معترض کو ملامت کا نشانہ نہیں بنانا چاہیے، ایسے شخص کی غلطی کی نشاندہی نہیں کی جاتی، اگر اُسے ایسے تنگ راستوں میں گھسنے کا شوق نہ ہوتا جن پر چلنے کی اس میں اہلیت نہیں ہے تو اُسے سمجھ آجاتی کہ "غنیۃ الطالبین" کی عبارت بھی اسی تفویض (۱) پر دلالت کرتی ہے جو صفات کے متعلق امت کے سلف صالحین کا مسلک ہے اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے پیروکاروں کا مسلک بھی یہی ہے، اور اس تفویض کے مقابل تاویل ہے جو کہ بعد والوں کا مسلک ہے۔

قدوۃ العارفین، رئیس المتکلمین، محی السنہ، علامہ امام سیدی محمد سنوسی "شرح الوسطی" میں فرماتے ہیں:

''اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے اہلِ سنت میں سے کسی نے جہت کا قول نہیں کیا، بلکہ اہلِ بدعت میں سے کچھ لوگوں نے ایسی بات کہی ہے۔ اہلِ بدعت حشویہ اور کرامیہ ہیں، فرقہ حشویہ کے لوگوں نے اہلِ سنت کے بعض ائمہ کی طرف ایسی باتیں منسوب کر کے اُن کا دامن بھی آلودہ کیا ہے، چونکہ وہ فروع میں امام احمد بن حنبل کے مقلد ہیں لہٰذا انہیں

---

(۱)　تفویض کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عرش پر مستوی ہونا تو معلوم ہے مگر اس استواء کی کیفیت کیا ہے یہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہی جانتا ہے، اس کیفیت کا علم اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا تفویض کہلاتا ہے۔ (مترجم)

یہ وہم ہوا کہ وہ اُصول میں بھی انہی کے مقلد ہیں جبکہ ایسا ہرگز نہیں ہے کہ امام احمد بن حنبل کے عقائد حشویہ کے عقائد سے موافقت رکھتے ہوں کیونکہ اہلِ سُنت کے طریقے پر علمِ توحید میں آپ کی امامت پر امت کا اجماع ہے، اللہ تعالیٰ کی ذات کے متعلق اہلِ بدعت کے ساتھ امام احمد بن حنبل کے مناظرہ کا واقعہ مشہور ہے۔''

سیدی محمد سنوسی نے مزید فرمایا:

''بعض کتب میں ایسا جو مواد پایا جاتا ہے جو بعض سلف صالحین کے دامن کو آلودہ کرتا ہے وہ غلط طریقے سے اُن کی طرف منسوب کیا گیا اور اس قابل نہیں کہ اُسے کوئی اہمیت دی جائے، جس نے آیاتِ صفاتِ الٰہیہ کے حوالے سے سلف صالحین کا بعض مستحیل ظواہر جیسے درج ذیل آیت میں استواء کا مسئلہ ہے کہ:

عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى۔ (۱)

''اُس نے عرش پر استوا فرمایا۔''

اور اس جیسی دیگر آیات کی تاویل سے توقف کرنا نقل کیا ہے۔ اُسے یہ گمان ہوا کہ سلف صالحین نے آیاتِ متشابہات کے ظواہر پر اپنے عقیدہ کی بنیاد رکھتے ہوئے ان آیات کی تاویل میں توقف کیا ہے، جبکہ وہ ایسے کسی عقیدے سے بری ہیں، حالانکہ انہوں نے ان آیات کی تاویل سے توقف اس لئے کیا ہے کہ ان آیات کے حتمی معنی کی پہچان نہ ہونے کی وجہ سے ان کی متعدد تاویلات ہو سکتی تھیں، اور سلف صالحین کی

(۱) سورۂ طٰہٰ: ۵

طرف سے یہ بات قطعی طور سے کہی گئی کہ ان آیات کے ظاہری معانی قطعاً مراد نہیں ہیں، پارسا لوگوں کے بارے میں بدگمانی کتنی بری بات ہے۔''

عظیم علامہ، مشہور ولی، مدفونِ بقیع سیدی ابراہیم حسن کورانی شہرزوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ: "إفاضة العلام في مسئلة الكلام" میں حنابلہ اور اشاعرہ کے درمیان محلِ نزاع مسئلہ پر زبردست تحقیق کی ہے، انہوں نے عقائد میں شوافع کی طرف سے حنابلہ کی مذمت اور حنبلی محققین کی تحقیقات کا بغور جائزہ لینے کے بعد شوافع کی تنقید کو بے جا قرار دیتے ہوئے دونوں کو سُنت پر قائم قرار دیا ہے، اور اس تحقیق کے دوران ایسی گفتگو فرمائی ہے جو قلب کو طمانیت بخشتی ہے، اور اس رسالے کا خلاصہ سیدی ابراہیم کورانی کے شاگردِ رشید علامہ ابو سالم العیاش رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے استاد کے حالاتِ زندگی کے ضمن میں پیش کیا ہے اور کئی صفحات تحریر کئے ہیں۔

میں نے محسوس کیا ہے کہ سیدی ابراہیم کورانی نے مذکورہ بالا مسئلہ کی گہرائی میں جا کر مطالعہ کرنے کے بعد دونوں مذہبوں کو درست قرار دیا، اور اُن دونوں مذہبوں میں سے ایک نے اُس ''تفویض'' کو اختیار کیا ہے جس کی طرف "غنية الطالبين" میں اشارہ کیا گیا، جبکہ دوسرے مذہب کے پیروکاروں نے ''تاویل'' کو اختیار کیا، مذہب سلف میں آیاتِ متشابہات کے حوالے سے ''تفویض'' کو اختیار کرتے ہوئے درج ذیل آیت کو دلیل بنایا گیا:

وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ۔ (۱)

''اور اس کا ٹھیک پہلو اللہ ہی کو معلوم ہے۔''

(۱) سورۂ آلِ عمران: ۷

اُن کا موقف تھا کہ اسمِ جلالت پر وقف کیا جائے گا اور ''وَالرّٰسِخُوْنَ'' سے نئی بات شروع ہو رہی ہے، جبکہ بعد والوں (خلف) کی دلیل یہ ہے کہ ''وَالرّٰسِخُوْنَ'' کا اپنے ماقبل پر عطف ہے(۱) اور نیا کلام:

يَقُوْلُوْنَ آمَنَّا بِهٖ۔ (۲)

''کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے۔''

سے شروع ہوتا ہے، میری (مصنف علیہ الرحمۃ کی) رائے میں مذہب تفویض زیادہ سلامتی والا ہے جبکہ مذہب تاویل زیادہ محکم ہے، اور یہاں پر یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ سلف صالحین کے مذہب میں تاویل کی مکمل نفی نہیں کی گئی بلکہ وہ اجمالی تاویل کے قائل ہیں، جبکہ خلف (بعد والے) تفصیلی تاویل کے قائل ہیں، جیسے کہ عضدالدین کی ''مواقف'' میں ہے، اور جب سلف کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ تاویل کے قائل نہیں ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ تفصیلی تاویل کے قائل نہیں۔

معترض نے آیاتِ متشابہات کی تاویل کے حوالے سے حضرت غوثِ اعظم پر جو تہمت لگائی ہے اُس کے رد میں مشہور عالم شیخ محمد مَنساوی مغربی نے:

''جهد المقل القاصر في نصرة الشيخ عبد القادر''

کے نام سے اُس وقت لکھا جب انہوں نے سنا کہ اُن کے عہد میں کسی عالم کے سامنے کسی ناہنجار نے آیاتِ متشابہات کے حوالے سے حضرت غوثِ اعظم پر اعتراض کیا تو انہوں نے اُس کو جواب دینے کی بجائے اُس کی تائید کی۔ تب شیخ محمد منساوی نے

(۱) اس کا مطلب یہ ہوا کہ متشابہات کا علم اللہ تعالیٰ رکھتا ہے اور علمی رسوخ رکھنے والے بندگانِ خدا بھی اپنی شانِ بندگی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی توفیق اور لطف و کرم سے متشابہات کا علم رکھتے ہیں۔ (مترجم)

(۲) سورۂ آلِ عمران ۷

مذکورہ بالا رسالہ لکھا۔

اور اس رسالے کا ایک اور نام یوں رکھا:

''رسالة النصرة لحامل راية كمال العرفان ومذيب الشهرة''

علاوہ ازیں انہوں نے اس رسالے کا نام ''تنزيه ذوي الولاية والعرفان عن عقائد ذوي الزيغ والخذلان'' بھی رکھا، میں نے یہ تینوں نام شیخ محمد بن مسعود جزائری رحمۃ اللہ علیہ کے اس قلمی نسخے میں دیکھے جسے انہوں نے شیخ منساوی کے ہاتھ سے لکھے ہوئے نسخے سے نقل کیا تھا۔

شیخ منساوی نے اپنے رسالے کے آغاز میں خطبہ اور سببِ تصنیف بیان کرنے کے بعد کہا:

''حضرت غوثِ اعظم کے بارے میں جو کچھ کہا گیا میں نے اُسے نقل کر کے اُس مسئلے پر اہلِ علم کی آراء کا مطالعہ کیا اور غور و فکر کرنے کے بعد اُس کا رد کرنے کا ارادہ کیا، اور مجھے اِس بات نے اس عمل سے نہیں روکا کہ یہ غلط بات کہنے والا کتنا بڑا آدمی ہے، کیونکہ عقل مند آدمی کے نزدیک کہنے والے حق کی پہچان نہیں ہوتے بلکہ حق کہنے والوں کی پہچان ہوا کرتا ہے اور حق کو کہنے والوں کے ذریعے پرکھنا جاہلوں کا کام ہوتا ہے، کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

لست بامعة في الرجال　　　أسائل هذا وذا ما الخبر؟

'میں مردوں کے درمیان سنی سنائی باتوں پر چلنے والا نہیں ہوں کہ ہر ایرے غیرے سے پوچھتا پھروں کہ کیا خبر ہے؟'''

اور کتنے ہی لوگوں کو یہ بات ناگوار گزرتی ہے تو وہ معرة النعمان کا یہ شعر پڑھتے دکھائی دیتے ہیں:

أری العنقاء تکبر أن تصادا　　فعاند مَن تطيق له عنادا

''میں عنقاء کو دیکھتا ہوں کہ وہ اپنے آپ کو شکار سے محفوظ سمجھتا ہے،
پس تو بھی جس سے عناد رکھ سکتا ہو اُس سے عناد رکھ۔''

جاہل معترض کو یہ بات سجھائی نہیں دی کہ ہر کسی کے کلام میں سے کچھ حصہ لیا اور کچھ لوٹا دیا جاتا ہے مگر وہ کلام جو صحت کے ساتھ رحمتِ عالم ﷺ سے منقول ہے، علماء علمی موضوعات پر ایک دوسرے سے بات چیت کرتے رہے ہیں، کبھی کوئی فاضل اپنے جیسے کے ساتھ اور کبھی اپنے سے کم علمی درجہ والے کے ساتھ، اور یہ بات بڑوں کی تعظیم سے کسی کو نہیں روکتی اور بڑوں کی شان بھی کم نہیں کرتی، اے معترض تم علمی تحقیق اور بات چیت کے میدان میں کوئی منفرد حیثیت نہیں رکھتے کہ تمہیں بڑوں کا احترام ملحوظ خاطر نہ رکھنا پڑے۔

شیخ زروق رضی اللہ عنہ نے اپنے قواعد میں فرمایا:

''علماء جو کچھ نقل فرماتے ہیں اُن کی امانت داری کے پیش نظر اُس کی تصدیق کی جاتی ہے، وہ جو کچھ فرماتے ہیں اُس پر بحث اس لئے کی جاتی ہے کہ وہ اُن کی عقول کا ثمرہ ہے، چونکہ علماء کے لئے عصمت ثابت نہیں ہے اس لئے تنقیدی نکتہ نظر سے نہیں بلکہ حق طلب کرنے اور تحقیق کے لئے جانچ پرکھ لازم ہے۔''

شیخ کامل حضرت غوثِ اعظم کی حمایت میں رسالہ لکھنے کا مقصد اُن کی بلند مرتبہ شخصیت سے اُن الزامات کو دور کرنا تھا جو آپ سے کمتر لوگوں میں بھی نہیں سوچے

جا سکتے۔ شاید میرا یہ عمل آپ کی بارگاہ میں قبولیت حاصل کر لے میں اسے توشۂ آخرت سمجھتا ہوں، ان شاء اللہ تعالیٰ میں قیامت کے دن اس کا اجر پاؤں گا۔

شاعر نے خوب کہا ہے:

فنحن عبيد الدار حقا ولم نزل　　نوالی مواليها و نحرس بابها

''ہم اُس گھرانے کے سچے خادم ہیں، اُس گھرانے سے عقیدت کا تعلق نبھاتے اور اُس در کی دربانی کرتے رہے ہیں۔''

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل وکرم سے میری یہ کاوش قبول ومنظور فرمائے اور اپنی توفیق اور امداد اس رسالے کے آخر تک شامل حال رکھے، اس نفیس رسالہ میں جواب کی بنیاد درج ذیل چار وجوہ پر رکھی گئی ہے:

آیاتِ متشابہات کے حوالے سے حضرت غوثِ اعظم پر اعتراض کا چار وجہ سے جواب:

پہلی وجہ: وہ حنابلہ جن میں سے حضرت غوثِ اعظم بھی ہیں آیاتِ متشابہات کے حوالے سے تفویض کے قائل ہیں جو کہ سلف کا مذہب ہے۔

دوسری وجہ: اگر ہم آیاتِ متشابہات کے حوالے سے اُن ظواہر کو تسلیم کر بھی لیں جنہیں شوافع نے حنابلہ کی طرف منسوب کیا ہے تو پھر بھی شوافع نے یہ اشارہ کم درجہ کے لوگوں کی طرف کیا ہے۔ افاضل حنابلہ پر یہ تہمت نہیں لگائی جیسے کہ امام سبکی نے "طبقات الشافعیہ" اور اپنی دوسری کتاب ''معيد النعم ومبيد النقم'' میں تصریح کی۔

تیسری وجہ: اگر ہم اپنے موقف سے پیچھے ہٹتے ہوئے یہ تسلیم بھی کر لیں کہ شوافع کا کلام افاضل حنبلیوں کو بھی محیط ہے اور ہم ایسے حال کا واقع ہونا یوں مان لیتے جیسے کہ محال امر

کا واقع ہونا فرض کیا جائے تو ہم پھر بھی یہ بات تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں کہ اس کلام کا اشارہ حضرت غوثِ اعظم اور اُن جیسے دیگر لوگوں کی طرف ہوگا کیونکہ اصحاب ولایت کبریٰ شارع ﷺ کے علاوہ کسی کی تقلید کے پابند نہیں ہوتے۔ شیخ مساوی نے اس حوالے سے بعض حضرات جیسے ابوطالب مکی، امام غزالی، شیخ اکبر، امام سیوطی، امام شعرانی وغیرہ کا کلام نقل فرمایا ہے، بلکہ امام شعرانی نے تو حضرت غوثِ اعظم اور محمد حنفی شاذلی کا نام ایسے لوگوں میں دیا ہے جو غیر شارع کی تقلید سے نکل جاتے ہیں۔

چوتھی وجہ: اگر ہم یہ تسلیم کر لیں کہ حضرت غوثِ اعظم فروع میں اپنے مذہب کی تقلید سے نکلے ہیں تو یہ قطعاً تسلیم نہیں کریں گے کہ آپ نے عقائد اور اصول میں بھی حنبلی مذہب (جو کہ سلف کے قریب ترین ہے) کو چھوڑا ہو کیونکہ آپ کی مشہور و معروف ولایت اور بلند مرتبہ مقام کا ہر کوئی معترف ہے، آپ یقیناً خصوصیتِ کبریٰ اور صدیقیتِ عظمیٰ کے اس مقام پر فائز ہیں جس کے بعد فقط نبوت کا درجہ رہ جاتا ہے، اس مرتبہ پر فائز ہونا معرفت کے کمال کو لازم کرتا ہے جو کہ مقامِ مشاہدہ پر فائز ہونے کا ایک منطقی نتیجہ ہے، جو معرفت دلیل اور برہان کے مطالعہ سے حاصل ہوتی ہے اُس سے کہیں بلند درجہ معرفت مشاہدہ کے ذریعے حاصل ہوتی ہے، اس صورت حال میں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ معرفت کے کمال اور بد عقیدہ لوگوں کے عقیدے میں سے تھوڑے سے حصے کو کیسے یکجا کیا جا سکتا ہے؟ (یا بد عقیدگی نہیں ہوگی، یا معرفت کا کمال نہیں ہوگا، دونوں چیزیں یکجا نہیں ہو سکتیں) اس طرح شیخ مساوی نے عبقری روایتی بلند مرتبہ بلاغت اور سحبانی فصاحت کے ساتھ تحریر فرمائے، پھر انہوں نے "رسالہ قشیریہ" اور "القواعد الزروقیہ" سے اقتباسات نقل کر کے اکابر صوفیہ کرام کے

عقائد کی محفوظیت کو واضح کیا، اور شیخ مساوی نے شیخ محمد بن ابوالفضل تیونسی کی تصنیف "تحریر المطالب علی عقیدۃ ابن الحاجب" سے بھی اقتباسات نقل کئے ہیں۔

اگرچہ ہم نے اس بات کی وضاحت کر دی ہے کہ "غنیۃ الطالبین" میں حضرت غوثِ اعظم نے آیاتِ متشابہات کے حوالے سے تفویض کا مسلک اختیار فرمایا تھا جو کہ سلف کا مذہب ہے، مگر امام یافعی فرماتے ہیں:

"حضرت غوثِ اعظم کا اس عقیدہ سے رجوع ثابت ہے، آپ نے آیاتِ متشابہات کے حوالے سے تفویض کے مسلک سے تاویلِ اجمالی کے مسلک کی طرف جو اشاعرہ کا مذہب ہے رجوع فرما لیا تھا، شاید بعد میں خواہشات کے پیچھے چلنے والوں کے ظاہر ہونے اور اپنی فاسد آراء کے مطابق آیات و احادیث کی تاویل کرنے والوں کے پیش نظر آپ نے خَلَفْ (بعد والوں) کا مسلک اختیار کیا اور خلف نے بھی اجمالی تاویل کا دروازہ اسی وجہ سے کھولا تھا۔"

جبکہ امام شعرانی فرماتے ہیں:

"آیاتِ متشابہات کے حوالے سے "غنیۃ الطالبین" کا کلام حضرت غوثِ اعظم کی طرف بدنیتی سے منسوب کیا گیا ہے۔"

اب اس ساری گفتگو کے بعد میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے حضرت غوثِ اعظم کے کلام کی کافی و شافی تشریح کر دی ہے، اب الحمدللہ سارے اشکالات زائل اور حقائق واضح ہو گئے اور معترض کے اعتراض کا بے بنیاد ہونا کھل کر سامنے آ گیا۔

خاتمہ

حسب وعدہ "بہجۃ الاسرار" کے بارے میں باقی مباحث پر مشتمل خاتمہ پیش خدمت ہے۔ تعجب ہے کہ اس معترض اور اس جیسے لوگوں کو "بہجۃ الاسرار" میں مذکور حضرت غوثِ اعظم کے ارشادات میں نہ تو تناسب، لطافت، شیرینی دکھائی دی، اور نہ ہی دقائق کی حلاوت اور حقائق کی کثرت نظر آئی، معترض اور اُس کے ہم خیال لوگوں کا یہ منفی رویہ دو میں سے کسی ایک وجہ سے ہی ہوگا: یا تو انہیں اُن کے ذی علم ہونے کے باوجود تعصب نے ارشاداتِ غوثیہ کی خوبیاں دیکھنے سے روک دیا، یا پھر انہوں نے یہ خوبیاں دیکھی تو ہیں مگر وہ اپنی بیمار ذہنیتوں اور بصارتوں کی وجہ سے ان خوبیوں کا ادارک ہی نہیں کر سکے، اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اور انہیں معاف فرمائے۔

جن مباحث کی طرف ہم نے اشارہ کیا تھا وہ آٹھ ہیں اور درج ذیل ہیں:

پہلی مبحث:

شیخ شطنوفی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت غوثِ اعظم کے استاد شیخ حماد الدباس سے حضرت غوثِ اعظم کے بارے میں روایت نقل کی ہے کہ:

"أخذ من المواثيق ألا يمكر به"

''انہوں نے اللہ تعالیٰ سے یہ عہد لئے کہ وہ اُن کے ساتھ خفیہ تدبیر کا معاملہ نہیں فرمائے گا۔''

میں کہتا ہوں: لفظ "مکر" ذکر کرنے کا اصل مقصد انجام سے ڈرانا ہے جیسے

کہ ارشادِ ربانی ہے:

فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ۔ (۱)

''تو اللہ کی خفیہ تدبیر سے نڈر نہیں ہوتے مگر تباہی والے۔''

لیکن ہر جگہ کے لئے مختلف بات ہے، اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف منسوب لفظ "مکر" کی تفسیر اور تشریح کے لئے علمائے باطن کی طرف رجوع کرنا چاہیے جن میں سے حضرت بایزید بسطامی بھی ہیں، آپ کا ارشاد گرامی ہے:

''تم نے اپنا علم موت کا ذائقہ چکھنے والوں سے لیا اور ہم نے اپنا علم اُس ذات سے لیا جو ہمیشہ سے زندہ ہے اور اُسے کبھی موت نہیں آئے گی۔''

علامہ اسماعیل حقی نے اپنی تفسیر روح البیان میں عظیم ولی اللہ شیخ نجم الدین کبریٰ کی تفسیر "التاويليات النجمية" سے یہ عبارت نقل کی ہے:

''اللہ تبارک وتعالیٰ کا ''مکر'' (خفیہ تدبیر) اہلِ قہر کے ساتھ قہر اور اہلِ لطف کے ساتھ لطف وکرم ہے، اللہ تعالیٰ کے مکر (قہر) سے وہ اہلِ قہر محفوظ نہیں رہتے جو دارین کے خسارے سے دوچار ہوتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے مکر (لطف وکرم) سے وہ اہلِ لطف محروم نہیں ہوتے جنہوں نے دنیا اور آخرت کو اللہ تعالیٰ کی رضا پر قربان کرکے اپنے رب کو پالیا، اس بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اہل اللہ حضرات اللہ تعالیٰ کے مکر (کی پہلی قسم یعنی قہر) سے محفوظ ہیں اور اس بات پر درج ذیل

(۱) سورۃ الاعراف ۹۹

ارشاد ربانی دلالت کرتا ہے:

أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُم مُّهْتَدُونَ ۔ (۱)

''انہیں کے لئے امان ہے اور وہی راہ پر ہیں۔''

علامہ اسماعیل حقی نے یہ اقتباس نقل کرنے کے بعد فرمایا:

''جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے مکر (قہر) سے بے خوف ہونے کو کفر شمار کیا گیا ہے مگر یہ بات اہلِ قہر کے لئے ہے اہلِ کرم کے لئے نہیں اس لئے کہ کامل اولیاء کو اُن کی دنیوی زندگی میں ہی سلامتی کی خوشخبری دے دی جاتی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۔ (۲)

''انہیں خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔''

نیز اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی اسی حوالے سے ہے:

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۔ (۳)

''سن لو بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ غم۔''

لیکن اہل اللہ حضرات اپنی سلامتی کا علم ہونے کے باوجود اس بات کو چھپاتے ہیں، کیونکہ انہیں یہی حکم ہوتا ہے اور ان کے لئے اپنی سلامتی کا علم ہی کافی ہوتا ہے۔

اور علامہ حقی نے جو یہ فرمایا ہے کہ:

''انہیں اپنی سلامتی کو چھپائے رکھنے کا حکم ہوتا ہے۔''

(۱) سورۃ انعام ۸۲
(۲) سورۃ یونس: ۶۴
(۳) سورۃ یونس: ۶۲

تو اس سے مراد اکثر اولیاء ہیں تمام اولیاء مراد نہیں، بعض اولیاء کو تو اس نعمت کے اظہار کا بھی حکم ہوتا ہے جیسے کہ ہم نے پچھلے صفحات میں تحریر کیا، ایسے ہی لوگوں میں سے شیخ اکبر شیخ محی الدین ابن عربی بھی ہیں، آپ نے تمام انبیاء ومرسلین کے ساتھ اپنی ملاقات اور اپنے سر کی آنکھوں سے اُن کی زیارت اور اُن سے بعض فوائد کے حوالے سے استفادہ کرنے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

''حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مجھے کشف و ایضاح اور دن رات کو پھیرنے کا علم عطا فرمایا... یہ کشف میرے لئے اس بات کی علامت تھا کہ میرے لئے آخرت میں بدنصیبی نہیں ہے۔''

میں کہتا ہوں: ''حضرت غوث اعظم کا وہ مقام ناز جس کا تذکرہ کرتے ہوئے اہل علم نے کتابوں نے کثیر صفحات بھر دیئے ہیں، اس بات کا عظیم قرینہ ہے کہ آپ کو وہ وعدے اور عہد عطا کئے گئے تھے جن کی طرف سابقہ سطور میں اشارہ کیا گیا۔

دوسری مبحث:

شیخ شطنوفی کا یہ کہنا کہ ماہ وسال اور سورج بارگاہِ غوثیت میں سلام عرض کر کے بات چیت بھی کرتے تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ شیخ الاسلام ابو حفص عمر بلقینی سے حضرت غوث اعظم کے اس فرمان:

''ماہ وسال اور دن میرے پاس آتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک مجھے سلام کرتا ہے، سورج ہمیشہ طلوع اور غروب سے پہلے مجھے سلام کرتا ہے۔''

کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا:

''اے اللہ! ہمیں صالحین کی جماعت میں شامل فرما، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ۔'' (۱)

''اُن پر سلام ہوگا مہربان رب کا فرمایا ہوا۔''

ایک اور ارشادِ ربانی ہے:

''وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ o سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ۔'' (۱)

''اور فرشتے ہر دروازے سے اُن پر یہ کہتے ہوئے آئیں گے:

''سلامتی ہو تم پر۔''

جب اللہ تبارک وتعالیٰ اور اُس کے فرشتوں نے اولیاء کو سلام فرمایا ہے تو چاند سورج اُس کے اولیاء کو سلام کیوں نہیں عرض کریں گے؟! اس بات کے منکر کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم سمجھتے ہوئے نظر انداز کیا جائے گا۔

تیسری بحث:

شیخ شطنوفی نے "بهجة الاسرار" میں ذکر کیا ہے کہ حضرت غوث اعظم فرماتے ہیں:

''میں اپنے نانا رحمتِ عالم ﷺ کے نقشِ قدم پر ہوں، اور یہ بات مشہور و معروف ہے کہ ہر ولی کسی نبی کے نقشِ قدم پر ہوتا ہے، اور اولیاء میں سے جو بھی رحمتِ عالم ﷺ کے نقشِ قدم پر ہوتا ہے اُسے ''محمدی'' کہا جاتا ہے۔''

---

(۱) سورۂ یٰسین: ۵۸

(۲) سورۂ رعد: ۲۳، ۲۴

اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے شیخ اکبر شیخ محی الدین ابن عربی نے فرمایا:

''محمدی اقطاب وہ ہیں جنہیں ایسے شرعی احکام اور احوال عطا کئے گئے جو سابقہ انبیاء میں سے کسی نبی اور سابقہ شریعتوں میں سے کسی شریعت کو عطا نہیں کئے گئے اور اگر یہ احکام و احوال آپ کی شریعت اور ذات کے علاوہ کسی پہلی شریعت اور کسی پہلے نبی اور رسول میں بھی پائے جاتے تھے تو ایسے احکام و احوال کا مالک اُسی رسول اور شریعت کی طرف منسوب ہوگا۔ اگر چہ وہ امتِ محمدیہ میں سے ہو، اگر وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نقشِ قدم پر ہے تو اُسے موسوی اور اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نقشِ قدم پر ہے تو اُسے عیسوی اور اگر وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نقشِ قدم پر ہے تو اُسے ابراہیمی کہا جائے گا۔ اور اگر کسی دوسرے نبی یا رسول کے نقشِ قدم پر ہے تو اُسے اُسی کی طرف منسوب کیا جائے گا اور محمدی فقط وہ کہلائے گا جو آپ ﷺ کے نقشِ قدم پر ہو اور اُسے آپ کی شریعت کے احکام و احوال عطا کئے گئے ہوں۔''

اس قول کی روشنی میں یہ بات سمجھ آتی ہے کہ ہر غوث محمدی نہیں ہوتا بلکہ کتنے ہی اغواث کو یہ مرتبہ و مقام نصیب نہیں ہوا ہوگا، کیونکہ یہ مرتبہ و مقام تو فقط اکابر اولیاء کے لئے ہے اور حضرت غوثِ اعظم قطبیتِ کبریٰ کے بعد محمدی بھی ہیں۔

ہمارے استاد سیدی سید محمد بن ابی القاسم جن کا ذکر پہلے بھی کئی بار گزرا، نے اپنی بعض مجالس میں ارشاد فرمایا:

''سیدی شیخ عبدالقادر جیلانی نبی کریم ﷺ کی ذات میں ڈوبے ہوئے تھے، ایسے ہی بعض لمحات میں آپ نے فرمایا:

انا کنت مع نوح باعلی سفینة	بحارا وطوفانا علی کف قدرة
و کنت و ابراهیم ملقی بناره	وما برد النیران الا بدعوتی
و کنت و موسیٰ فی مناجاة ربه	وموسیٰ عصاه من عصای لستمدت

- ❀ میں دریاؤں اور طوفانوں کی صورت میں قدرت کی ہتھیلی پر تھا، میں حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ اُن کی کشتی پر تھا۔
- ❀ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ اُن کی آگ میں ڈالا گیا، وہ آگ میری دعاء سے ہی تو ٹھنڈی ہوئی۔
- ❀ اور میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھا جب وہ اپنے رب سے مناجات کر رہے تھے اور حضرت موسیٰ کے عصا نے میرے عصا سے مدد حاصل کی۔

استادِ محترم سیدی سید محمد بن ابی القاسم نے ان اشعار کے حوالے سے فرمایا:

''ان اشعار میں حضرت غوثِ اعظم نے جو کچھ بظاہر اپنی طرف منسوب کیا ہے درحقیقت اُس ذات کی طرف منسوب ہے جس میں حضرت غوثِ اعظم کی ہستی ڈوبی ہوئی اور فنائیت سے سرشار تھی، میری مراد رحمتِ عالم ﷺ کی ذات گرامی ہے جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انبیاء، مرسلین اور جمیع مقربین کا وسیلہ ہیں۔''

سیدی محمد بن ابی القاسم کے اس فرمان کی روشنی میں شیخ شبلی کا وہ قول بھی واضح

ہو گیا، آپ نے اپنے شاگرد سے پوچھا:

''کیا تم گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟''

تو اُس شاگرد نے مثبت جواب دیا(1) اولیائے کرام سے ایسے ہی کئی اور اقوال بھی روایت کیے گئے ہیں۔

علامہ سیدنا عبدالقادر محی الدین اپنی تصنیف "المواقف الروحیہ" میں فرماتے ہیں:

''مجھے بچپن سے ہی صوفیہ کرام کی کتب پڑھنے کا شدید شوق تھا مگر میں عملی طور پر اُن کے راستے پر گامزن نہیں تھا، میں مطالعہ کے دوران اُن کی ایسی باتوں پر مطلع ہوتا تھا کہ میں اُن حضرات کے بعض کلمات سے اُن کی مراد پر یقین، اُن کے کامل آداب اور فضیلت والے اخلاق کا علم ہونے کے باوجود اُن بعض باتوں پر تنگدل ہوتا اور میرے رونگٹے کھڑے ہو جایا کرتے تھے۔ ایسے ہی کلمات میں سے حضرت غوث اعظم کا انبیاء کے ساتھ ملنا۔ اور یہ فرمانا:

''اے انبیاء کرام آپ حضرات کو لقب دیا گیا اور ہمیں وہ کچھ دیا گیا جو نصیب نہیں ہوا''

یہ اور دیگر اولیاء کے ایسے کلمات مجھے پریشان کیا کرتے تھے، صوفیہ کرام نے ان کلمات کی تاویل کرتے ہوئے جو کچھ کہا میرا دل اُس پر مطمئن نہیں ہوتا تھا، یہاں تک کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے مدینہ منورہ کی حاضری اور وہاں قیام کی سعادت نصیب فرمائی، اس دوران ایک دن میں خلوت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوئے اُس کی طرف

---

(1) یہاں بھی رحمتِ عالم ﷺ کی اتباع اور آپ کی ذات وتعلیمات میں فنائیت کی گواہی مانگی اور دی گئی ہے۔ (مترجم)

متوجہ تھا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے یوں اپنی رحمت کی آغوش میں لیا کہ میں دنیا اور اپنے آپ سے غافل ہو گیا۔ پھر اس نے مجھے پہلی والی کیفیت پر لوٹا دیا، مجھے ہوش آیا تو میں بر سبیل حکایت نہیں بلکہ بر سبیل انشاء کہہ رہا تھا:

لو كان موسى بن عمران حيا ما وسعه الا اتباعي۔ (1)

"اگر آج موسیٰ بن عمران زندہ ہوتے تو انہیں میری اتباع کرنی پڑتی۔"

تب مجھے یہ محسوس ہوا کہ میں آغوشِ رحمت کے زیر اثر یہ بات کہہ گیا تھا اور میں اُس وقت عبدالقادر محی الدین نہیں تھا بلکہ اُس وقت جنابِ رسول اللہ ﷺ کی ذات میں فنائیت کی لذت سے سرشار ایک انسان تھا۔ ورنہ میں نے جو کچھ کہا وہ میرے لئے فقط بر سبیل حکایت کہنا ہی جائز ہوتا، اور اسی طرح ایک مرتبہ پھر میری زبان سے حضور رحمت عالم ﷺ کا یہ قول ادا ہوا:

"أنا سيد ولد آدم ولا فخر۔" (1)

"میں اولادِ آدم کا سردار ہوں اور یہ فخر کی بات نہیں۔"

تب مجھے صوفیہ کرام کے وہ اقوال سمجھ آئے جن پر میں تنگدل ہوا کرتا تھا، میرا مطلب یہ ہے کہ یہ میرے لئے دو عملی مثالیں اور نمونے تھے ورنہ یہ مراد نہیں کہ میں اپنے حال کو اُن حضرات کے حال سے تشبیہ دے رہا ہوں، ہرگز ہرگز ایسا نہیں، اُن کا مقام تو بہت اعلیٰ، بہت محترم اور بہت مکمل ہے۔"

---

(1) یہ دراصل حدیث نبوی کے کلمات ہیں۔ کنز العمال (حدیث رقم ۱۰۱۰) ۱/۱۹۶

(1) المستدرک (حدیث رقم ۳۱۸۹) ۲/۶۱۰

چوتھی بحث:

سیدی عبدالقادر جیلانی کا یہ قول:

"تمام مردانِ حق جب تقدیر تک پہنچتے ہیں تو اُسے تھام لیتے ہیں مگر میں جب اُس تک پہنچا تو میرے لئے اُس میں ایک روزن کھول دیا گیا تب میں نے حق تعالیٰ کی اقدار کا حق کے لئے حق کی قوت کے ساتھ مقابلہ کیا، مردِ تقدیر کا مقابلہ کرنے والا ہوتا ہے اپنے آپ کو اس کے سپرد کرنے والا نہیں ہوتا۔"

شیخ محمد بونی تمیمی نے سیدی علی عزوز کے رسالے کی شرح میں اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

"تقدیر کو تھام لینے سے مراد کو ابن عطاء اللہ سکندری کا قول واضح کرتا ہے:

"پست ہمتیں تقدیر کی دیوار میں روزن نہیں بنا پاتیں۔"

اور حضرت غوثِ اعظم کا فرمان: "مگر میں....." درج ذیل حدیث کی طرف اشارہ ہے:

الدعاء جند من أجناد الله مجند يرد القضاء بعد أن يبرم۔ (1)

"دعا اللہ تعالیٰ کے ایسے لشکروں میں سے ہے جو تقدیر مبرم کو ٹال دیتی ہے۔"

میں کہتا ہوں: "شیخ بونی تمیمی نے سید عزوز کی کے رسالہ پر اپنی شرح میں جو حدیث ذکر کی ہے اُسے ابن عساکر نے روایت کیا ہے، جیسے کہ یہ حدیث امام سیوطی کی "جامع" میں بھی روایت کی گئی ہے اور ہم حضرت غوثِ اعظم کے جس فرمان پر بات

کر رہے ہیں۔ امام شعرانی نے اُس کی زیادہ بہتر اور زیادہ دقیق تشریح کی ہے جس کا خلاصہ پیشِ خدمت ہے:

امام شعرانی فرماتے ہیں:

''میں نے اپنے پیر و مرشد حضرت علی خواص سے پوچھا:

''کیا اولیاء میں سے کوئی مخلوقات کی تقدیر کے راز پر مطلع ہوا ہے؟''

تو انہوں نے فرمایا:

''ہاں رحمتِ عالم ﷺ کے (روحانی اور معنوی) وارث ہونے کی حیثیت سے بعض اولیاء کو بالتبع یہ علم عطا ہوتا ہے، کیونکہ یہ علم رحمتِ عالم ﷺ کے علاوہ کسی اور کو (مستقل طور پر) عطا نہیں کیا گیا۔''

میں نے پوچھا:

''اولیاء کو براہِ راست یہ علم کیوں نہیں دیا جاتا؟''

تو انہوں نے فرمایا:

''کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور ایسی دیگر ذمہ داریاں جو دی ہیں اُن کے لئے آپ کو خاص قوت بھی عطا کی گئی ہے، اگر اولیاء میں سے کوئی اُن بھاری ذمہ داری پر فقط مطلع بھی ہو تو اُس کی ہمت جواب دے جائے گی، اس لئے اللہ تعالیٰ عام اولیاء سے مخلوقات کی تقدیر کے راز او جھل رکھتا ہے تا کہ وہ اپنی وہ ذمہ داریاں نبھاتے رہیں جو انہیں سونپی گئی ہیں۔

(۱) کنز العمال (۱/۲۲۱۸-۲/۹۳)

اگر بندے کو یہ دکھا دیا جائے کہ بندوں کو اللہ تعالیٰ کی مشیت اس حال تک لائی ہے جس میں وہ مبتلا ہیں تو بندہ اس انکشاف کے بعد مدافعت سے رک جائے گا۔''

بندہ جیسے کہ حضرت غوثِ اعظم نے فرمایا:

''حق تعالیٰ کی اقدار کا، حق کے لئے حق کی قوت کے ساتھ مقابلہ کرتا ہے اور اپنے آپ کو اقدار کے حوالے نہیں کرتا۔''

اس کلام کی تشریح میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ:

''اُن اقدار سے مراد جن کا بندہ مقابلہ کرتا ہے اس معاملے سے متعلق ارادے کا موجود ہونا ہے، اب بندہ شرعی امور کے ساتھ اُس امر کا مقابلہ کرتا ہے، پس ارادہ اقدارِ حق کا ترجمان ہے اور اس طرح بندہ حق یعنی شرع کے ذریعے اقدار کا مقابلہ کرتا ہے۔ اور اگر وہ شرع کے ذریعے اقدار کا مقابلہ نہ کرے گا تو گنہگار ہو گا۔''

میں کہتا ہوں: ''اس بات کو مزید سمجھنے کے لئے ہمیں صوفیہ کرام کا یہ قول پیش نظر رکھنا چاہیے، وہ فرماتے ہیں: ''جس شخص نے مخلوق کو حقیقت کی نظر سے دیکھا وہ اُسے معذور جانے گا، اور جس نے مخلوق کو شریعت کی نظر سے دیکھا وہ مخلوق کے گناہوں سے ناراض ہوگا۔'' حضرت غوثِ اعظم تقدیر کی حقیقت کا انکشاف ہونے کے باوجود اپنے کمالات کے عروج کے باعث اپنے اس کشف کے ہوتے ہوئے بھی شریعت کے ذریعے عملی مدافعت سے دستبردار نہیں ہوئے، اللہ تبارک وتعالیٰ زیادہ جاننے والا ہے۔

پانچویں بحث:

حضرت غوثِ اعظم کا یہ فرمان:

''میرا دل اللہ عزوجل کے علمِ مکنون میں ہے۔''

اور پھر آپ کا اپنے قلب اطہر کے اوصاف ذکر کرنا یہاں تک کہ آپ نے مزید فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلب مبارک پر یہ کرم فرمایا کہ اُسے دنیا اور آخرت کے درمیان، مخلوق اور خالق کے درمیان، ظاہر اور باطن کے درمیان اہل الیقین کے ساتھ بٹھا دیا۔''

حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کے بقول آپ کے دل کا اللہ تعالیٰ کے علمِ مکنون میں ہونا اُس حدیث کی طرف اشارہ ہے جسے صاحب ''مسند الفردوس'' نے اپنی سند کے ساتھ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اور ہم نے صاحب ''مسند الفردوس'' تک اپنی سند سے روایت کیا ہے، کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إن من العلم كهيئة المكنون لا يعلمه إلا العلماء بالله فإذا نطقوا به لم ينكره إلا أهل الغرة بالله۔ (۱)

''علم کا ایک حصہ ایسا مستور ہے جس پر اللہ کی معرفت والے ہی مطلع ہوتے ہیں اور جب یہ اللہ والے اس علم کا اظہار کرتے ہیں تو بارگاہ الٰہی کے ادب ناشناس ہی اس علم کا انکار کرتے ہیں۔''

شیخ اکبر شیخ محی الدین ابن عربی نے یہ حدیث نقل کرنے کے بعد فرمایا:

(۱) کنز العمال، ۱۸۱/۱۰

''یہ وہ علم ہے جس کے اظہار کی اجازت ہے، تمہارا اُس علم کے بارے میں کیا گمان ہے جس کے اظہار کی اجازت نہیں اسرار سے علوم عبارات کے تحت نہیں ہیں بلکہ بہت سے علم اذواق سے تعلق رکھتے ہیں۔''

اور غوثِ اعظم کا اپنے دل کے بارے میں یہ فرمان کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے فلاں اور فلاں کے درمیان بٹھایا ہے تو اس کا معنیٰ بھی آپ کے کلام سے ہی ظاہر ہوتا ہے یعنی آپ کو مخلوق کی رہنمائی خالق کی طرف توجہ سے اور نہ ہی خالق کی طرف توجہ مخلوق کی رہنمائی سے غافل کرتی ہے اور اس طرح ظاہر یعنی شریعت کی پابندی باطن سے اور باطن میں مشغولیت ظاہر کی پابندی سے غافل نہیں کرتی اور باطن میں مشغول ہونے کا مطلب حقیقت کے دریاؤں میں اہلِ حقیقت کا غوطہ لگانا اور فائدہ حاصل کرنا ہے، ''بهجة الاسرار'' میں آپ کے کلام کا ایسا ہی معنیٰ بیان کیا گیا ہے اور عارف باللہ کے لیے فتوحات الٰہیہ کے تحت آپ کا یہ قول بھی ذکر کیا گیا ہے:

''اللہ تعالیٰ اُس کے لئے دو پَر پیدا فرما کر اُسے مخلوق کی طرف لوٹا دیتا ہے اور وہ اُن (دو پروں) کے ذریعے دنیا و آخرت کے علاوہ مخلوق اور خالق کے درمیان اڑتا پھرتا ہے۔''

بیشک یہ پاکیزہ وصف حضرت غوثِ اعظم کے قلب اطہر کو سلوک کے آغاز میں حاصل ہوا۔ کیونکہ یہ پاکیزگی رکاوٹوں کو عبور کرنے والے اور راضی برضا رہنے والے حضرات کو حاصل ہوتی ہے اور راضی برضا رہنے کا مقام چھٹا درجہ ہے جو کہ نفسِ کاملہ کے حصول سے پہلے آتا ہے، جبکہ نفسِ کاملہ ساتواں مقام اور منازلِ سلوک کی انتہاء ہے جیسے کہ ہمارے استاد سیدی سید محمد بن ابی القاسم نے اپنے بعض رسائل میں تحریر کیا۔

چھٹی مبحث:

شیخ شطنوفی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت غوثِ اعظم کے بارے میں شیخ ''بقی'' کا یہ قول نقل کیا ہے کہ آپ نے جاگتے ہوئے رحمتِ عالم ﷺ کی زیارت کی، نیز انہوں نے آپ سے نقل کیا کہ آپ نے فرمایا:

''میں ملائکہ کو بھی دیکھتا ہوں۔''

بیداری میں رحمتِ عالم ﷺ کی زیارت کا مسئلہ علمائے کبار کی طرف سے جواز اور عدم جواز کی بحثوں کے باعث بہت واضح ہو چکا ہے، جبکہ بعض محققین نے نبی کریم ﷺ کی زیارت اور فرشتوں کو دیکھنے کے حوالے سے مستقل کتابیں بھی لکھی ہیں، ہمیں اس موضوع پر امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف:

''تنوير الحلك في رؤية النبي والملك''

کافی ہے، اس کتاب نے صحیح بخاری و مسلم کی احادیث نقل کر کے علمی پیاس بجھا دی ہے، پھر امام سیوطی نے امت کے ان برگزیدہ لوگوں کے نام لکھے ہیں جنہوں نے بیداری کی حالت میں رحمتِ عالم ﷺ کی زیارت کی، ایسے ہی لوگوں میں سے حضرت غوثِ اعظم بھی ہیں، امام سیوطی نے امام سراج الدین ابن الملقن کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت غوثِ اعظم ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے رحمتِ عالم ﷺ کو بیداری کی حالت میں دیکھا، اور اس بات کو علامہ لقانی نے بھی ''الجوهرة'' پر اپنی شرح میں نقل کیا ہے، انہوں نے یہ بات ''الجوهرة'' کے اس قول کے تحت ذکر کی:

''و تابع لنهجه من امته۔''

''اور آپ کے منہج کی آپ کی امت میں سے (کچھ افراد) نے پیروی کی''

ساتویں مبحث:

شیخ شطنوفی نے شیخ عبدالرحمن طفسونجی کی یہ حکایت نقل کی ہے کہ شیخ طفسونجی نے فرمایا:

''میں نے شیخ عبدالقادر کا ذکر زمین میں ہی سنا جبکہ میں چالیس سال درکاتِ قدرت میں رہا میں نے آپ کو وہاں آتے جاتے نہیں دیکھا۔''

حضرت غوثِ اعظم نے اس بات کو کشف کے ذریعے معلوم کر لیا۔ تب آپ نے شیخ طفسونجی کو پیغام بھیجا۔

''آپ درکاتِ قدرت میں تھے اور جو اس مقام پر ہو وہ اسے نہیں دیکھ پاتا جو بارگاہ رب العزت میں ہوتا ہے اور جو اس مقام پر ہے وہ اسے نہیں دیکھ پاتا جو مقام ''مخدع'' میں ہوتا ہے، میں ''مخدع'' میں ہی تھا۔ میں وہاں سے ایک ایسے خفیہ راستے کے ذریعے آتا جاتا تھا کہ آپ مجھے دیکھ اور پہچان نہیں سکتے تھے، آپ کے لئے میرے ہاتھوں ولایت کی خلعت بھیجی گئی جس پر سورۂ اخلاص نقش تھی۔''

شیخ طفسونجی نے یہ بات سن کر فرمایا:

''حضرت غوثِ اعظم نے سچ فرمایا وہ سلطانِ وقت ہیں۔''

میں کہتا ہوں: ''اس واقعہ کو ملا علی قاری، سیدی مصطفی بکری وغیرہما نے بھی روایت کیا ہے، بلکہ شیخ اکبر نے شیخ محمد بن قائد اوانی کے حوالے سے ذکر کیا کہ ان کے ساتھ بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا، وہ فرماتے ہیں:

''ابنِ قائد بارگاہِ الٰہی میں اپنے سُکر پر نازاں تھے۔ انھوں نے کہا: ''میں حق کی طرف چلا تو میں نے اُس راستے پر کسی قدم کا نشان تک نہیں دیکھا، ہاں ایک قدم کا نشان دیکھا جو میرے آگے آگے تھا، تب مجھے تشویش ہوئی کہ یہ کس کا قدم ہے؟ اُس وقت مجھے کہا گیا: ''یہ تمہارے نبی کا قدم ہے۔'' یہ سن کر میرے دل کا اضطراب ختم ہو گیا، جب میں قریب ہوا تو میرے لئے منبر رکھا گیا، میں اُس پر بیٹھ گیا۔ تب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے خلعتیں بھیجی گئیں جو مجھے پہنائی گئیں۔'' حضرت غوثِ اعظم نے فرمایا: ''ابن قائد مسکین ہے۔ میں بھی اُس مجلس میں موجود تھا اور وہ نوالہ یعنی خلعتیں میری طرف سے دی گئی تھیں۔'' تب آپ سے پوچھا گیا: ''آپ کہاں تھے کہ ابن قائد آپ کو دیکھ نہیں سکے؟'' تو آپ نے فرمایا: ''میں مقام ''مخدع'' میں تھا۔'' پھر آپ نے اُن خلعتوں کی نشانیاں بیان کیں جنہیں ابن قائد نے پہچان لیا اور کہا:

''شیخ عبدالقادر نے سچ فرمایا۔''

''مخدع'' میم کے نیچے کسرہ اور دال پر فتحہ کے ساتھ یہ خزانہ ہے، سیدی مصطفیٰ بکری کے ''الفیہ'' میں صوفیہ کرام کی اصطلاحات کی فصل میں ہے:

وَ مِخْدَعٌ مَوْضِعُ سِتْرٍ لِلْقُطْبِ وَالْلُّبُّ سِرُّهُ لَاتَنْبِي

''مخدع'' قطب کے چھپنے کی جگہ ہے اور جو کسی چیز کا راز ہے اُسے راز ہی رکھا جاتا ہے۔''

اور نوالہ اُن خلعتوں کا نام ہے جو حق تعالیٰ کی طرف سے اہلِ قرب کو پہنائی جاتی ہیں۔

پھر شیخِ اکبر (اللہ تعالیٰ ہمیں اُن کے اسرار کے ذریعے نفع دے) نے فرمایا:

''ابنِ قائد نے جو قدم دیکھا تھا اور اُسے حقیقی طور پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم گمان کیا تھا، حالانکہ وہ آپ کے روحانی و معنوی وارث (حضرت غوثِ اعظم) کا قدم تھا اور اسی طرح اگر کسی دوسرے کو بھی کہا جائے تو محمدی اقطاب میں سے کسی کا قدم مراد ہوگا۔''

پھر شیخِ اکبر نے مزید فرمایا:

''حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ نے اُس مقام کا نام ذکر نہیں فرمایا جس پر وہ فائز تھے بلکہ لفظِ ''مخدع'' فرمایا تاکہ ابن قائد کو بتایا جا سکے کہ وہ اُس وقت دھوکہ کھا گئے جب انہوں نے کہا کہ انہوں نے حضرت غوثِ اعظم کو بارگاہِ رب العزت میں نہیں دیکھا (۱) انہوں نے اللہ تعالیٰ کی جتنی معرفت انہیں حاصل تھی اُس کے مطابق اُسی مقام کو بارگاہ رب العزت میں گمان کیا جس تک اُن کی رسائی تھی، انہوں نے بارگاہِ رب العزت کو اُس معرفتِ الٰہیہ کے مطابق نہیں دیکھا جو حضرت غوثِ اعظم یا دیگر اکابر کو حاصل تھی۔ یوں حضرت غوثِ اعظم کا مقام ابن قائد کی نظروں سے اوجھل رہا، آپ نے جب فرمایا کہ آپ مقامِ مخدع میں تھے تو آپ نے ابنِ قائد کو یہ بات سمجھا دی کہ وہ دھوکے میں رہے ہیں اور حضرت غوثِ اعظم کا یہ فرمانا: ''میرے پاس سے ابنِ قائد کو نوالہ یعنی خلعتیں دی گئیں۔'' اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ اُس مجلس میں ابنِ قائد کے شیخ تھے، اور انہوں نے آپ سے یوں استفادہ کیا کہ انہیں پتہ بھی نہیں چلا۔ آپ اپنے اور

(۱) مخدع کا مادہ خ، د، ع ہے جس کا لغوی معنی فریب اور دھوکا دینے کے ہیں، یہاں مطلب یہ ہے کہ حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ ایسے بلند مرتبہ و مقام پر فائز تھے کہ بڑے بڑے اولیا بھی آپ کا عجز و نیاز دیکھتے اور آپ کا بلند مقام نہ دیکھ سکنے کے سبب دھوکے میں آ گئے، غالباً اسی وجہ سے اس مقام کو ''مخدع'' سے تعبیر کیا گیا۔ واللہ اعلم ورسولہ بالصواب (مترجم)

دوسروں کے جو احوال بیان فرماتے لوگ اُسے تسلیم کرتے تھے کیونکہ آپ کے گواہ آپ کے دعویٰ کی سچائی پر اپنی گواہی کے ساتھ مہر تصدیق ثبت کرتے تھے۔

ہمیں یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ محمد بن قائد جن کا ذکر ہوا ملامتیہ میں سے ہیں جو کہ صوفیہ کرام میں پہلے درجے کے لوگ ہیں اور شیخ اکبر نے یکتائے روزگار افراد کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

''محمد بن قائد انہیں میں سے ایک ہیں۔ امام عبدالقادر جیلانی جن کے اقوال پر رجال کو پرکھا جاتا ہے، انہوں نے اس بات کی گواہی دی ہے۔''

پھر شیخ اکبر نے مزید فرمایا:

''یہ یکتائے روزگار لوگ قطب سے فروتر درجہ کے ہیں۔''

سیدی مصطفیٰ بکری نے ''ورد السحر'' کی شرح میں فرمایا:

''شاید شیخ طفسونجی اور شیخ ابن قائد کے واقعے حضرت غوث پاک کو ''قدمی ھذہ الخ'' کا اعلان کرنے کے حکم سے پہلے کے ہوں کیونکہ آپ کے اس ارشاد پر تمام معاصر اولیاء نے اپنے سر جھکا دیے تھے، اُس وقت کوئی ولی آپ کے نام اور مقام سے ناواقف نہیں رہا تھا اور حضرت غوثِ اعظم کے اس قول کو بھی اُسی تناظر میں سمجھا جائے گا، آپ نے فرمایا تھا:

''دو مردوں نے کسی حال کے حوالے سے میرے ساتھ جھگڑا کیا تو میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہی اُن کے سر تن سے جدا کر دیے تھے۔''

یقیناً یہ واقعہ بھی اُن دونوں کی لاعلمی میں ہوا ہوگا اور انہیں آپ کے مرتبہ و مقام کے حوالے سے علم نہ ہوا ہوگا کہ آپ زمانے کے غوث اور قطب وقت ہیں کیونکہ اکابر اولیاء تو انتہائی ادب والے تھے اور کسی صورت میں آپ سے آگے قدم نہیں بڑھاتے تھے۔

آٹھویں بحث:

حضرت غوث اعظم کا اپنے مجاہدات بیان کرتے ہوئے یہ فرمان:

''پھر نفس کی بیماریاں شفاء میں تبدیل ہو گئیں، خواہشات مر گئیں اور شیطان مسلمان ہو گیا۔''

یہاں شیطان کے مسلمان ہونے سے مراد اُس کا حضرت غوث اعظم کے سامنے ہتھیار ڈالنا اور یوں سر جھکانا ہے کہ وہ پھر آپ کو کسی حال میں بھٹکانے کی کوشش نہیں کرے گا، کیونکہ وہ آپ کو پھسلانے سے مایوس ہو چکا تھا۔ قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے مخلص بندوں کے بارے میں شیطان کا قول ذکر فرمایا:

إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ۔ (۱)

''مگر جو اُن میں تیرے چنے ہوئے بندے ہیں۔''

اور خود اللہ تبارک وتعالیٰ نے شیطان کو اپنے مخلص بندوں کے حوالے سے فرمایا:

إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ۔ (۲)

---

(۱) سورۂ حجر: ۴۰

(۲) سورۂ حجر: ۴۲

''بیشک میرے بندوں پر تیرا کچھ قابو نہیں۔''

اگر یہ کہا جائے کہ حضرت غوثِ اعظم کے فرمان میں مذکور شیطان کے اسلام کو ایمان سے کیوں تعبیر نہیں کیا گیا؟ حالانکہ یہ ممکن تھا کہ شیطان سے انسان کا ہمزاد مراد لے لیا جاتا اور اس بات کی دلیل یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا شیطان مسلمان ہو گیا تھا، جیسے کہ حدیث میں ہے، اور جو چیز معجزہ ہو سکتی ہے وہ کرامت بھی ہو سکتی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے شیطان کے اسلام لانے کا مسئلہ جیسے کہ امام مسلم اور امام احمد بن حنبل نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے درج ذیل ہے:

عن ابن مسعود أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: مامنکم من أحد إلا وقد وکل بہ قرینہ من الجن و قرینہ من الملائکۃ، قالوا : و إیاک؟ قال : و إیای ، إلا أن اللہ أعاننی علیہ فأسلم فلا یأمرنی الا بخیر۔ (۱)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''تم میں سے ہر ایک کے ساتھ جنات اور ملائکہ میں سے ایک ایک قرین مقرر کیا جاتا ہے۔''

صحابہ نے پوچھا:

''کیا آپ کے ساتھ بھی؟''

(۱) اس حدیث کو امام مسلم (۲۱۲۸،۲۱۶۷/۴) نے اور امام احمد نے مسند (۲۸۵،۲۵۷/۱) میں اور دارمی نے اپنی مسند (۲۵۱/۲) میں اور طبرانی نے کبیر (۱۰/۱۲) اور اوسط (۹۳/۳) میں اور ضیاء نے مختار (۵۴۹/۹) اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا۔

تو آپ نے فرمایا:

''ہاں میرے ساتھ بھی مگر اللہ تعالیٰ نے (میرے جن کے خلاف) میری مدد فرمائی تو وہ اسلام لایا اور وہ مجھے نیکی کا ہی حکم دیتا ہے۔''

اس حدیث میں لفظ "اسلم" میم پر فتح اور ضمہ کے ساتھ دونوں طرح آیا ہے، میم پر ضمہ کی صورت میں معنیٰ ہوگا: ''تاکہ میں اُس کے فتنے اور مکر سے محفوظ ہو جاؤں۔'' جبکہ قاضی عیاض اور امام نووی نے دوسری روایت یعنی میم پر فتح کو ترجیح دی ہے اور یہی روایت مختار بھی ہے۔ اب اس کا معنیٰ ہوگا: ''پس وہ جن ایمان لے آیا۔'' اور اس روایت کو ترجیح دینے کی دلیل رحمتِ عالم ﷺ کا یہ فرمان ہے: ''پس وہ مجھے خیر کا ہی حکم دیتا ہے۔'' ان الفاظ میں جو بات اشارہ میں کہی گئی وہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں صراحت سے کہہ دی گئی۔ اس حدیث کو بزار نے یوں روایت کیا ہے:

نبی رحمت ﷺ نے فرمایا:

فضلت علی الأنبیاء، بخصلتین، کان شیطانی کا فرا فأعاننی اللہ علیہ فأسلم، قال: وتسیت الاخری۔ (۱)

''مجھے (گذشتہ) انبیاء پر دو چیزوں کے ساتھ فضیلت دی گئی، میرا شیطان کافر تھا، تو اللہ نے میرے قرین کے خلاف میری مدد فرمائی تو وہ مسلمان ہو گیا راوی کہتے ہیں میں دوسری خصلت بھول گیا۔''

یہ حدیث ہمزاد شیطان کے ایمان پر تو دلالت کرتی ہے مگر حضور نبی کریم ﷺ کے ارشادِ گرامی: ''مجھے انبیاء پر فلاں چیز کے ذریعے فضیلت دی گئی'' نے مجھے

(۱) شرح مسلم للنووی: ۱۵۷/۱۷

حضرت غوث اعظم کے مذکورہ بالا فرمان میں ہمزاد شیطان کے اسلام کو ایمان سے تعبیر نہیں کرنے دیا، اس لئے اُن کے فرمان میں "اسلم" کا معنی سر جھکانا اور ہتھیار ڈالنا سلامتی کے زیادہ قریب ہے، اور اللہ تعالیٰ زیادہ جاننے والا ہے۔

یہاں پر اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہماری گفتگو اپنے اختتام کو پہنچی، بعض ناگزیر وجوہات کی بنا پر اس کتاب کی تالیف کے بعد نظر ثانی اور تبییض میں بہت عرصہ لگ گیا اور کئی احباب نے اس کی تکمیل کے لئے اشتیاق ظاہر کیا، اس سلسلے میں میرے ساتھ میرے زمانے کے افاضل اور بڑے علماء نے مراسلت بھی کی، اور جن لوگوں نے نظم کے ذریعے مجھے کتاب کی تکمیل پر ابھارا اُن میں سے ہمارے عالم دوست فصیح وبلیغ شاعر سید محمد گیلانی ابن ولی کامل سیدی سید ابراہیم قادری ہیں، انہوں نے اپنے مکتوب میں سلام ودعا کے بعد لکھا:

''محترم مجھے یاد پڑتا ہے کہ عربی کی ضرب الامثال میں سے ہے:

''بہترین نیکی وہ ہے جو جلدی ہو اور کم از کم نیکی وہ ہے جو بے شک تاخیر سے ہی ہو۔''

بادشاہوں کی خدمت انتہائی چابکدستی سے سرانجام دی جاتی ہے، یہ چابکدستی کیوں نہ ہو؟ ایسے شخص کے لئے انتہائی قرب اور محبت ہوتی ہے، ایسے لوگ ہر انعام کے مستحق ہوتے ہیں اور ہر مقصد کو آسانی سے حاصل کر لیتے ہیں۔

فسارع لجنّات النعيم فمهرها	و ربك ذب عن كرام ائمة
فقابل رَدودات الحسود بقولة	من الحق تنفي كل لبس وفرية
وقل إن عرضي والأحبة كلهم	وقاء لعرض القطب تاج الأجلة

تكن وحياة الشيخ أقرب خادم	لديه وتكسى العز في كل وجهة
فديتك لا تزهد فمازَ هدهم هدى	وداو كلوم الدين و اقبل وصيتي
فلو كان رد بالممات لمتها	ولكن بانصاف وجودة فكرة
وحيث عدمنا من يدافع مثلكم	طلبتم بفرض لابفقل وسنة
خصصت بفضل فاحمد الله انها	لعزة مجدها كلها دون شركة

- نعمتوں والی اُس جنت کی طرف جلدی کرو جس کا مہر تمہارے رب کی قسم عزت والے ائمہ کا دفاع کرنا ہے۔
- حاسد کے اعتراضات کا مقابلہ حق پر مبنی ایسے قول کے ساتھ کرو جو ہر ابہام اور تہمت کی نفی کر دے۔
- اور یہ کہو: میری اور میرے تمام احباب کی عزت اُس قطب ربانی کی عزت کے لئے ڈھال ہے جو عظیم لوگوں کے سر کا تاج ہے۔
- غوث اعظم کی پاکیزہ زندگی کی قسم آپ اُن کے قریب ترین خادم بن جائیں گے اور آپ کو ایسی خلعت پہنائی جائے گی جو ہر جگہ قابل عزت ہوگی۔
- میری جان آپ پر نثار ہو، آپ غوث اعظم کے گستاخوں کو بے لگام نہ چھوڑیں، ایسے لوگوں کا محاسبہ نہ کرنا مناسب نہیں، میری گزارش قبول فرمائیں اور دینی اعتبار سے بیمار شخص کا علاج کیجئے۔
- اگر موت سے اس بدنصیب کا رد ممکن ہوتا تو میں خود اس مقصد کے لئے مر جاتا، لیکن اس بے ادب کا علاج تو انصاف اور جولانی فکر سے ہی

ہوسکتا ہے (اور وہ آپ ہی کر سکتے ہیں)

❀ اور جب ہمیں ایسا شخص نہیں ملا جو آپ کی طرح غوثِ اعظم کا دفاع کرے تو آپ سے سنت یا نفل نہیں فرض کی ادائیگی کا مطالبہ کیا گیا۔

❀ آپ کو (غوثِ اعظم کے دفاع کی سعادت) عطا کی گئی پس آپ اس سعادت پر اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کریں، کہ آپ کو دی گئی فضیلت ایسی عزت ہے جس میں کسی کی شراکت نہیں۔

یہ سب ہمارے فاضل دوست سید محمد گیلانی کا حسنِ نظر ہے ورنہ میں (حضرت مصنف) اس قابل نہیں اور اللہ تعالیٰ کا فضل بہت وسعت والا ہے۔

میں نے اس کتاب کی تالیف کے دوران حضرت غوثِ اعظم کی کثیر کرامات کا مشاہدہ کیا، ان کرامات سے مجھے پیش نظر کتاب کی قبولیت کا اندازہ ہوا اگرچہ اس کتاب کا مؤلف حقیر ترین، انتہائی عاجز اور کمزور انسان تھا، خود حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ نے مجھے ایسی بشارتیں عطا فرمائیں جن میں ان شاء اللہ دونوں جہاں کی بھلائی ہے، اللہ تعالیٰ مجھے آپ کی برکتیں نصیب رکھے، مجھ پر اور میرے جملہ محبین پر اُن کے فیوض وبرکات کی بارشیں برستی رہیں، بعض مؤلفین کا معمول ہے کہ وہ اپنی تالیفات بادشاہوں اور امراء کو پیش کرتے ہیں جبکہ میں اپنی کتاب اُس بارگاہ میں پیش کرتا ہوں جس کے دفاع میں یہ کتاب لکھی گئی۔

من یقدم مهدیا للأمرا　　　مابه الفکر همی وانهمرا

فأنا أهدی کتابی للذی　　　هو سلطان جمیع الکُبرا

غوث أهلِ اللّٰه والکل له　　　خضَع الهام نهی او أمرا

من یکن یعزل بالموت فذا　　　نافذ الحکم وهبه قبرا

یا سلیل المصطفی رغما لمن　　　یخذل الحق وما أن قدرا

جئت من ریحانتیه زهرة　　　طاب منها الکون عرفا نشرا

سیدی اقبل من مقل جهده　　　حرّکتهٗ غیرة فانتصرا

وورائی ناصروا دین الهدی　　　نفعهم عم الفضا مبتکرا

کلهم أبرء علما وحجا　　　و یراعا من عبید بذرا

عارفاً معترفاً أنّ حما　　　کم الی تصنیفه ما افتقرا

کلنا نفدی لسم هذا الغوث ان　　　رامه غمر بهضم وازدرا

بل تراب النعل نرعی قدره　　　واکتحال منه یشفی البصرا

وعلی الجیلی باجلالٍ تحیا　　　ت حب واعتقاد کبرا

تنتحی بغداد شوقا ما سری　　　بالرسالات نسیم سحرا

❀ جو شخص امراء کو تحفہ پیش کرتے ہوئے آگے بڑھتا ہے (مجھے لگتا ہے کہ) اُسے عقل سے کچھ حصہ نہیں ملا۔

❀ میں اپنی کتاب اُنہیں پیش کرتا ہوں جو تمام اولیائے کبار کے سلطان ہیں۔

❀ وہ تمام اہل اللہ کے غوث ہیں وہ حکم دیں یا منع کریں، سب کی گردن اُن کے سامنے خم ہے۔

❀ یہ کون ہے جو موت کے سبب معزول ہوا اُن کا تو اپنے مزار مبارک میں بھی حکم نافذ ہے۔

❀ اے مصطفیٰ کریم ﷺ کی نسل، اس شخص کی خواہش کے برعکس جو حق کو رسوا کرنے کی ناکام کوشش کرتا ہے۔ (یعنی جو آپ کی سیادت کا انکار کرتا ہے)

❀ آپ حسنین کریمین کے گلشن کا ایسا پھول ہیں جس کی خوشبو کائنات میں مہک رہی ہے۔

❀ میرے آقا ایک بے مایہ کی کوشش قبول فرمائیں اُسے قادری غیرت نے مجبور کیا تو وہ دفاع کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔

❀ اور میرے پیچھے دستِ ہدایت کے وہ مددگار تھے جن کا نفع پہلے ہی فضا میں پھیلا ہوا تھا۔

❀ وہ سب اُس غلام سے بڑھ کر علم ومحبت اور تحریر میں ماہر تھے جس نے (بارگاہ غوثیت کے دفاع میں) عجلت سے کام لیا۔

❀ وہ (غلام) جانتا ہے اور اس بات کا معترف ہے کہ آپ کی بارگاہ اس کی تصنیف (کے ذریعے دفاع) کی محتاج نہیں۔

❀ ہم سب اُس غوث کے نام پر قربان ہوں جن کی عزت پر ایک جاہل نے کیچڑ اچھالنے کا ارادہ کیا۔

❀ بلکہ ہم تو اُن کی اُس پاپوش کا بھی احترام کرتے ہیں جس کی خاک کا سرمہ آنکھ کو شفا دیتا ہے۔

❀ اور غوثِ اعظم کی بارگاہ میں احترام کے ساتھ عقیدت اور محبت سے بھرپور سلام پیش ہیں۔

❀ جب بھی نسیم سحر بغداد سے پیغامات لاتی ہے ہم بغداد کی طرف شوق سے بڑھتے ہیں۔

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰىنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَاۤ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ۔"(۱)

"سب خوبیاں اللہ کو جس نے ہمیں اس کی راہ دکھائی اور ہم راہ نہ پاتے اگر اللہ نہ دکھاتا۔"

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَیْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ۔(۲)

"اے ہمارے رب ہمارے دل ٹیڑھے نہ کر بعد اس کے کہ تو نے ہمیں ہدایت دی اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا کر، بے شک تو ہے بڑا دینے والا۔"

رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔(۳)

"اے رب ہمارے! ہمیں دنیا میں بھلائی دے اور ہمیں آخرت میں بھلائی دے اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔"

"اے اللہ ہم تجھ سے دنیا اور آخرت میں عفو وعافیت اور معافی کا سوال کرتے ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے آقا ومولیٰ حضرت محمد اور آپ کی آل واصحاب پر صلاۃ وسلام بھیجے، اس کتاب کی تبییض ماہ ربیع الانوار ۱۴۰۹ھ میں آنے والی میلاد شریف کی رات مکمل ہوئی

(۱) سورۂ اعراف:۴۳
(۲) سورۂ آل عمران:۸
(۳) سورۂ بقرہ:۲۰۱

اے اللہ! ہم تیرے شکر کے ذریعے انواع واقسام کی خوبیاں حاصل کرتے ہیں اور تیری ثناء کے ذریعے اپنی طبائع کو ایسی جگہوں سے موڑتے ہیں جہاں ملامت کا سامان کرنا پڑے۔

صلاۃ وسلام ہو اولادِ آدم کے سردار، آپ کی آل واصحاب اور اُن لوگوں پر جو تیز دھار تلواروں سے ہر الم کا سرتن سے جدا کرتے ہیں، نیز اُن لوگوں پر جو مضبوط نیزوں کے ذریعے حق سے برگشتہ ہونے والوں پر وار کرکے کجی کو دور کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور اس کے حبیب ﷺ کی بارگاہ میں درود وسلام کے بعد دار الطباعۃ کا پروف ریڈر کہتا ہے: اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی توفیق کے ساتھ ''السیف الربانی فی عنق المعترض علی الغوث الجیلانی'' کی پرنٹنگ کو خوبصورتی بخشی، یہ رسالہ اسم بامسمّٰی ہے اور یہ ایسا کیوں نہ ہوتا کہ اسے فاضل ترین شخصیت نے تحریر کیا، وہ شخصیت جس کی تصنیفات اپنی خوبیوں کی خود بہترین دلیل ہیں، مصنف خود اہلِ علم وتقویٰ کی اولاد ہیں، انہیں کامیابی کی راہوں پر چلنے کی توفیق عطا ہوئی، میری مراد، فاضل اور عظیم انسان شیخ سید محمد مکی ابن ولی کامل، مشہور استاد سیدی مصطفیٰ بن عزوز ہیں۔ اللہ تبارک تعالیٰ ہمیں اُن کے طفیل نفع عطا فرمائے، رحمت عالم ﷺ اور آپ کی آل کے صدقے اُن کی اولاد میں برکتیں عطا فرمائے اور اس کتاب کی پرنٹنگ تیونس کے سرکاری پرنٹنگ پریس سے ماہ ربیع الانوار ۱۳۱۰ھ میں ہوئی۔

ملحق جو کہ درج ذیل امور پر مشتمل ہے:

مقدمہ ناشر اول: علامہ علی الرضا بن الحسین تیونسی۔

مصنف کتاب۔۔۔ حالات وخدمات، ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی الازہری

تقریظ: معروف ادیب سید محمد الاخضر بن سیدی سید الحسین بن علی بن عمر علوی عزوزی۔

تقریظ: تیونس کے شیخ الاسلام علامہ احمد بن خوجہ۔

تقریظ: مفتی اعظم تیونس علامہ احمد الشریف مالکی۔

تقریظ: عالم جلیل، فاضل نبیل سید محمد سنوسی۔

تقریظ: عظیم شاعر وادیب، عالم جلیل سید محمد شیخ الاسلام الخوجہ

تقریظ: عالم جلیل سید محمد بیرم (رحمۃ اللہ علیہ)

تقریظ: عالم جلیل، ادیب شہیر سید یوسف بن عونی زبیدی۔

تقریظ: سید احمد جمال الدین

تقریظ: سید محمد العربی داود

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ ناشر اول

علامہ علی الرضا بن الحسین تیونسی

میں ایک طویل عرصے سے عالم اجل سیدی علامہ محمد مکی بن مصطفیٰ بن عزوز رحمۃ اللہ علیہ کے حالاتِ زندگی بہت کوشش کے ساتھ تلاش کر رہا تھا اور میری اس جستجو کے فقط دو سبب تھے۔

پہلی وجہ تو خالصتاً اسلامی تھی، میرے دل میں یہ احساس پوری شدت سے مچل رہا تھا کہ شریعت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اور عربی زبان کی گہرائیوں سے علم وحکمت کے موتی نکالنے والے علماء نے جو علمی ورثہ چھوڑا ہے، اُسے زندہ کیا جائے جو اُن کے عہد میں طباعت کے وسائل آسانی سے میسر نہ ہونے کے سبب زیورِ طبع سے آراستہ نہ ہوئے کیونکہ عصرِ حاضر میں طباعت کے جو وسائل مہیا ہیں وہ حضرتِ مصنف علیہ الرحمۃ کے عہد تک بہت زیادہ عام نہ تھے۔

دوسری وجہ قرابت داری کا وہ حق ہے جس کی ذمہ داری میں اپنے کندھوں پر اٹھائے ہوئے ہوں، مجھے اُس وقت تک چین نہ آئے گا جب تک میں اپنی اُس ذمہ داری سے عہدہ برآ نہ ہو جاؤں جسے میں نے اپنے والدِ گرامی سیدی علامہ زین العابدین تیونسی (رحمۃ اللہ علیہ) کے ارشاد اور اُن کی حوصلہ افزائی کی بنیاد پر اپنے ذمے لیا تھا اور یہ ذمہ داری

درج ذیل حضرات کے علمی آثار کو زیورِ طبع سے آراستہ کرنے کی تھی۔

(۱) والدِ گرامی کے ماموں علامہ محمد مکی بن مصطفیٰ بن عزوز

(۲) گرامی قدر ماموں امامِ اکبر شیخ الازہر شیخ محمد خضر حسین

(۳) گرامی قدر چچا علمِ لغت کے عظیم عالم، محمد مکی بن الحسین تیونسی۔

(۴) والدِ گرامی سیدی علامہ زین العابدین بن حسین تیونسی۔ رحمۃ اللہ علیہم

میں نے اپنے وقت اور مالی سرمائے کو خرچ کر کے دن رات کوشش کی کہ میں مذکورہ بالا حضرات کے علمی سرمائے کو زیورِ طبع سے آراستہ کرواسکوں، تب میں نے اپنے علم اور اپنی استطاعت کے مطابق علمِ شریعت کی باریکیوں اور علمِ لغت کی گہرائیوں سے آگاہ اپنے ماموں امامِ اکبر شیخ الازہر شیخ محمد خضر حسین رحمۃ اللہ علیہ کے سارے علمی اور فکری کام کو مرتب کر کے طبع کروایا۔ یوں میں نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ایک علمی اور خاندانی ذمہ داری نبھائی۔

جبکہ میں نے سیدی حسین کے دو بیٹوں سیدی محمد مکی اور سیدی زین العابدین رحمۃ اللہ علیہما کی تالیفات جمع کر کے اُن میں سے اکثر کو تو چھپوا دیا ہے جبکہ بعض کتب زیرِ طبع ہیں۔

سیدی محمد مکی رحمۃ اللہ علیہ کے آثارِ علمیہ کی تلاش میں مجھے بہت محنت کرنا پڑی۔ مجھے جستجو کے اس سفر میں جہاں کہیں جانا پڑا، میں گیا۔ میں نے مخطوطات کے ماہرین اور لائبریریوں کی خبر رکھنے والے اہلِ علم سے معاونت اور رہنمائی طلب کی۔ میری جستجو مجھے کشاں کشاں استنبول، دمشق، بغداد، قاہرہ، تیونس، رباط اور تطوان کی اہم لائبریریوں میں لے گئی، آپ کے علمی آثار مخطوطات کے تاجروں نے تطوان نامی شہر تک پہنچائے جو وہاں کی قومی لائبریری کا حصہ بنے، میں نے انتہائی توجہ سے استنبول میں آپ کی علمی تحقیقات

کو تلاش کیا جہاں آپ نے اپنی حیاتِ مستعار کا آخری حصہ گزارا تھا، اگرچہ مجھے آپ کا علمی ورثہ بہت کم ملا مگر مجھے جو کچھ دستیاب ہوا اس کے سبب انتہائی خوشی نصیب ہوئی۔

میں نے اپنے تمام وسائل صرف کر کے پیشِ نظر کتاب قارئین کی خدمت میں پیش کی ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر اُس کا شکر ادا کر کے اُس کی حمد و ثناء بیان کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ میں اسی کی توفیق سے اپنی ذمہ داری پوری کر سکا ہوں۔ ذمہ داریوں کے حوالے سے قیامت کے دن پوچھا جائے گا۔

میں اس مقدمے کو ہرگز طول نہیں دوں گا کیونکہ میرے پاس حضرتِ مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی حیات و علمی خدمات کے حوالے سے اُس سے بڑھ کر کچھ نہیں ہے جو میں نے پیشِ نظر کتاب کے شروع میں شامل کر دیا ہے۔(۱) میں اپنی اس علمی خدمت کے بدلے اللہ تعالیٰ کی رضا کا طلبگار ہوں۔

دمشق
۲۰ رجب ۱۴۰۴ھ/اپریل ۱۹۸۴ء

علی الرضا الحسینی تیونسی

---

(۱) علامہ علی الرضا بن الحسین کو علامہ محمد مکی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے جو مواد دستیاب ہوا، انہوں نے اُسے جوں کا توں کتاب میں شامل کر دیا، جس کی آئندہ صفحات میں راقم نے تلخیص پیش کر دی ہے۔ (ممتاز احمد سدیدی)

مصنفِ کتاب ۔۔ حالات وخدمات

ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی (ایم اے، پی ایچ ڈی جامعۃ الازہر)

یوں تو پیش نظر کتاب کا ترجمہ کرتے ہوئے کتاب کی ہر ہر سطر سے حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی جلالتِ علمی، کثرتِ مطالعہ، فکری وسعت اور روحانیت آشکار ہوتی رہی مگر کتاب کے دستیاب دو نسخوں (ہندوستانی اور تیونسی) میں اُن کے حالات زیادہ تفصیل سے دستیاب نہیں تھے، اس لیے مجھے مصنف علیہ الرحمۃ کے تفصیلی حالات کے بغیر کتاب چھاپنا کسی قدر ادھورے پن کا احساس دلا رہا تھا۔ مجھے بار بار یہ خیال آتا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے جس منتخب بندے کو محبوب سبحانی، شہبازِ لامکانی سیدنا غوث اعظم جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا دفاع کرنے کی سعادت بخشی ہے، اس عظیم ہستی کا مفصل تعارف کروانا ہماری اخلاقی ذمہ داری ہے، میں اسی فکر میں غلطاں یہ سوچ رہا تھا کہ عرب تذکرہ نگاروں نے اپنی کتب میں اس عظیم شخصیت کا تذکرہ کیا ہے یا نہیں؟ اس دوران ترجمہ کی کمپوزنگ بھی تین مرتبہ پروف ریڈنگ کے بعد فائنل پرنٹ کے لیے تیار تھی تب ایک عجیب اتفاق ہوا جو بظاہر اتفاقیہ امر تھا مگر وہ مشیتِ ایزدی کا حصہ تھا، میں والد گرامی حضرت شرف ملت رحمۃ اللہ علیہ کی لائبریری میں کوئی کتاب تلاش کر رہا تھا مگر تلاشِ بسیار کے باوجود مجھے وہ کتاب تو نہ ملی مگر السیف الربانی کا وہ نسخہ میرے سامنے آ گیا جسے دمشق سے حضرت مصنف علیہ الرحمۃ کے بھانجے علامہ زین العابدین بن حسین تیونسی کے بیٹے

علامہ علی الرضا بن الحسین تیونسی نے ۱۹۸۴ء میں طبع کروایا تھا اور اُس کا عکس لے کر ہمارے فاضل دوست مولانا صلاح الدین سعیدی نے ۲۰۰۰ء میں لاہور سے طبع کروایا تھا۔ مجھے یہ نسخہ کیا ملا کہ میرے دل کی مراد بر آئی۔ حضرتِ مصنف علیہ الرحمۃ کے ذی علم نواسے علامہ علی الرضا نے تقریباً چھ کتب سے آپ کے حالات حاصل کر کے جوں کے توں کتاب میں شامل کر دیئے۔ اس کے علاوہ تیونس کے بڑے بڑے اہلِ علم کی نثری اور منظوم تقریظات بھی اس کتاب میں شامل تھیں جن میں سے چند منتخب تقریظات ہم نے بھی ملحق کے عنوان سے کتاب کے ترجمہ میں شامل کر دی ہیں۔ اِن علماء میں سب سے بڑا نام امامِ اکبر سابق شیخ الازہر شیخ محمد الخضر الحسین رحمۃ اللہ علیہ کا ہے، جو حضرتِ مصنف کے قریبی رشتہ داروں میں سے تھے۔

حضرتِ مصنف کا اسم گرامی ابو عبداللہ محمد بن مصطفیٰ بن عزوز (رحمۃ اللہ علیہ) تھا(۱) آپ کا نسب چونتیس واسطوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔(۲) آپ رمضان المبارک ۱۲۷۰ھ بمطابق ۱۸۵۴ء کو نفطہ میں پیدا ہوئے۔(۳) آپ کی پیدائش ایک ایسے گھرانے میں ہوئی جس کے بارے میں تیونس کے سابق مفتی اعظم علامہ محمد بن عاشور لکھتے ہیں: ''اس گھرانے کی قدر و قیمت مصنف علیہ الرحمۃ کے دادا سیدی محمد بن عزوز رحمۃ اللہ علیہ کے تقویٰ و طہارت اور علمی رسوخ کی وجہ سے تھی، آپ نے الجزائر کے مشہور ترین صوفی بزرگ شیخ محمد بن عبدالرحمٰن ازہری کے ہاتھوں اپنی تعلیم مکمل کی۔''(۴)

حضرتِ مصنف کے گھرانے کو مزید علمی اور روحانی شہرت اور عزت اُن کے والد گرامی علامہ مصطفیٰ بن محمد بن عزوز رحمۃ اللہ علیہ کے سبب ملی، آپ کے حوالے سے تیونس

کے وزیر قلم و مشاورت علامہ احمد بن ابی ضیاف لکھتے ہیں: ''ابو النخبہ سیدی مصطفیٰ بن عزوز (رحمۃ اللہ علیہ) ایک عالم دین، ولی اللہ اور عارف باللہ شخصیت تھے، آپ علم و فضل اور تقویٰ و طہارت سے مزین ایک گھرانے میں پیدا ہوئے، آپ (اصلاً الجزائر کے ایک شہر البرج سے تعلق رکھتے تھے) تیونس تشریف لائے جہاں آپ نے سلسلہ خلوتیہ رحمانیہ کو فروغ دیتے ہوئے امت کی اصلاح کا فریضہ سرانجام دیا۔ آپ نے نفطہ نامی شہر میں خانقاہ قائم کی۔۔۔ آپ ایک متقی اور پرہیزگار صوفی اور فقیہ تھے، آپ نے اپنی زندگی ذکر و فکر، عبادت و ریاضت، وعظ و تبلیغ، اصلاح احوال، ضرورت مندوں کی مدد، مساکین پر شفقت، سالکین کی تربیت اور صالحین کے اخلاق اپنانے اور پھیلانے کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ آپ قرآنی اسرار بیان کرتے ہوئے فصیح زبان اور بلیغ اسلوب سے مالا مال تھے، مقامِ عرفان میں عظیم ذوق کے مالک اور عظمت کے باوجود عجز و انکسار سے متصف تھے، نیز ہر شخص کے لیے بلا تفریق سراپا شفقت اور پیکرِ خیر و برکت تھے۔ آپ اللہ کے بندوں کو ہدایت، ایمان اور احسان کی طرف بلاتے تھے، اُن کی ذات میں اہل اللہ کی خوبیاں اور اُن کے انوار و اسرار اور زہد کے مظاہر بخوبی دیکھے جا سکتے تھے۔ آپ اپنے چھوٹے سے چھوٹے اعمال کا محاسبہ کرتے رہے، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری آپ کی بہترین آرزو تھی۔ آپ اپنے انجام (اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری) کو سامنے رکھ کر اپنے حال میں مست رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے پیر کی شب اور ماہِ ذوالحجہ ۱۲۸۲ھ کی آخری رات میں آپ کی ملاقات کو پسند فرمایا تو آپ کی روح آپ کے قفسِ عنصری کو چھوڑ کر رب کی بارگاہ میں حاضر ہو گئی۔ آپ کو تیونس کے شہر نفطہ میں واقع آپ کی خانقاہ میں دفن کیا گیا، آپ نے دنیا

کو اس حال میں چھوڑا کہ آخرت تو آپ کے لیے سراپا خیر تھی ہی مگر اہلِ دنیا بھی آپ کا ذکرِ خیر کر رہے تھے۔(۵)

حضرت مصنف سید محمد مکی ﷫ کے سراپا علم و عمل اور پیکرِ عجز و نیاز والد گرامی اُن کے پہلے استاذ تھے، اس حوالے سے علامہ محمد بن محمد مخلوف لکھتے ہیں:

''آپ کے والد گرامی نے آپ کی بہترین تربیت فرمائی، آپ نے اپنے والد گرامی سے ظاہری اور باطنی علوم حاصل کیے۔''(۶)

تیونس کے مفتی اعظم علامہ محمد بن عاشور نے حضرت مصنف کے والدِ گرامی کا تقویٰ و طہارت اور علم و فضل بیان کرنے کے بعد فرمایا:

''اپنے اس عظیم والد کے زیرِ سایہ تقویٰ، مروت اور عزت سے مالا مال ماحول میں آپ نے پرورش پائی۔''(۷)

سیدی محمد مکی ﷫ نے گیارہ سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ کیا۔(۸)

آپ نے ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے والدین کی آغوش میں حاصل کی مگر بعد میں دیگر کئی اساتذہ سے بھی اکتسابِ علم کیا، ذیل میں اُن حضرات کے اسماء درج ہیں:

(۱) آپ کے چچازاد بھائی اور آپ کے استاذ شیخ محمد بن عبد الرحمن تارزی بن عزوز
(۲) شیخ مدنی بن عزوز
(۳) علامہ عمر بن الشیخ
(۴) مفتی محمد النجار مالکی
(۵) سیدی محمد البشیر تواتی (﷫)(۹)

سیدی محمد مکی ﷫ مذکورہ بالا اساتذہ سے اکتسابِ فیض کے بعد اپنے ذاتی

مطالعہ کی بدولت علومِ عقلیہ اور نقلیہ کے ساتھ ساتھ اصول اور فروع میں مہارتِ تامہ حاصل کرنے کے بعد منصبِ تدریس پر فائز ہوئے اور آپ سے علماء کی بہت بڑی تعداد نے استفادہ کیا۔(۱۰)

علاوہ ازیں آپ ۱۲۹۷ھ میں تیونس کے شہر نفطہ میں پہلے مفتی اور پھر قاضی کے عہدہ پر فائز ہوئے۔(۱۱)

۱۳۱۳ھ میں ترکی کے شہر آستانہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جہاں آپ کو دارالفنون میں حدیث کا استاذ مقرر کیا گیا جبکہ بعد میں مدرسۃ الواعظین میں استاذ کی حیثیت سے آپ کی تعیناتی ہوئی۔ اہلِ آستانہ میں بالعموم اور آستانہ کے اہلِ علم میں بالخصوص آپ کو انتہائی عزت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔(۱۲) آپ دونوں مدرسوں میں عربی اور ترکی زبان میں درس دیا کرتے تھے۔ آپ نے آستانہ میں قیام کے دوران تفسیر، حدیث، فقہ، نحو، بلاغت، ادب، جغرافیا اور فلکیات کا درس دیا۔(۱۳)

سید محمد مکی ﷫ کی تصنیفات کا ذکر شیخ محمد بن مخلوف نے شجرۃ النور الزکیہ فی طبقات المالکیہ میں، خیر الدین زرکلی نے الاعلام میں، عمر رضا کحالہ نے معجم المؤلفین میں، محمد الفاضل بن عاشور (مفتی اعظم تیونس) نے تراجم الاعلام میں انتہائی اختصار سے کیا مگر آپ کے تلمیذِ رشید محسن زکریا نے آپ کی تصنیف عقیدۃ الاسلام طبع کی تو اس کے آغاز میں ایک طویل مقدمہ لکھا جس میں اُنہوں نے اپنے استاذ کی تقریباً چھتیس تصنیفات کی ایک فہرست دی۔ وہ لکھتے ہیں:

سید محمد مکی ﷫ کی مختلف علوم و فنون میں رسائل اور کتب کی صورت میں نفیس تالیفات ساٹھ سے زیادہ ہیں، اُن میں سے کچھ تو وہ ہیں

جنہیں آپ نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں خود طبع کروایا جبکہ باقی بعض کتب کی طباعت کے لیے راقم الحروف اور سید مکی بن الکامل بن عزوز کو سعادت حاصل ہوئی۔ آپ کی نفیس تالیفات رسائل اور کتب کی صورت میں ہیں اور مختلف علوم وفنون جیسے کہ توحید، حدیث، تفسیر، فقہ، اصول، تجوید وقرات، تصوف، ہیئت، توقیت، ادب، تاریخ پر مشتمل ہیں۔ ہم وہ کتب ذکر کرتے جو ہمارے علم میں ہیں، پھر انہوں نے تقریباً چھتیس کتب کے نام ذکر کرنے کے بعد کہا) اس کے علاوہ آپ کے کئی مضامین ہیں جو مختلف اخبارات اور مجلات میں طبع ہوئے اگر انہیں جمع کر دیا جائے تو یہ مضامین بھی ادب، اخلاق، تاریخ اور فلسفہ پر مشتمل ایک عظیم علمی خزانہ ہوگا۔ (۱۳)

سید محمد مکی رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ رشید محسن زکریا نے آپ کی تقریباً چھتیس تالیفات کے نام ذکر کیے تھے مگر اسماعیل بغدادی نے اپنی کتاب ایضاح المکنون فی الذیل علی کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون کی پہلی اور دوسری جلد کے مختلف صفحات پر سید محمد مکی رحمۃ اللہ علیہ کی چھیاسٹھ کتب کے اسماء تحریر فرمائے ہیں۔ یہ فہرست درج ذیل ہے اور ہر کتاب کے سامنے ایضاح المکنون کا جلد اور صفحہ نمبر درج ہے:

(۱) ارشاد الحیران فی خلاف قالون لعثمان . فی القراءة . تألیف السید محمد مکی بن مصطفی بن محمد الشریف أبی عبد الله الحسنی الإدریسی المالکی التونسی المعروف بابن عزوز ولد سنة ۱۲۷۰ھ . (۱/۶۰)

(۲) إسعاف الأخوان فی جواب السؤال الوارد عن داغستان(۱/۷۸)

(۳) أصول الطرق و فروعها و سلاسلها(۱/۹۲)

(۴) إقناع العاتب فی آفات المكاتب (۱/۱۱۳)

(۵) الإنباء فی معنی الحب فی الله و البغض فی الله(۱/۱۲۹)

(۶) الإنصاف فی تحریم الصور و لو مأخوذة بالفوتو غراف (۱/۱۳۴)

(۷) بروق المباسم فی ترجمة الشیخ سیدی محمد بن أبی القاسم (۱/۱۷۷)

(۸) بطاقة العقائد (۱/۱۸۵)

(۹) بهجة الشائقین . منظومة لمصطفی بن عزوز الشریف الإدریسی التونسی المالکی. بشرح ولده محمد المكی (۱/۲۰۱)

(۱۰) التحت فی إرشاد المنقب عن معنی البخت(۱/۲۶۹)

(۱۱)تذکرة المنصفین فی أن المكتشفات الجدیدة لا تكذب الدین (۱/۲۷۷)

(۱۲)التفریه بحل الإشكال فی صلاة التراویح (۱/۳۰۱)

(۱۳)التفهیم لمن جهل معنی القلب السلیم (۱/۳۱۳)

(۱۴)تلخیص الأسانید . و هو الثبت المختصر لابن عزوز محمد مكی (۱/۳۱۷)

(۱۵)التنزیه عن التعطیل و التشبیه۔ (۱/۳۲۹)

(۱۶)تنظیف الوعاء من سوء الفهم فی آیة:(و ان لیس للإنسان إلا ما سعٰی۔ (۱/۳۳۰)

(۱۷)تنویر الحوالك فی أن رفع الیدین فی الصلاة هو الراجح فی مذهب الإمام مالك۔ (۱/۳۳۳)

(۱۸)تهذيب التفاسير القرآنية (۱/۳۴۱)

(۱۹)الجواب المنصور عن سؤال الدكتور (۱/۳۷۳)

(۲۰)الجوهر المرتب فى العمل بالربع المجيب ـ(۱/۳۸۳)

(۲۱)حزم اليقظان فى أن الصلاح و الفساد يسريان من الخلان (۱/۴۰۲)

(۲۲)القول الصريح فى المناسك على القول الصحيح (۱/۴۰۹)

(۲۳)حقيقة الأمر فى تحريم البيرة والتداوى بما فيه الخمر ـ(۱/۴۱۱)

(۲۴)ديوان ابن عزوز ـ(۱/۴۸۶)

(۲۵)الذخيرة المكية فى الخزانة المدنية ـ(۱/۵۴۲)

(۲۶)الرحلة الجزائرية ـ(۱/۵۵۰)

(۲۷)ردّ الذاهب فيما يقلّد و ما يقلّد من مسائل المذاهب ـ(۱/۵۵۳)

(۲۸)الرشفة الهنية فى المذاكرة المأمونية ـ(۱/۵۷۵)

(۲۹)رفع اللكة فى المحاكمة بين عالمى مكة ـ(۱/۵۸۰)

(۳۰)رفع الهوس فى صلاة الصبح وقت الغلس ـ(۱/۵۸۱)

(۳۱)الرياض البواسم فى رواية حفص عن عاصم . فى القراءات (۱/۶۰۰)

(۳۲)الزاهر فى إجابة الأخ محمد طاهر ـ(۱/۶۰۷)

(۳۳)الزلف فى ترجيح تفويض السلف على تأويل الخلف (۱/۶۱۳)

(۳۴)السلوى و المن فى مواضع حسن الظن و سوء الظن (۲/۲۶)

(۳۵)السيف الربانى فى عنق المعترض على الغوث الجيلانى (۲/۳۵)

(۳۶)شارقة الأنوار بالأدعية الصحيحة بالآثار ـ(۲/۳۸)

(۳۷)طبقات المحدثين نظماً ـ(۲/۸۰)

(۳۸)طريق السلامة في هيئات الناس يوم القيامة ـ(۲/۸۵)

(۳۹)طريق الجنة فى تحلية المؤمنات بالفقه و السنّة ـ(۲/۸۵)

(۴۰) طى المسافة إلى دار الأمن من الخلافة ـ(۲/۸۹)

(۴۱)العلم الأخضر فى مطارحات السيد الأخضر ـ(۲/۱۱۸)

(۴۲)الفائدة فى معنى و إعراب آية المائدة ـ(۲/۱۵۳)

(۴۳)فتح الخلّاق فى استكمال الإسلام لمحاسن الأخلاق ـ(۲/۱۶۱)

(۴۴)فتح السلام فى نجاة من لم تبلغهم دعوة الإسلام ـ(۲/۱۶۶)

(۴۵)فتح القيوم فى وجوب الفاتحة على المأموم ـ(۲/۱۶۹)

(۴۶)الفرائد فى شرح بطاقة العقائد ـ(۲/۱۸۳)

(۴۷)القول القيم فى حال ابن تيمية و ابن القيم ـ(۲/۲۵۱)

(۴۸)كشف الباس فى كلمات يقولها كثير من الناس ـ(۲/۳۵۷)

(۴۹)المبرة فى أن القبض فى الصلاة هو مذهب إمام دار الهجرة ـ(۲/۴۲۳)

(۵۰)مجموع الأسانيد و هو الثبت الكبرى ـ(۲/۴۳۶)

(۵۱)المرشد لمن يجد المرشد ـ(۲/۴۶۷)

(۵۲)مروى الظماء فى قوله تعالى:(إنمايخشى الله من عباده العلماء)(۲/۴۷۰)

(۵۳)مزيل الإشكال فى آية و لو أسمعهم فى سورة الأنفال ـ(۲/۴۷۱)

(۵۴)المسألة المهمة فى سبب اختلاف الأئمة ـ(۲/۵۷۷)

(۵۵)المسك الأذفر فى بيان الحج الأكبر ـ(۲/۴۷۹)

(۵٦)مفاتم السعادة فی أن العلم أفضل أنواع العبادة. (۵۱۹/۲)

(۵۷)المقالات العزوزية فی الأدب۔(۵۳۳/۲)

(۵۸)مقامة المفاخرة بين الصيف و الشتاء .(۵۳۹/۲)

(۵۹)مناقب الرجال الخلوتية۔(۵٦۱/۲)

(٦۰) المنبهات لحكم ذبائح القبور و المزارات۔(۵٦٦/۲)

(٦۱)مورد المحبين فی أسماء سيّد المرسلين۔(٦۰۵/۲)

(٦۲)النجدة فی زجر من يتهاون بأحكام العدة۔(٦۲٦/۲)

(٦۳)النشر والطی فی حبلی ماتت و جنينتها حی۔(٦۴۸/۲)

(٦۴)النفح المسكی فی قراءة ابن كثير المكی۔(٦٦۸/۲)

(٦۵)النفحة الحجازية فی الأجوبة البنغازية۔(٦٦۸/۲)

(٦٦)الهلال فی بيان حركة الإقبال. من علم الميقات (۷۲۹/۲)

سید محمد مکی رحمۃ اللہ علیہ کتاب وسنت کی تعلیم دیتے اور سلسلہ خلوتیہ کے مطابق مریدین کی روحانی تربیت کرتے ہوئے ایک کامیاب زندگی گزارنے کے بعد ۲ صفر ۱۳۴۴ھ کو رب کریم کی بارگاہ میں سرخرو ہو کر حاضر ہوئے (۱۵) اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی دینی خدمات کو قبول فرما کر انہیں بروز قیامت ان کے نامہ اعمال میں شمار فرمائے۔

ممتاز احمد سدیدی الازہری

حوالہ جات

(۱) السیف الربانی (مطبوعہ دمشق) ص:۷ (بحوالہ: شجرۃ النور الزکیہ فی طبقات المالکیہ، علامہ محمد بن مخلوف)

(۲) مصنف علیہ الرحمہ کے شاگرد رشید علامہ محسن زکریا نے آپ کی تصنیف عقیدۃ الاسلام مطبوعہ تیونس ۱۳۴٦ھ/۱۹۲۷ء کے مقدمہ میں وہ چونتیس واسطے ذکر کیے ہیں جن کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے۔ بحوالہ السیف الربانی ص:۱۴

(۳) مرجع سابق ص:۹ (بحوالہ: معجم المؤلفین، عمر رضا کحالہ)

(۴) مرجع سابق ص:۱۱ (بحوالہ: تراجم الاعلام، علامہ محمد الفاضل بن عاشور)

(۵) یہ حالات الہدایۃ الاسلامیہ (جلد:۸، شمارہ:۸) سے نقل کیے گئے ہیں جسے قاہرہ سے امام اکبر شیخ الازہر شیخ محمد الخضر الحسین رحمۃ اللہ علیہ شائع کیا کرتے تھے۔ بحوالہ: مرجع سابق ص:۳۱

(٦) مرجع سابق ص:۷ (بحوالہ: شجرۃ النور الزکیہ فی طبقات المالکیہ)

(۷) مرجع سابق ص:۱۰ (بحوالہ: تراجم الاعلام، علامہ محمد الفاضل بن عاشور)

(۸) مرجع سابق ص:۱۵ (بحوالہ: مقدمہ رسالہ عقیدۃ الاسلام)

(۹) مرجع سابق ص:۱۵

(۱۰) مرجع سابق ص:۱۵

(۱۱) مرجع سابق ص:۸ (بحوالہ: الاعلام، خیر الدین زرکلی)

(۱۲) مرجع سابق ص:۱۳ (تراجم الاعلام)

(۱۳) مرجع سابق ص۱٦ (بحوالہ: مقدمہ رسالہ عقیدۃ الاسلام تالیف سید محمد مکی رحمۃ اللہ علیہ)

(۱۴) مرجع سابق ص:۲۰، ۲۱، ۲۲ (ملخصا، بحوالہ: مقدمہ عقیدۃ الاسلام)

(۱۵) مرجع سابق ص:۱۹ (مقدمہ رسالہ عقیدۃ الاسلام)

تقریظ ارخ به تمام طبع الكتاب و نظمه الشاب النجيب الا لمعى الاديب السيد محمد الاخضر (١) نجل سيدى الحسين بن على بن عمر الشريف العلوى العزوزى۔

صلى واسألى آل المجادة عن ذكرى
أذو شرف بمثلى لديهم بذا الفطر

اصيل كريم النفس ذو همة سمت
و ذو ولع بالمكرمات و بالذخر

عبوس على أهل الضلال غضنفر
و إني مع القوم الهد اة لذ و برّ

و مني نجاد السيف للعزّ مقبلٌ
و لست على كأسٍ المذلة ذا صبر

فكيف وآبا ئي الأ شرف سادة
سرات أ ولوالمجدالمؤثل والذكر

(١) هو العلامة الإمام الاكبر محمد خضر حسين شيخ الجامعة الازهر، وكان هذا الاسم يطلق في اول حياته وهو ابن اخت المؤلف السيدة حليمة السعدية بنت مصطفى بن عزوز المشهود لها بالصلاح والتقوى والعلم؛ وقد اخذ عنها اولادها مبادئ العلوم الشرعية واللغوية. (على الرضا الحسين التونسي)

كرام المعالی منبع الفضل من سموا
بمجد لهم كالشمس بين الوری يسری

اذب عن المظلوم بالمال ناصرًا
و إلا بسيف فی رقاب العدا يفری

أجول به بين الأسود ولم أخف
أذی بل به يسمو لدی و قدهم ذكری

ولكن سيف العلم أعطب فاتك
وأعظم رزء للمعتت ذو أزر

واشرف ما يسمو به المرء رتبة
يعز بها فالجهل عارٌ على الحر

فإن رمتم نيل المعارف دونكم
ومنبعها السامی فماء البحر كالنهر

ألا إن ينبوع العلوم وسعدها
بحمد المكی الرضا غرة العصر

كريم الوری كنز المعارف من غدت
مفاخرة تنمو عن العدّ والحصر

فمن جاء يحكيه يُقال له لقد
حكوتَ و ما تدری بما قيل فی الشعر

فما كل من قاد الجواد يسومها
وما كل من يجری يقال له يجری

فمالك يا هذا بای فضائل
تقيس وهل قيس المُمَوه بالتبر

الا فهو سحبان البلاغة مطلع
السيادة ينبوع المجادة والبر

فكم من عويصات أمطت حجابها
وكم ملئت منك الحضائب بالدر

وكم أ ثمرت منك الغروس وزخرفت
بأفخر آداب ويالك من فخر

تآليفه منها الأباطح أشرقت
كما يشرق الليل البهيم من البدر

فانعم بما أبداه ردًا على ذوى
اعتراض على الآل المحلين بالسر

بمطلعه لاح الكمال بتونس
فاصبح سعد الدين مبتسم الثغر

وناظره أمسى كناظر روضة
ببهجتها زاه ومنشرح الصدر

هوالسعد إرشادا هو الروض مرتعا
هوالعضب للأعداء تأزّر بالنصر

أيا حبذا التأليف عقدًا مرصعاً
تهلل من حلى الجواهر والدر

أيا حبذا سيفا يزين نجادة
طراز نعمرى ما بدا سالف الدهر

أيا حبذا روضًا غدا اليوم مثمرًا
عرائس أفكار تبدت من الخدر

ألافارتشف كأس المدامة واقتطف
من أزهاره زهر الربى طيب النشر

هو الرشد لاتجنح لقول معنت
عليه انثنى خبث اللئامة بالشر

فتعسًا له هلا وقى دينه بكى
عليه كمبكى أخت صخر على صخر

يحاول أن يطفى سنا الشمس بينما
نحاه لقد خابت مقاصد ذالغمر

أيطفأ نورالله مالك آفكاً
تهيم بآفاق الظلام ولا تدرى

ألا ليت شعرى هل دريت عذابى
لك الأليم ومأواك الجحيم ألافادر

فلم لا وقد ضلت يداك و سطرت سوادًا
به مست خمی مفرد القدر

إمام الهدى الجيلي من شاء صيته
وسارت به الركبان في البر و البحر

ولكن ضيا سيف الكمال محا لما
له رقست أيدي الجهالة والوزر

ولاح جمال الطبع بالنفع شاملًا
جميع الورى لا سيما شارد الفكر

ولو لا انتشار الطبع بين اولي النهى
لما بان كنه العلم من شاسع المصر

فقلت وفي طبع الكتاب مورخًا
بذا البيت تاريخ بكل من الشطر

بذا سيف نصر في يدء الطود دوحة ال ۱۳۱۰
كمال الهدى محيي العلوم أبي الف ۱۳۱۰

طباعت کتاب کا تاریخی مادہ۔

سعادت مند نوجوان، معروف ادیب سید محمد الاخضر(۱) بن سیدی سید الحسین بن علی بن عمر علوی عزوزی نے السیف الربانی کی طباعت کا تاریخی مادہ لکھتے ہوئے کہا:

(۱) معزز لوگوں سے مل کر ان سے پوچھو: کیا اقلیم علم میں مجھ جیسا عزت وعظمت والا کوئی ہے؟

(۲) کوئی ایسا جو شریف النسب اور بلند ہمت ہو، عزت اور فخر کے اسباب اپنانے والا ہو۔

(۳) کوئی ایسا جو گمراہیوں کے مقابلے میں بھاری بھر کم وجود والا شیر ہو، اور میں ہدایت یافتہ لوگوں کے ساتھ نیکی کرنے والا ہوں۔

(۴) میری تلوار کی میان فقط عزت کو قبول کرتی ہے، اور میں ذلت کے پیالے پر صبر کرنے والا نہیں ہوں۔

(۵) ایسا کیوں نہ ہو کہ میرے آباؤ اجداد معزز ترین سردار تھے، وہ بڑھتی ہوئی عزت اور شہرت والے تھے۔

(۶) وہ عزت اور سربلندی والے آباؤ اجداد فضیلت کا سرچشمہ تھے، اُن کی فضیلت مخلوق میں سورج کی طرح چلتی ہے۔

(۷) میں یا تو مال کے ساتھ مظلوم کی مدد کرتے ہوئے اُس کا دفاع کرتا ہوں، یا پھر تیز دھار تلوار کے ساتھ دشمنوں کی گردنیں اُن کے تن سے جدا کر دیتا ہوں۔

---

(۱) یہ امام اکبر علامہ سید محمد الخضر حسین شیخ الازہر ہیں، انھیں نوجوانی میں محمد الاخضر کے نام سے ہی پکارا جاتا تھا، آپ مؤلف کتاب سید محمد مکی کی بہن سیدہ حلیمہ سعدیہ کے بیٹے ہیں سیدہ حلیمہ سعدیہ ایک خاتون تھیں جن کے تقویٰ اور علم کی گواہی دی گئی، سید محمد الخضر حسین نے اپنی والدہ محترمہ سے ابتدائی شرعی اور لغوی علوم سیکھے۔ (علی الرضا بن الحسین)

(۸) میں اپنی اس تلوار کے ساتھ شیروں میں بے خوف ہو کر گھومتا ہوں بلکہ اس تلوار کی بدولت شیروں کی آمد پر میرا ذکر بلند ہو جاتا ہے۔

(۹) لیکن علم کی تلوار بہت مضبوط اور خاموشی سے موت کی وادی میں اتارنے والی ہے، جبکہ جھگڑالو انسان کو عظیم نقصان پہنچانے والی ہے۔

(۱۰) اور علم کی تلوار ایسا انتہائی محترم ہتھیار ہے جس کے ذریعے انسان عزت والا رتبہ حاصل کرتا ہے، جبکہ جہالت تو آزاد منش انسان کے لیے سراپا شرمندگی ہے۔

(۱۱) اگر تم بھلائیاں حاصل کرنا چاہتے ہو تو انہیں ان کے بلند پایہ سرچشموں سے حاصل کرو کیونکہ سمندر دریا کی طرح محدود نہیں ہوتا۔

(۱۲) سنو! علم کا سرچشمہ اور اس کی برکت ہمارے عہد کی معزز شخصیت علامہ محمد مکی ہیں۔

(۱۳) ہمارے ممدوح زمانے کی عزت اور علم کا خزانہ، ان کی خوبیاں بے شمار ہیں۔

(۱۴) جو ان کی خوبیاں گنوانے کی کوشش کرے گا اُسے کہا جائے گا: تم نے شعر تو پڑھا ہے مگر خود تمہیں اس کی سمجھ نہیں آئی۔

(۱۵) ہر گھڑ سوار گھوڑا دوڑانا نہیں جانتا اور ہر دوڑنے والے کو دوڑنے والا نہیں کہا جاتا۔

(۱۶) اے مخاطب تو کن فضائل کی بنیاد پر جانچ پرکھ کر رہا ہے، کیا کبھی کھوٹ کو سونے کے ساتھ تولا اور شمار کیا گیا ہے؟

(۱۷) سنو! ہمارے ممدوح علامہ محمد مکی تو بلاغت کے میدان میں بلند مرتبہ پر فائز ہیں، یہی نہیں بلکہ وہ تو عزت اور بھلائی کا ایک سرچشمہ ہیں۔

(۱۸) کتنی ہی الجھی ہوئی گتھیوں کو آپ نے سلجھا کر رکھ دیا، آپ سے فیضیاب ہونے والوں نے علم و حکمت کے موتیوں سے کتنے ہی تھیلے بھر لیے۔

(۱۹) آپ کے لگائے ہوئے کتنے ہی پودے ثمر بار اور قابل فخر آداب سے آراستہ ہوئے اور آپ کی قابل فخر خدمات کتنی زیادہ ہیں؟

(۲۰) آپ کی تالیفات سے علم کی وادیاں یوں جگمگا اٹھیں جیسے رات کے چاند کی بدولت تاریک رات چاندنی میں نہا جاتی ہے۔

(۲۱) کیا ہی خوب ہے جو آپ نے اسرار معرفت سے آگاہ سادات پر اعتراض کے جواب میں لکھا۔

(۲۲) اس کتاب کے طبع ہوتے ہی تیونس میں کمال کا ظہور ہوا۔ پھر دینی حلقوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

(۲۳) اس کتاب کو پڑھنے والا باغیچے کے منظر سے لطف اندوز ہونے کی طرح شادکام اور فراخ سینے والا ہے۔

(۲۴) یہ بابرکت کتاب رہنمائی کرنے والی ہے، یہ علمی نکات کا خزانہ ہے، نیز یہ ایسی کاٹ دار تلوار ہے جسے کامیابی کی قوت بھی حاصل ہے۔

(۲۵) یہ تصنیف کس قدر خوبصورت اور آراستہ ہار ہے جس کے علمی جواہرات اور موتی نگاہوں کو خیرہ کر رہے ہیں۔

(۲۶) یہ کیا ہی عمدہ تلوار ہے جو اپنی میان کو خوبصورتی بخشتی ہے، اور ایسی طرز کی تلوار ہے جس کی مثال ماضی میں نہیں ملتی۔

(۲۷) یہ کیا ہی خوبصورت باغیچہ ہے جو آج ثمر بار ہو گیا ہے، نوخیز افکار بے نقاب ہوئے ہیں۔

(۲۸) آؤ شراب معرفت کے کچھ جام نوش کر لو اور اس باغ کے کچھ پرکشش پھول لے لو۔

(۲۹) یہ کتاب سراپا ہدایت ہے۔ اے محترم قاری! آپ اُس معترض کی بات پر کان نہ دھریں جو کمینگی اور فساد کا سنگم ہے۔

(۳۰) وہ معترض ہلاک ہو اُس نے اپنے دین کی حفاظت کیوں نہ کی؟ وہ کل کو اپنی غلطی پر یوں روئے گا جیسے حضرت خنساء بنت تماضر رضی اللہ عنہا اپنے بھائی صخر پر روتی تھیں۔

(۳۱) وہ سورج کی روشنی کو بجھا دینا چاہتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے اُسے روشن فرمایا ہے۔ اُس کینہ پرور کے عزائم ناکامی سے دوچار ہوئے۔

(۳۲) اے معترض کیا اللہ تعالیٰ کا نور بجھایا جا سکتا ہے؟ تو سٹھیا گیا ہے اور تاریکیوں میں یوں بھٹکتا پھر رہا ہے کہ تجھے شعور ہی نہیں۔

(۳۳) اے نادان افسوس تو نے اپنے دردناک عذاب کو اور اپنے ٹھکانے جہنم کے حوالے سے سوچا ہی نہیں۔ سن اب بھی باز آ جا۔

(۳۴) تیرا ایسا انجام کیوں نہ ہو گا جبکہ تیرے دونوں ہاتھ بھٹک گئے، تو نے اپنے ہاتھوں سے ایک منفرد شخصیت کی بے ادبی کی ہے۔

(۳۵) ہدایت کے امام شیخ عبدالقادر جیلانی جن کی شہرت کے ڈنکے بجے اور اُن کی عظمت کے جھنڈے بحر و بر میں گڑے ہوئے ہیں۔

(۳۶) کمال کی تلوار (السیف الربانی) نے گناہ اور جہالت کے ہاتھوں لکھے اعتراضات کو مٹا کر رکھ دیا۔

(۳۷) طباعت کی خوبصورتی ایسے نفع کے ساتھ ظاہر ہوئی جو ساری مخلوق کو بالعموم اور خاص طور پر بکھری سوچ کے مالک معترض کو پہنچنے والا تھا۔

(۳۸) اگر یہ کتاب اہلِ علم و فہم لوگوں تک نہ پہنچتی تو ایک دور افتادہ شخص کی علمی بصیرت آشکار نہ ہوتی۔

(۳۹) میں نے کتاب کا تاریخی مادہ لکھتے ہوئے کہا تھا اور اس شعر کے ہر مصرعے کے ساتھ تاریخی مادہ تشکیل دیا تھا۔

(۴۰) اللہ کی نصرت سے شادکام تلوار ایک پہاڑ (جیسی شخصیت) کے ہاتھ میں ایک عظیم درخت کمالِ ہدایت کی صورت میں ظاہر ہوئی۔ ابوالفخر (مصنف کی طرف اشارہ ہے) علوم کو زندہ کرنے والے ہیں۔

پیشِ نظر نظم کے آخری شعر کے ہر دو مصرعوں سے تاریخی مادہ نکل رہا ہے۔ پہلے مصرعہ کا عدد بھی ۱۳۱۰ ہے اور دوسرے مصرعے کا بھی یہی عدد ہے۔ السیف الربانی کا پہلا ایڈیشن تیونس سے ۱۳۱۰ ہجری میں شائع ہوا تھا۔ (مترجم)

تقریظ

تیونس کے شیخ الاسلام علامہ احمد بن خوجہ

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، صلوٰۃ وسلام کا نذرانہ اُس عظیم ہستی کی بارگاہ میں پیش ہے، جن کی شریعت آج تک رہنمائی مہیا کرتی ہے، نیز آپ کی آل اور آپ کے صحابہ کی خدمت میں بھی یہ ارمغانِ محبت پیش کیا جاتا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد: رحمت عالم ﷺ کی رسالت تو قطعی دلائل کے ساتھ ثابت ہے، ان دلائل نے رسالتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا جمال مشتاقانِ دید کے لیے بے نقاب کر دیا ہے، یہ دلائل گنتی اور شمار کی حدوں سے وراء ہیں، اور انہی تابندہ اور روشن دلائل میں سے ایک دلیل اُن اولیاء کا وجود بھی ہے جو معارفِ رسالت کے سمندروں میں غوطہ زن ہوئے تو اُس سے موتی لے کر نکلے، ان اولیائے کاملین کے ہاتھوں محیر العقول کرامات ظاہر ہوئیں، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک پہنچانے والے واضح ترین راستے کے راہیوں میں نمایاں ترین شخصیت ہمارے پیرو مرشد کی ہے جن کے مرتبہ ومقام تک کسی کی پہنچ نہیں اور آپ کی محبوبیت کے انکار کی کسی میں تاب نہیں، جو پاکیزہ نسب والے، لامحدود شہرت والے، حسنی اور حسینی نسب والے، ملت اور دین کو نئی زندگی بخشنے والے، اکابر اولیاء کے سلطان، میرے پیر ومرشد اور میرے آقا ومولیٰ شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ ہیں۔

جب انسانی آنکھ بعض اوقات بیماری کے سبب سورج کی روشنی کا بھی انکار کر بیٹھتی ہے اور حسد کے مارے ہوئے انسان کی زبان جو منہ میں آئے کہہ دیتی ہے، تب علماء ایسے گمراہ کی ہدایت اور لوگوں کو اُس کی گمراہی سے بچانے کے لیے کتب لکھتے ہیں۔ ایسے ہی رہنمائی اور اصلاح کرنے والے علماء میں سے عظیم عالم وفاضل سید ابو عبد اللہ محمد مکی بن عالم جلیل وفاضل نبیل سیدی مصطفیٰ بن عزوز ہیں، اُنہوں نے مذکورہ بالا ہدف کو حاصل کرنے کے لیے پیشِ نظر کتاب لکھی اور لکھنے کا حق ادا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ اُنہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ وہ فنِ تصنیف میں کتنی مہارت والے اور وسیع علم والے ہیں؟ اللہ اُنہیں بہترین اجر عطا فرمائے۔

میں اس کتاب کو چھپوانے اور نشر کرنے اور اس میں درج تعلیمات کو اپنانے کی اجازت دیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ غوثِ اعظم کے صدقے ہم پر فضل وکرم فرمائے۔

والسلام

احمد بن الخوجہ

۱۷ ذوالحج ۱۳۰۹ھ

تقریظ

مفتی اعظم تیونس شیخ احمد الشریف مالکی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

و صلی اللہ علی سیدنا و مولانا محمد و آلہ و صحبہ وسلم

بسم اللہ اور صلاۃ وسلام کے بعد: تمام تعریفیں اُسی اللہ ہی کے لیے ہیں جس کے کلمات سے حق کی حقانیت نکھر کر سامنے آجاتی ہے اور اُس کی آیات کی زد میں آنے والا باطل دم توڑ جاتا ہے۔ درود وسلام کا نذرانہ پیش ہے آقا ومولا کی بارگاہ میں جن کی برکتیں آج بھی عشاقِ جمال کے دلوں کا سکون ہیں اور آپ کے معجزات آپ کی امت کے ائمہ کی کرامات کی صورت میں ظہور پذیر ہو رہے ہیں، نیز یہ نذرانہ آپ کی آل اور صحابہ کی بارگاہ میں بھی پیشِ خدمت ہے۔ جو بہترین فضائل سے آراستہ اور معارفِ نبوت سے آگاہ تھے، جنہوں نے تعلیماتِ نبویہ کو اگلی نسل تک پہنچایا۔

میں نے شیخ العارفین، امام الواصلین، قبلۃ المقربین، سیدی شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے نسب کے حوالے سے لکھی گئی کتاب (السیف الربانی) کا مطالعہ کیا جسے ولی کامل، معرفت میں رسوخ اور اہلِ علم وفضل میں شہرت رکھنے والے سیدی محمد مصطفیٰ بن عزوز (اللہ تعالیٰ اُن پر رحمتیں نازل فرمائے) کے صاحبزادے فاضل ادیب فضیلت رکھنے والے بزرگوں کے فرزند سید محمد مکی نے تحریر کیا، میں نے اس کتاب میں

ایسے علمی فوائد دیکھے ہیں جو حضرت غوثِ اعظم کی ذات کے حوالے سے اعتراضات کا رد کرتے ہیں اور آنکھوں کی ٹھنڈک کا باعث ہیں، مجھے زندگی بخشنے والے رب کی قسم ہے یہ کاوش اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں قبولیت اور اُس کے فضل وکرم کا وسیلہ بننے والی ہے، جو اللہ کے دین کا خادم ہے اللہ تعالیٰ اُس کا حامی وناصر ہے۔

بلاشبہ اللہ والوں کی شان میں کمی کی کوشش کرنا مصائب کو دعوت دینے والی آفت ہے، ہم اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے اسی کی پناہ مانگتے ہیں اور اس سے اُس کے محبوبین کے ادب کی توفیق کا سوال کرتے ہیں، نیز شکر کی توفیق کے طلبگار ہیں۔

۲۹۔ ذوالحجہ ۱۳۱۰ھ

العبد الفقیر الی ربہ احمد الشریف

تقریظ

عالمِ جلیل، فاضلِ نبیل سید محمد سنوسی۔

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ درود و سلام بھیجے رحمتِ عالم ﷺ اور آپ ﷺ کی آل و اصحاب پر۔

تمام تعریفیں اُس ذات کے لیے ہیں جس کے فضل و کرم نے جن اولیاء کو چاہا چن لیا، اہلِ فضل کو فضیلت والے ہی پہچانتے ہیں، وہ اللہ ہے جس نے دنیا کا نظام اپنے عدل کی بنیاد پر استوار کیا، اس کی قدرت عظمت سے ہم کنار ہوئی تو اس نے اپنے بندوں کے لیے جنہیں چاہا انبیاء اور مرسلین بنا لیا، اُن انبیاء نے شریعتوں کو فروغ دیا اور وہ اپنے پیروکاروں کو ہدایت کے راستے پر لے کر چلے، وہ انبیاء قربِ خداوندی کے طلب گاروں کے لیے بہترین نمونہ تھے، اللہ تعالیٰ اُن پر سدا درود و سلام بھیجے۔ نیز اُن لوگوں پر بھی جو ہدایت کے راستے کھولنے کے لیے انبیاء کے نقشِ قدم پر چلے اور انہوں نے ہدایت کے دلائل کو بہت وسیع رقبے تک پھیلایا۔ پاک ہے وہ ذات جس نے اپنی مخلوق کو بے مقصد نہیں چھوڑا، ہدایت کے اِن راستوں کی جسے توفیق نصیب ہوئی اُس نے اُن کی اتباع کی اور ہدایت کے راستوں سے وہی واپس ہوا جس نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالا۔

لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ (سورۃ انفال :۸)

جو ہلاک ہو دلیل سے ہلاک ہو۔

وَيَزِيدُ اللَّهُ الَّذِينَ اهْتَدَوْا هُدًى۔ (سورۃ مریم :۷۶)

اور جنہوں نے ہدایت پائی اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت میں اور بڑھائے

إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔ سورۃ البقرۃ :۱۵۶

ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا۔

اُس شخص کے لیے ہلاکت ہے جس نے اولیاء کو اذیت دی، اور اُس شخص کے لیے ہلاکت در ہلاکت ہے جس نے اولیاء کے راستے کو تمسخر کا نشانہ بنایا تو وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کے دشمنوں میں سے شمار کیا گیا۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُونَ۔ سورۃ ابراھیم :۴۲

اور ہرگز اللہ کو بے خبر نہ جاننا ظالموں کے کام سے۔

وہ گروہ گمراہی میں مبتلا ہوا اور جو مذموم دنیاوی مقاصد کے لیے اولیاء کی بے ادبی کا مرتکب ہوا اور اُس نے اعتراضات اور جھوٹے بہتانوں کے ذریعے اولیاء کی بے ادبی کی، اس بے ادبی کے باعث اس بے ادب گروہ میں کئی بیماریاں پھیلیں، انہی بیماریوں میں سے ایک ایسی بیماری بھی تھی جس کا علاج متاثرہ اعضاء کو کاٹے بغیر ممکن نہیں تھا، ایسے لوگوں کی بیماری کی جڑ کو تیز دھار تلوار ہی کاٹ سکتی تھی۔

نہیں ہرگز نہیں ! مجھے اُس ربّ کی قسم ہے جو جسے حق کا مددگار بنا کر کھڑا کرتا ہے اُس کے ذریعے باطل کو نیست و نابود بنا دیتا ہے اور اسی کے لیے حق واضح فرماتا ہے جو اپنے ربّ کی رضا کے لیے کھلی آنکھوں اور ناقدانہ صلاحیتوں کے ساتھ اٹھتا ہے، میں نے اپنے معاصر عالمِ دین کی تصنیف "السیف الربانی فی عنق المعترض علی الغوث الجیلانی" دیکھی جو اپنے موضوع پر ایک پیاس بجھانے والی اور بیماری کو دور

کرنے والی کتاب ہے، اور یہ کتاب اس عظیم غوث کی برکت سے لکھی گئی جن کی شہرت زمین کے چپے چپے پر ہے، ان کے علم وفضل کے مشہور ہونے کے باوجود ان کے صالح ہونے پر فقط بصیرت کے اندھے کو ہی شک ہو سکتا ہے، اس بے بصیرت معترض کی ہرزہ سرائی کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت غوثِ اعظم کے حسب نسب کا دفاع کرنے کی سعادت علمی اور روحانی گھرانے کے چشم و چراغ، علم وفضل کے حوالے سے شہرت رکھنے والی شخصیت، عالم جلیل ہمارے فاضل دوست سیدی محمد مکی بن عزوز (اللہ ان کا فیض ہمیشہ جاری رکھے) کو عطا فرمائی، آپ اپنے موضوع سے متعلق ایسے دلائل چن چن کر لائے ہیں جو حسب ونسب پر اعتراض کرنے والوں کے رد کے لیے ضروری تھے، خاص طور پر اغواث واقطاب کے نسب پر زبانِ طعن دراز کرنے والوں کے رد کے لیے مضبوط دلائل لائے ہیں۔

مصنف نے ایک شمشیر بے نیام کے ذریعے ایک مجہول اور جاہل کے اعتراضات کے بخیے ادھیڑ کر رکھ دیے، اس کے ہر ہر بال کی کھال اتر گئی اور صراط مستقیم کے ذریعے حق واضح ہو گیا، حضرت مصنف نے کند ذہن معترض کی علمی خامیاں کھول کھول کر بیان کیں اور کھل کر حق کا بیان کیا، انہیں اس کتاب کی تصنیف کے لئے دھوکے اور شر نے برانگیختہ نہیں کیا بلکہ اہل اللہ حضرات کے حوالے سے دینی غیرت ان کے محبین کو حق اور یقین کے مقامات میں ڈٹ جانے پر مجبور کرتی ہے، اولیاء کے محبین کے لیے یہ فرض کفایہ تھا جو ایسے لوگوں کے لیے شکر کی ادائیگی لازم کرتا ہے جو اس دینی خدمت کی سعادت حاصل کرتے ہیں، یہ فریضہ خاص طور پر ان کے لیے اعزاز کا باعث ہے جو غوثِ اعظم کے دامن سے سچی وابستگی رکھتے ہیں، حضرت مصنف نے اقتباس

لینے میں علمی مہارت کا مظاہرہ کیا ہے، ان کے ذکر کیے ہوئے حوالے عقلی اور نقلی تائید رکھتے ہیں۔ یہ امر ان کی علمیت اور علمی وسعت پر دلالت کرتا ہے، ہر ناحق کا رد کرتا ہے اور حق کی ایسی وضاحت کرتا ہے جو ظلم کی آمیزش سے پاک ہے، یہ عظمت کی وہ نشانی ہے جو جانی پہچانی ہے، علاوہ ازیں ہمارے پیر ومرشد حضرت غوثِ اعظم کے اقوال واحوال کی ایسی تشریح ہے جو آپ کے نانا رحمتِ عالم ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کے مطابق بھی ہے، اللہ تعالیٰ آپ اور آپ کی اس آل پر ہمیشہ صلاۃ وسلام بھیجے جو ہر ناپاکی سے محفوظ ہیں، اے عظیم عالم اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کی اس عظیم علمی کاوش پر جزائے خیر عطا فرمائے۔ ایسی علمی کاوش جس کے ساتھ آپ نے فرض کفایہ ادا کر دیا۔ آپ کے کمالات سے مسرور ہونے والے شخص کی طرف سے سلام عرض ہے۔

کیم ربیع الاول ۱۳۱۰ھ۔ خادم العلم الشریف

العبد الضعیف محمد بن عثمان السنوسی

تقریظ

عظیم شاعر وادیب، عالم جلیل سید محمد شیخ الاسلام الخوجہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے اللہ! ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد ﷺ اور آپ کی آل واصحاب پر ہمیشہ کثرت سے درود و سلام بھیج۔ اور تمام تعریفیں دونوں جہانوں کے رب اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں

عالم جلیل، ادیب شہیر، فصاحت و بلاغت اور علم کے پیکر ہمارے دوست سیدی محمد مکی بن عزوز جو کہ تدریس کرنے والے علماء کی زینت ہیں، اپنی تصنیفات میں علم وحکمت کے موتی لٹانے والے ہیں، اللہ تعالیٰ اُن کے کمالات کی حفاظت فرمائے اور اُن جیسے کثیر علماء سے امت کو نوازے۔

آپ کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کرنے کے بعد میں کہتا ہوں، مجھے آپ کی وہ عمدہ اور نفیس کتاب پہنچی جس میں آپ نے اپنے زور بیان سے حق کی تائید کی اور باطل کو یہ کہتے ہوئے مٹادیا:

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا (سورۃ الاسراء: ۸۱)

حق آیا اور باطل مٹ گیا، بے شک باطل کو مٹنا ہی تھا۔

آپ نے تحقیق کے راستے پر گامزن ہوکر ہمارے شیخ حضرت غوث اعظم کی عظمت کو غیر معمولی طریقے سے بیان کیا اور آپ کے اُس فرمان کا دفاع کیا جو آپ

نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کا بیان اور شکر ادا کرتے ہوئے فرمایا تھا، ایسا فرمان ایسے بعض دیگر لوگوں سے بھی صادر ہوا تھا جو ریا کاری، خود پسندی اور تکبر سے محفوظ تھے۔ حضرت غوث اعظم اور دیگر لوگوں کا یہ قول اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس امر کے تحت تھا:

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۔ (سورۃ الضحیٰ: ۱۱)

اور اپنے رب کی نعمتوں کا خوب چرچا کرو۔

یہ ارشاد ربانی اگرچہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تھا مگر جیسے کہ آپ جانتے ہیں کہ اصولیوں نے وضاحت کی ہے کہ اگر نبی کریم ﷺ کے لیے اللہ تعالیٰ کے کسی حکم میں اس بات پر قرینہ نہ پایا جائے کہ وہ حکم آپ ہی کے لیے خاص ہے تو وہ حکم آپ کی امت کو بھی شامل ہوگا۔ مگر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان فقط آپ ہی کے لیے ہے:

يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ (سورۃ المائدہ: ۶۷)

اے رسول پہنچادو جو کچھ اترا تمہیں تمہارے رب کی طرف سے۔

اصولیوں نے یہ صراحت کی ہے کہ قائد (نبی اکرم ﷺ) کے لیے ایسا حکم جو آپ کے ساتھ مختص نہ ہو وہ امت کے لیے بھی ہوگا۔ اس تناظر میں تحدیث نعمت کا حکم ہمارے پیشوا حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے لیے بھی ہوگا کیونکہ آپ ایسے لوگوں میں سے ہیں جن تک ریا، دکھاوا اور تکبر پہنچ ہی نہیں سکتے۔ آپ کا فرمان: "قدمی هذه علی رقبة کل ولی لله" تحدیث نعمت کے تناظر میں اللہ تعالیٰ کے فرمان کی تعمیل تھا۔ علمی حلقوں میں یہ بات معروف ہے کہ امر وجوب کے لیے ہوتا ہے۔ اس تناظر میں آپ پر اللہ تعالیٰ کی نعمت کا تذکرہ کرنا واجب تھا۔ اور جب اولیاء نے آپ کے اس فرمان میں نیت کی سلامتی، ارادے کی پاکیزگی، تکبر سے برات اور امتثال امر کا جذبہ دیکھا تو انہوں نے آپ کا فرمان

سنتے ہی اپنی گردنیں جھکا دیں، میں نے اپنے پیشوا حضرت غوثِ اعظم کی شان میں کہا تھا:

و قوله قدمی لا یشی یخدش من　　الشریعة فی انظار نقاد

ناقدین کی رائے میں آپ کا فرمان: ''قدمی هذه علی رقبة کل ولی للّٰه'' شرعی نکتۂ نظر سے عیب دار نہیں۔

إذ ذال قد قاله شکرا لخالقه　　لا قصد إذلال شخص فادر إرشادی

کیونکہ آپ کا یہ فرمان کسی شخص کی تذلیل کے لیے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی نعمت پر اس کا شکر ادا کرنے کے لیے تھا، اے مخاطب میری بات کو سمجھ لو۔

لذاك إذ سمعوا صاح مقالته　　و قد دروا انها عن غیر احقاد

اسی لیے جب انہوں نے پورے ہوش و حواس کے ساتھ فرمانِ غوثِ اعظم سنا تو اُن سب نے فوراً جان لیا کہ یہ کلمات حسد کے جذبے سے پاک ہیں۔

کل حنا عنقا إرضا خالقه　　جازاهم اللّٰه من اطواد امجاد

ہر ولی نے اپنے خالق کی رضا حاصل کرنے کے لیے (فرمانِ غوثِ اعظم سنتے ہی) سر جھکا لیا، اللہ تعالیٰ نے انہیں انتہائی عظمت و بزرگی کی صورت میں بدلہ عطا فرمایا۔

اگر اس قصیدے کی بات اس حال میں چل ہی پڑی ہے کہ میرا اور آپ کا ہدف ایک ہے یعنی حضرت غوثِ پاک رضی اللہ عنہ کا دفاع اور آپ کے فضائل کا بیان تو میں اپنے اُس قصیدے میں سے جو آپ کی شان میں تقریباً دو سو اشعار پر مشتمل ہے، چند مزید اشعار پیش کرتا ہوں:

ذاك الذی نهجه نهج الشریعة لا　　یحیص عنها فلا تنصت لاضداد

حضرت غوثِ اعظم ایسی شخصیت ہیں کہ اُن کا راستہ شریعت ہی کا راستہ ہے، آپ شریعت کے راستے سے ذرہ برابر نہیں ہٹتے، اس لیے اے مخاطب تم مخالفوں کی بات پر کان مت دھرو۔ یہاں تک کہ میں نے کہا:

ذاك الدلیل علی الخیرات مقتدیا　　بجده إذ توخی سهل اورادی

آپ نے جب اوراد کی نرم زمین کا قصد کیا تو آپ اپنے نانا (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اقتداء کرتے ہوئے بھلائیوں کی طرف رہنمائی کرنے والے تھے۔

اوراده کلها خیر آتا نا بها　　نبینا المصطفی عن ربه الهادی

آپ کے تمام اوراد سراپا خیر ہیں، جنہیں ہم تک ہمارے نبی حضرت محمد مصطفی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے ہدایت دینے والے رب کی طرف سے پہنچایا۔

میں قارئین کے سامنے اپنی گفتگو کو مزید پھیلانا نہیں چاہتا لیکن میں اپنے قصیدے میں حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کی کثیر کرامات ذکر کرنے کے بعد ایک عجیب ترین کرامت بیان کرنا چاہتا ہوں جسے میں نے اپنے شعروں کے سانچے میں یوں ڈھالا تھا:

حکی لنا العدل عن عدل بان فتی　　من الیهود رمی نفسه فی الوادی

ہمیں ایک عادل راوی نے ایک عادل شخص سے روایت کرتے ہوئے یہ حکایت بیان کی ہے کہ ایک یہودی نے کسی وادی میں پناہ حاصل کی۔

و ذاك خشیة ملّاحٍ اراد به　　سوئا فاضمر فیه فتکه العادی

اور اُس یہودی نے وادی میں ایک ملاح کے خوف سے پناہ لی تھی، جس نے انتہائی مکاری سے کام لیتے ہوئے یہودی پر ظلم کا ارادہ کیا تھا۔

فنادی الحین یا ذا الغوث مبتهل　　فلم یضر بزخار و مزباد

اس یہودی نے ظالم ملاح کے ارادوں کو بھانپ کر غوثِ اعظم کو روحانی مدد کے

لیے پکارا تو اسے تکبر آمیز دھمکیوں سے کچھ نقصان نہ پہنچا۔

فأسلم الشخص فورا معلنا بانّا ممنون هذا الذي برهانه بادي

تب وہ یہودی فوراً یہ کہتے ہوئے مسلمان ہو گیا کہ میں اُس ہستی (حضرت غوث اعظم) کا ممنون ہوں جن کی دلیل ظاہر ہے۔

قارئین کرام! ہمیں اور آپ کو حضرت غوث اعظم کے بارے میں سلطان العلماء حضرت عز الدین بن عبد السلام کا یہ قول کافی ہے:

ہم تک کسی ولی کی کرامات اُس تواتر کے ساتھ نہیں پہنچیں جس تواتر سے حضرت غوث اعظم کی کرامات پہنچی ہیں۔

اور میں بھلا اُس شخصیت کے بارے میں کیا کہہ سکتا ہوں جسے اللہ تعالیٰ نے سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی آل میں سے منتخب فرمایا ہو۔

اے السیف الربانی کے مصنف! آپ حضرت غوث اعظم کی کرامات بیان کرتے ہوئے سحبان بن وائل کے مرتبہ و مقام پر فائز ہوئے ہیں۔ آپ نے اپنے بیان کی تلوار اور اپنی دلیل قاطع کے ذریعے حضرت غوث اعظم کے دفاع کا حق ادا کر دیا۔ آپ کی تصنیف آپ کی علمی وسعت اور تحریر و تحقیق میں مہارت پر دلالت کرتی ہے، اس کے علاوہ آپ کی یہ تصنیف آپ کے وجود میں بھلائی اور اللہ کی توفیق پر دلالت کرتی ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اپنے ایک ولی کے دفاع میں آپ کی کاوش کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔

ربیع النور ۱۳۱۰ھ — آپ کا دوست، محمد بن الخوجہ

تقریظ

عالمِ جلیل سید محمد بیرم تیونسی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

و صلی اللہ علی سیدنا و مولانا محمد و علی آلہ و صحبہ و سلّم تسلیما

اللہ تعالیٰ کے لیے تمام تعریفیں ہیں جس نے اپنی کائنات کے ستونوں کو اپنے انبیاء کرام اور رسولوں کے ساتھ قوت بخشی اور اُس نے عالم بالا کی پیشانی پر سجے ہوئے تاج (آسمان) کو ستاروں کی صورت میں روشن چراغوں کے ساتھ زینت بخشی، نیز اس نے زمین میں صالحین اور عارفین کی صورت میں ہیرے بکھیر دیئے۔ اس رب نے بساطِ زمین کو اپنے مقربین اور خواص اولیاء کے ذریعے استقرار بخشا، کامل صلاۃ وسلام ہو کائنات کے امام اور عالم لاہوت و ناسوت کے عظیم دائرہ کے قطب، تمام جہانوں کی فضاؤں میں چمکتے ہوئے سرخ یاقوت کے روشن چراغ پر، تمام اچھے اخلاق میں تمام اولو العزم رسولوں نے جن کی عظمت کی گواہی دی۔ وہ عظیم روشنی جس کے انوار سے ساری مخلوق فیضیاب ہوئی۔ تمام انبیاء اور رسولوں نے آپ کے گہرے سمندروں سے چلو بھرے، میری مراد عظیم مرتبہ و مقام والے ہمارے آقا و مولا ﷺ ہیں جن کے اخلاق کریمہ کے بارے میں کہا گیا:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (سورۃ القلم: ۴)

اور بے شک آپ کی خوبڑی شان کی ہے۔

اور آپ کی اُس آل پر بھی صلاۃ وسلام ہو جو زمین میں اللہ تعالیٰ کی امان کا باعث اور اُس کی رحمت کا گھنا سایہ ہیں، وہ اہلِ بیت جنہوں نے دین کا پرچم بلند کیا اور اُنہوں نے حق کا ساتھ دیا، اللہ تعالیٰ نے اُن کے بارے میں فرمایا:

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا۔

(سورۃ الاحزاب: ۳۳)

اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرمادے اور تمہیں خوب پاک فرمادے۔

اور اسی طرح صلاۃ وسلام ہو آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُن صحابہ پر جو ہدایت کے ستارے اور اقتداء کے قابل ہیں، وہ صحابہ جنہوں نے محبت رسول ﷺ میں اپنی جانیں لٹادیں تاکہ اپنے رب کی رضا حاصل کرسکیں، ان کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی:

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ۔ (سورۃ الفتح: ۱۰)

جو تمہاری بیعت کرتے ہیں تو وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان صحابہ اور ان کے راستے پر چلنے والے قیامت تک کے اہلِ ایمان سے راضی ہو۔

اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء اور اُس کی حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہدیہ درود وسلام کے بعد۔ اے عظیم عالم اور فاضل میں آپ کی تصنیف: السیف الربانی فی عنق الجاھل القرمانی پر مطلع ہوا، تب مجھے محسوس ہوا کہ یہ کتاب ایک تلوار ہے جس

کی دھار کو تیز کیا گیا ہے اور ایک ایسا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے جس کی حدیں معلوم نہیں، یہ کتاب ایسی تلوار ہے جس کے ساتھ آپ نے ایک جاہل کا سر قلم کردیا ہے، اور یہ کتاب ایک ایسا سمندر ہے جس میں فرعون کی طرح ہر سرکش ڈوب گیا۔ اے مخاطب! اگر تو اس کتاب کو گردنیں قلم کرنے والی ایک تلوار سمجھتا ہے تو پھر تمہارا اُن اوراق کے بارے میں کیا خیال ہے جنہیں اُن کے لکھنے والے نے سیاہ کیا اور اُنہیں جمع کرکے یہ گمان کیا کہ یہ کتاب جیسی کوئی چیز ہے۔ اُن اوراق کو السیف الربانی نے پارہ پارہ کردیا، ان اوراق کی حیثیت ایسی تھی جیسے کہ یہ سمندر میں پھینکے گئے تو اُس کی لہریں ان اوراق کو کبھی اپنی تہہ میں لے جاتیں اور کبھی باہر پھینک دیتیں، یہ اوراق خود تو ٹھوکریں کھاتے ہی رہے، ان اوراق نے اپنے سیاہ کرنے والے کی گردن پر اتنا بوجھ ڈالا کہ اُسے بھی پستی کے سب سے بُرے درجے تک پہنچادیا۔

ارشادِ ربانی ہے: فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِينَ ظَلَمُوا ۔ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔ (سورۃ الانعام: ۴۵)

”تو جڑ کاٹ دی گئی ظالموں کی اور سب خوبیاں سراہا اللہ رب سارے جہانوں کا“

جناب سید محمد مکی میں نے معترض کے بے جان اعتراضات کا جائزہ لینے کے بعد آپ کے علمی اسلوب اور ان ٹھوس دلائل کو دیکھا جن پر مطلع ہونے والا کوئی شخص یہ اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ ان دلائل میں حضرت غوثِ اعظم کے فیوض وبرکات جھلکتے ہیں اور ثقایت اللہ تعالیٰ کے خاص فضل وکرم کا مظہر ہے، آپ کی اس تصنیف میں گلشن جیسی جاذبیت ہے جس میں عقلی اور نقلی دلائل کے پورے ہیں، یہی نہیں بلکہ اُسے بلاغت کے سرچشموں سے سیراب کیا گیا ہے اور اس میں فصاحت کے جام

گردش کرتے ہیں۔ آپ کی تحریر قلوب واذھان کو یوں مست و بیخود کرتی ہے کہ خالص شراب بھی ایسی تاثیر نہ رکھتی ہوگی۔

فیاله من روض کان ثماره

یتهمات در تجتنی بالتامل

ہائے وہ کیا گلشن ہے کہ جس کے پھل پھول یوں ہیں جیسے انمول ہیرے جنہیں غور و فکر سے حاصل کیا جاتا ہے۔

و خمر کلامی کان اغتیاله

عقول النهی یهدی لها سحر بابل

اور میرے کلام کی سرمستی ایسی ہے کہ گویا بابل کا جادو اُسے عقلمندوں کی عقول پر چھا جانے کا گُر سکھاتا ہے۔

اور الحمد للہ کہ ہم نے جی بھر کے اُس صراحی (السیف الربانی) سے علم وعرفان کی شراب پی اور خوب پی۔ اور ہماری عقول کی رگوں میں اس حلال شراب کی بدولت خوشیوں اور مسرتوں نے گردش کی، تب افکار کو وہ تازگی نصیب ہوئی جس سے باشعور لوگوں کو تو خوشی حاصل ہوتی ہی ہے مگر جہالت کے نشے سے چور اور غفلت کے سمندروں میں ڈوبے ہوئے معدودے چند لوگوں کو بھی شعور کی کچھ کرنیں نصیب ہوتی ہیں۔ ان جاہلوں اور غفلت شعار لوگوں کو ہمارے پیرومرشد حضرت غوث اعظم کے حوالے سے نہ چاہتے ہوئے بھی وہ معرفت نصیب ہوتی ہے جو پہلے حاصل نہ تھی۔ جبکہ اکثر لوگ اس شراب طہور کو کھلے دل سے قبول کرتے ہیں، ایسا کیوں نہ ہو کہ اس پاکیزہ شراب (السیف الربانی) کے ساتھ قطعی حق کی تائید شامل ہے۔ اس حق کا ایسے

واضح اور مسکت دلائل کے ساتھ اعلان کیا گیا ہے جو ہر مخالف کو سر تسلیم خم کرنے پر مجبور کر دیتے ہیں اور سامنے آنے والے ہر مخالفانہ اور تاریک اعتراض کے سامنے ایک روشن صبح رکھ دیتے ہیں، اس حق کے روشن دلائل کے سامنے جھوٹے اعتراضات کے پول کی قلعی کھل جاتی ہے، اس کے علاوہ جھوٹے اعتراضات کی تمام تر خامیاں سامنے آجاتی ہیں، تب ساعتوں پر حسد اور نفسانی خواہشات کے مارے معترضین کے الزامات گراں گزرنے لگتے ہیں، معترض نے کتنے ہی صفحات کے چہرے سیاہ کیے اور ان کے رخساروں پر قلم کے انتہائی سیاہ آنسو انڈیلے، میرے خیال میں معترض نے اُس مسکین کاغذ کو بھی سوگوار لباس پہنا دیا، حضرت غوث اعظم کا یہ گستاخ قوم نوح کے علاوہ عاد و ثمود اور بعد والے سرکشوں کے نقش قدم پر چلا ہے۔

وَمَا اللّٰهُ یُرِیْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِیْنَ۔ (آل عمران: ۱۰۸)

اور اللہ جہان والوں پر ظلم نہیں چاہتا۔

معترض نے گمان کیا کہ وہ ایک صورتحال بیان کر رہا ہے۔ مگر صورت حال اُس کے بیان کی تردید کر رہی تھی، اُسے یہ خوش فہمی بھی تھی کہ وہ اچھا عمل کر رہا ہے جو لوگوں کے سامنے اُس کے ہدایت یافتہ ہونے کی گواہی دے گا، حالانکہ اس کا عمل (حضرت غوث اعظم کے نسب میں بلا دلیل طعن کرنا اور الزام تراشی کرنا) ایسا ہے کہ وہ شریعت مطہرہ کے مطابق کوڑوں کا حق دار ہے اور آپ کو مزید حیرت ہوگی کہ یہ معترض (حضرت غوث اعظم کے نسب اور آپ کی عظمت کے حوالے سے الزامات اور اتہامات کے باوجود) اپنے آپ کو مسلمان بھی سمجھتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۭ بِقِیْعَةٍ یَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَهٗ

لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰهُ حِسَابَهٗ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ (سورۃ نور: ۳۹)

اور جو کافر ہوئے اُن کے کام ایسے ہیں جیسے دھوپ میں چمکتا ریتا کسی جنگل میں کہ پیاسا اُسے پانی سمجھے یہاں تک جب اُس کے پاس آیا تو اُسے کچھ نہ پایا اور اللہ کو اپنے قریب پایا تو اُس نے اُس کا حساب پورا بھر دیا اور اللہ جلد حساب کر لیتا ہے۔

معترض کے دل میں یہ خوش فہمی فقط اسی لیے پیدا ہوئی کہ وہ ٹوٹے پھوٹے کچھ الفاظ لکھنا اور تحریر کو دائیں طرف سے شروع کرنا جانتا ہے، نیز اُسے مشہور کتابوں سے اقتباسات لے کر جھوٹ گھڑنا بھی آتا ہے حالانکہ اُسے اہلِ علم کے اس مشہور مقولے کا علم ہے:

الناقل امین۔ ناقل کو امین ہونا چاہیے۔

ارشادِ ربانی ہے:

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ۔ (سورۃ زمر: ۳۲)

تو اُس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے اور حق کو جھٹلائے جب اُس کے پاس آئے کیا جہنم میں کافروں کا ٹھکانہ نہیں ہے؟

کیا معترض نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ علماءِ کرام شرفاء کی عزتیں اچھالنے کو درست قرار دیتے ہیں؟ معترض نے کسی عام انسان کی نہیں بلکہ ایک عظیم ترین شخصیت کی عزت اچھالنے کی ناپاک کوشش کی ہے حالانکہ اس کی حالت یہ ہے کہ اسے حرام و حلال کا فرق تو دور کی بات ہے حرام اور فرض کے فرق کا بھی علم نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اِس بدباطن کے الزامات اور اعتراضات کے ردّ کی توفیق ایک ایسے عظیم عالم کو عطا فرمائی، جن کی طرف رجوع کیا جاتا ہے، اُنہوں نے معترض کے

بے بنیاد اعتراضات کو ملاحظہ فرمایا تو ایک ماہر طبیب کی طرح معترض کے مسودات کی نبض دیکھتے ہی جان لیا کہ ان مسودات میں جان لیوا بیماری ہے، جس کا علاج معترض کی گردن کاٹنے کی طرح آپریشن ہی ہے۔ تب اُنہوں نے ان اعتراضات کے طول و عرض میں اپنی تلوار چلائی۔

فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا ۚ وَمِمَّا يُوْقِدُوْنَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَآءَ حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ ۚ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ۚ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً ۚ وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ (سورۃ رعد: ١٧)

"تو پانی کی رَو اُس پر ابھرے ہوئے جھاگ اٹھا لائی اور جس پر آگ دہکاتے ہیں گہنا یا اور اسباب بنانے کو اُس سے بھی ویسے جھاگ اُٹھتے ہیں، اللہ بتاتا ہے کہ حق و باطل کی یہی مثال ہے۔ تو جھاگ تو پھک کر دور ہو جاتا ہے اور وہ جو لوگوں کے کام آئے زمین میں رہتا ہے"۔

اللہ تعالیٰ نے سیدی محمد مکی بن علامہ عزوز مکی کو حضرت غوثِ اعظم کے دفاع کی توفیق بخشی اور انہوں نے اپنی ذمہ داری کو بخوبی نبھایا۔ وہ علماء کی طرف سے شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے تنِ تنہا سب علماء کی طرف سے معترض کو للکارتے ہوئے اپنی تلوار لہرائی اور علماء کی تلواروں کو ان کی میانوں میں رہنے دیا۔ ارشادِ ربانی ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ (سورۃ محمد: ۷)

اے ایمان والو اگر تم دینِ خدا کی مدد کرو گے اللہ تمہاری مدد کرے گا۔

۲۳ ربیع الاوّل ۱۳۱۰ھ خادم العلم الشریف: فقیر محمد بیرم

تقریظ

عالم جلیل، ادیب شہیر سید یوسف بن عوف زبیدی۔

تمام تعریفیں اُس رب کے لیے ہیں جس نے انسان کو پیدا فرمایا اور اُسے زبان و قلب کے ذریعے نوازا۔ اُسے علم عطا فرمایا اور اسے تلوار اور تلوار تھامنے والے ہاتھ کے ذریعے عزت بخشی اور اس رب نے اپنے چنے ہوئے لوگوں سے ہر طرح کی آلائشوں کو دور فرمایا اور انہیں روشن دلائل سے نوازا۔ اولادِ عدنان کے آقا و مولیٰ پر صلوۃ و سلام کی بارش ہمیشہ برستی رہے، وہ آقا و مولیٰ جن پر نازل کی گئی کتاب جاودانی معجزہ ہے۔ آپ حضرت عیسیٰ اور حضرت موسیٰ علیہم السلام کی بشارت ہیں، صلوٰۃ وسلام کی یہ بارش آپ کی آل و اصحاب اور صبح قیامت تک اہل بیت و صحابہ کے راستے پر چلنے والوں پر بھی برستی رہے۔

اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء اور بارگاہِ حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم میں ہدیہ درود وسلام کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر بھروسہ رکھنے والا اور اُس کا بندہ یوسف بن عبداللہ بن عون نفطی زبیدی کہتا ہے: میری نظروں سے ہمارے مقدس بزرگ سید مصطفٰی کے فرزند اور قطب اکبر سیدی محمد بن عزوز کے پوتے سیدی محمد مکی کی تصنیف السیف الربانی گزری جسے آپ نے حسد کے مارے ہوئے انسان علی قرمانی کے رد میں تحریر فرمایا، جس نے مشہور ترین غوث سیدی عبدالقادر جیلانی کے حسنی حسینی نسب پر زبان طعن دراز کی تھی، اس کی بدزبانی اُس کے بے بصیرت ہونے پر دلالت کرتی ہے، اس کا وار خود

اُسی کی طرف لوٹ آیا، اُس کا شر اُسی کے برے انجام کا سبب بن گیا، اگر اُسے اپنے دعووں کا کھوکھلا پن معلوم ہو جاتا تو وہ اپنے فلسفے اور اپنی حماقتوں کو آراستہ نہ کرتا، مجھے زندگی بخشنے والے رب کی قسم ہے کہ اس معترض نے ایک لاحاصل کوشش کی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے نور کو غالب اور باطل کو خاک میں ملاتا ہے، جس معترض نے بارگاہِ غوثیت میں بے ادبی کی کوشش کی تو اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی ہستی کو منتخب فرمایا جو اس کے معزز اولیاء کے لیے رحمانی اور ربانی تلوار ہے، تب معترض کے اعتراض ہوا میں بکھر گئے اور حق کی صدا دینے والے نے پکار پکار کر کہا: کامیابی کی طرف آؤ میں نے صدائے حق بلند کرنے والے کی صدا (تصنیف) کی تاریخ نظم کی اور میں ان کی دعاؤں کا طلبگار تھا۔

تقریظ

سید احمد جمال الدین

تمام تعریفیں اُس ذات کے لیے ہیں جس نے اپنے اولیاء کی بصیرتوں کے لیے پوشیدہ اسرار کھول دیے، اس ذات پہ ہمیشہ صلاۃ وسلام ہو جنہوں نے فرمایا:

انا سید ولد آدم ولا فخر۔

میں اولادِ آدم کا سردار ہوں اور یہ کچھ فخر کی بات نہیں۔

وہ ہستی جن کی بلاغت نے انسانوں اور جنات کی زبانیں گنگ کر دیں اور آپ کی آل اور ان اصحاب پر بھی ہو جنہوں نے دین کے دفاع میں نیزے اٹھائے اور دشمنانِ اسلام کی جڑ اکھیڑ کر رکھ دی، ان پر اللہ تعالیٰ کا عظیم احسان ہوا۔

اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء اور اُس کے حبیب ﷺ کی بارگاہ میں ہدیہ درود وسلام کے بعد میں کہتا ہوں کہ میں السیف الربانی فی عنق المعترض علی الغوث الجیلانی پر مطلع ہوا، میں نے اس کتاب کو اسم بامسمّٰی پایا، مصنف نے انتہائی خوش اسلوبی اور دلائل سے معترض کا رد کیا ہے۔ قارئین کرام! آپ اس کتاب میں ہر بات مستند پائیں گے اور اللہ تعالیٰ کی مدد کے آثار دیکھیں گے۔ مصنف اہل اللہ کے بیان کردہ عوارف اور حقائق ذکر کرتے ہیں۔ اس کتاب کے انوار اہلِ سعادت ہی حاصل کرتے ہیں حضرت مصنف اپنے دلائل کے ساتھ گمراہ شخص کا رد کرتے ہوئے اُس کے دھوکے کو اُسی پر لوٹا دیتے ہیں۔ ایسا کیوں نہ ہو کہ اس کتاب کے فاضل مصنف ایک علمی اور روحانی گھرانے سے ہیں اور اُن پر اس گھرانے کے واضح اثرات ہیں۔ وہ ایک عظیم عالم ابو

عبداللہ سیدی محمد مکی کے بیٹے ہیں جو کہ عظیم ولی اللہ سیدی مصطفیٰ کے بیٹے اور بہت بڑے مربی، عظیم عابد وزاہد بزرگ سیدی عزوز کے پوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سیدی محمد مکی کی اس علمی وروحانی خدمت کو شرفِ قبولیت بخشے اور انہیں ہر مراد عطا فرمائے اور انہیں اہل سنت کی طرف سے جزائے خیر سے نوازے اور ہر ناپسندیدہ امر سے محفوظ رکھے۔

حضرت مصنف نے لکھا اور خوب لکھا، اللہ تعالیٰ اُن کی مدد فرمائے اور اُن کی پیشِ نظر تحریر پر انہیں مزید اجر عطا فرمائے، انہوں نے معترض کی نالائقیوں کو بیان کیا اور بتایا کہ وہ ایسے لوگوں میں سے ہے جن کے دلوں میں (حسد اور بے ادبی کی) بیماری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان (حاسدوں اور بے ادب لوگوں کی) بیماری کو اور بڑھا دیا۔ حضرت مصنف نے اپنی اس تالیف میں کتنے ہی نفیس دلائل دیے ہیں، کتنی ہی ایسی آیات تلاوت کی ہیں جو ان کے دعوے پر واضح دلیل ہیں، حق واضح ہونے کے بعد (انکار) گمراہی ہی ہے اور جھگڑا انسان کے لیے وبال اور عذاب ہی ہے۔ بارگاہِ غوثیت میں گمراہ قرمانی کی بے ادبی ایسی ہی ہے جیسے چراغ کے گرد پروانے گرتے ہیں جبکہ سیدی محمد مکی کو ایسے کامل شیخ کی برکتیں حاصل تھیں جن کے حوالے سے اولیاء کا اجماع ہے کہ پچھلے اور بعد والے اولیاء کے سلطان ہیں، اربابِ رسوخ کے امام، حسنی اور حسینی سید، شریعت وطریقت کے سمندر ہیں۔ میری مراد بازِ اشہب سیدنا الشیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ ہیں۔ آپ نے فرمایا:

افلت شموس الاولین و شمسنا ابدا علی افق العلی لا تغرب

پہلے لوگوں کے سورج ڈوب گئے جبکہ ہمارا سورج بلندیوں کے افق پر ہمیشہ چمکتا رہے گا اور کبھی غروب نہ ہوگا۔

۲۔ ربیع الثانی ۱۳۱۰ھ احمد جمال الدین

تقریظ

سید محمد العربی داؤد

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے نظام عالم کو اولیاء کے وجود کے ساتھ کیا اور ان اولیاء میں سے بعض کو اپنی زمین وآسمان والوں کے آقا ومولیٰ (ﷺ) کے ساتھ نسبی تعلق کا اعزاز بخشا، نیز اس رب نے امت مسلمہ میں ایسے علماء پیدا فرمائے جو اولیاء کرام پر لگائے جانے والے جھوٹے الزامات کا رد کرتے ہیں، صلاۃ وسلام ہو انبیاء کی لڑی کے امام رحمتِ عالم (ﷺ) اور آپ کی آل واصحاب پر جو مسلمانوں کے لیے ہدایت کے روشن چراغ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء اور اس کے حبیب کی بارگاہ میں ہدیہ درود وسلام کے بعد:

یقیناً اولیاء اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے منتخب لوگ ہوتے ہیں، خاص طور پر وہ عظیم ہستی جن کا فرمان ہے:

قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی للہ۔

میرا یہ قدم اللہ کے ہر ولی کی گردن پر ہے۔

آپ عراق کے قطب اور اعلیٰ درجات پر فائز ہونے والی ایسی شخصیت ہیں کہ آپ کا ذکر دنیا بھر میں پھیلا، آپ صرف عراق ہی کے نہیں بلکہ پوری دنیا کے قطب ہیں، جن وانس میں تصرف کا اذن رکھتے ہیں، عظیم شان والے امام عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

کہ ان سارے مراتب کے باوجود بعض جاہلوں نے آپ کی بارگاہ میں بے ادبی کا ارتکاب کرتے ہوئے آپ کے حسنی حسینی نسب کا انکار کیا اور آپ کے بعض اقوال واحوال پر اعتراضات کیے۔ اس حوالے سے ایک تاریک بانجھ اور بیمار قسم کی کتاب لکھی۔ اس کتاب کے مصنف نے اپنی جہالت کے ساتھ کتاب کا چہرہ سیاہ کر دیا، یہ کتاب لکھتے ہوئے اُسے نہ تو اللہ کے اس شیر کے حملے کا خوف ہوا اور نہ ہی اُسے روزِ جزا کی فکر لاحق ہوئی، یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے اس جاہل نے اولیاء کو اذیت دینے والے بدبخت کے بارے میں حدیث قدسی سنی ہی نہیں۔ شاید اس نے اولیاء اور خاص طور پر رسول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نسل پاک میں سے ایک عظیم ولی کی گستاخی کے انجام پر غور ہی نہیں کیا۔ اس شخص نے حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی بے ادبیوں پر مشتمل کتاب کا نام الحق الظاھر فی شرح حال الشیخ عبدالقادر رکھا۔ اس کتاب میں حق کا ظہور تو کجا وجود بھی نہیں ہے، اس کتاب کے ناعاقبت اندیش مصنف نے اپنی کمر پر ایک وزنی بوجھ اٹھایا ہے، میرے خیال میں اس کتاب کا نام الباطل و الضلال المبین الصادر ممن اغواہ ابلیس اللعین ہونا چاہیے تھا۔

الحق الظاہر کے مصنف نے اپنی کتاب میں گھڑے ہوئے اقوال تحریر کیے تھے مگر عظیم عالم علوم عقلیہ ونقلیہ کے ماہر اور عظیم آباؤ اجداد کے عظیم فرزند سید محمد مکی نے معترض کے جواب میں ایک کتاب لکھی اور عقلی ونقلی دلائل سے اُس کا جواب دیا۔ آپ کی تصنیف: السیف الربانی فی عنق المعترض علی الغوث الجیلانی اسم بامسمّٰی اور تصنیف وتحقیق کے اعلیٰ معیار پر پوری اترتی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس علمی خدمت پر جزائے خیر عطا فرمائے اور قیامت کے دن انہیں بہترین اجر وثواب سے نوازے۔

میں نے جب آپ کی تصنیف کا مطالعہ کیا تو میں نے اس کتاب کی ایک ایک فصل کو اپنے موضوع پر حرفِ آخر پایا۔ اس کتاب میں ایسے دلائل ذکر کیے گئے ہیں جن کا انکار کرنے کی معترض میں تاب نہیں، بڑے بڑے ناقدین نے مصنف کی علمیت اور فصاحت کی گواہی دی، یہ امر سیدی محمد کی علمی وسعت اور بلند نگاہی پر دلالت کرتا ہے۔

کتاب تسامی فضله و تکاملت حسناته اذ صار بدرا کاملا

یہ ایسی بلند مرتبہ کتاب ہے جس کی خوبیاں پایہ تکمیل کو پہنچیں اور وہ چودھویں کا مکمل چاند بن گئی۔

هو سیف حق للکذوب مهیء کیف المفر لمن تقول باطلا

وہ جھوٹے کے لیے حق کی تلوار ہے اور غلط بات کہنے والے کو فرار کا راستہ دکھانے والی ہے۔

فلاینکر حسنه ذوو الافکار

و کیف تخفی الشمس علی اولی الابصار

باشعور لوگ اس کی خوبصورتی کا انکار نہیں کرتے، بصارت رکھنے والوں کی آنکھ سے سورج کیسے اوجھل رہ سکتا ہے۔

اللہ کرے کہ سیدی محمد مکی کی تمام کتب روشنی پھیلاتی رہیں اور دنیا بھر میں ان سے استفادہ کیا جاتا رہے، آپ کے تمام علمی کام کامیابی سے ہمکنار ہوں اور آپ ہمیشہ باعزت و کمال رہیں۔

ربیع الثانی ۱۳۱۰ھ　　　　سید محمد العربی داؤد

عقائد و اعمال کی اصلاح کے لیے بہترین کتب

www.suffahfoundation.com
info@suffahfoundation.com
www.facebook.com/suffahfoundation